سورۃ النور

کے مضامین و احکام کا خصوصی مطالعہ

محمد عابد نعمان شامی



ابریشم انٹرنیشنل فیصل آباد

سورۃ النور کے مضامین واحکام

کا خصوصی مطالعہ

محمد عابد نعمان شامی

ابریشم انٹرنیشنل پاکستان

نام کتاب	سورۃ النور کے مضامین واحکام (کا خصوصی مطالعہ)
ترتیب	حافظ محمد عابد نعمان شامی
ایڈیشن	ستمبر 2016ء
کمپوزنگ	محمد حسن بیگ
پروف ریڈنگ	محمد معظم نقشبندی، حافظ مقبول احمد
پرنٹنگ	ابریشم پرنٹرز ثمین انٹرنیشنل پرنٹنگ پریس، فیصل آباد
ناشر	ابریشم انٹرنشنل، P-234 اناسی، مین بازار، فیصل آباد +92412635509 +923007615509
تعداد	1100
قیمت	

☆☆☆☆☆

﴿انتساب﴾

اپنے والدین کے نام جنہوں نے اپنی جوانی، ناموری اور آرام ہمارے بہتر دنیوی واخروی مستقبل کے لئے قربان کردیا۔

رب ارحمھما کما ربیانی صغیرا

گر تو می خواہی مسلمان زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فہرست

تقریظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اصلاحِ معاشرہ وقت کی اہم ضرورت ہے معاشرے میں گھرانہ پہلا اور بنیادی یونٹ ہے جس کی بہتری کے بغیر اصلاح معاشرہ ممکن نہیں ہے۔

انسان جو ظلوماً جھولاً کی صفت سے موصوف ہے اگر اسے محض اپنی عقل کے سپرد کر دیا جائے تو معاشرے میں شیطانیت اور حیوانیت کا غلبہ ہو جائے گا اور انسان کی زندگی اجیرن ہو کے رہ جائے گی۔ لہذا گھر یا گھرانے کو مستحکم بنیادوں پر استوار کرنے اور اسے حقیقی خوشیوں اور مسرتوں سے ہمکنار کرنے کے لئے اسے صرف عقل کے سپرد نہیں کیا جاسکتا۔ انسان کی روحانی اور جبلی صلاحیتوں کو اُجاگر کرنے، انہیں پروان چڑھانے اور حد اعتدال میں رکھنے کے لئے اسے ایسے نظام حیات کی ضرورت ہے جو اسے کفر و شرک کے اندھیروں سے نکالنے کے ساتھ ساتھ معاشرتی بے راہ روی، بے اعتدالی اور بد اخلاقی کے شراروں سے محفوظ کر کے حسن معاشرت، پاکیزگی وطہارت، باحیا، باوفا اور باوقار زندگی گزارنے پر برانگیختہ کرے اور وہ دین اسلام ہے جس کی تمام تر تعلیمات اور آداب واحکامات تا قیامت ہر خاص و عام کے لئے ہر دور میں کتاب وسنت میں موجود ہیں۔

"سورۃ النور" ایسی سورۃ ہے جس کا اکثر حصہ گھریلو زندگی کے متعلق واضح ہدایات و احکامات پر مشتمل ہے یہ سورۃ حدود اللہ، حد زنا، حد قذف، لعان، واقعہ افک، احکام پردہ، استیذان، اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حکومت الٰہیہ کا قیام، فساد فی الارض اور حسن معاشرت وغیرہم جیسے اہم موضوعات پر مبنی ہے۔

اس سورت کا نام "نور" ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس معاشرے کے اندر اس سورت کے احکامات و ہدایات پر پوری طرح عمل کیا جائے گا اس کا ہر گھر حقیقی خوشیوں اور مسرتوں سے جگمگا اٹھے گا۔

نبی مکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے مردوں کو سورۃ المائدہ کی تعلیم دو اور اپنی عورتوں کو سورۃ النور کی تعلیم دو(1)

1۔ علی متقی بن حسام الدین ہندی، کنزل العمال، رقم: 44949، مطبوعۃ موسسۃ الرسالۃ، بیروت

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ سورۃ البقرہ، سورۃ النسا، سورۃ المائدہ، سورۃ الحج اور سورۃ النور کا علم حاصل کرو کیونکہ ان میں فرائض ہیں۔(1)

فاضل نوجوان علامہ حافظ محمد عابد نعمان شامی زید مجدہ نے تفسیر معالم التنزیل سے "سورۃ النور" کا خاص طور پر انتخاب کر کے اس کا ترجمہ اور جدید فقہی مسائل کا حل امت مسلمہ کے لئے تحریر کیا اور اسے زیور طبع سے آراستہ کیا، بندہ نے اس کا لفظ لفظ پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔

فاضل موصوف نے جس صحت لفظی اور وضاحت کے ساتھ اس کا ترجمہ کیا وہ اپنی مثال آپ، عام فہم اور سادہ الفاظ کے چناؤ کے ساتھ ساتھ موضوعات کی سرخیاں اور ان کی لغوی فقہی تعریفات پیش کر کے اسے عوام الناس کے لئے قابل فہم بنا دیا ہے۔ مزید یہ کہ فاضل مترجم نے آخر میں سورت کے مضامین کو سوالاً جواباً تحریر کیا ہے جس سے میں سمجھتا ہوں کہ اس عظیم شاہکار سے ہمارے ابتدائی درجے کے طلباء وطالبات بھی با آسانی فیض یاب ہوں گے۔

دعا ہے اللہ کریم، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل فاضل موصوف کی اس علمی کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اس سے ہر خاص و عام کو مستفید اور مستفیض ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ علامہ عابد نعمان شامی صاحب ان کے رفقائے کار اور معاونین کے لئے باعث خیر و برکت اور دادین میں ذریعہ نجات بنائے اور انھیں پیکر و عمل بنائے۔

آمین!

ابو عتیق علامہ محمد معظم نقشبندی مدظلہ العالی

1۔ حاکم محمد بن عبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، دار الکتب العلمیہ، بیروت

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن، وَالصَّلاۃ وَالسَّلام عَلٰی سیدِالانبیاءِ والمُرسلِین وَعَلیٰ آلہ وَ اَصْحَابہ اَجْمَعِیْن ۔ امابعدُ!

اللہ جل مجدہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک ایسی کتاب نازل فرمائی جو سراپا نور ہے جس کی قندیلیں گل نہیں ہوتیں، یہ ایسا چراغ ہے جس کی لو مدہم نہیں ہوتی، ایسا دریا ہے جس کی گہرائی تک کسی کی رسائی نہیں، یہ سراسر شفا ہے کہ جس کے ہوتے ہوئے روحانی بیماریوں کا کھٹکا نہیں، سراپا حق ہے، جس کے معین و معاون بے سہارا نہیں چھوڑے جاتے، ایمان کا معدن اور مرکز ہے، اس سے علم کے چشمے پھوٹتے اور دریا بہتے ہیں، اس میں عدل کے چمن اور انصاف کے حوض ہیں، یہ کتاب ایسا دریا ہے کہ جسے پانی بھرنے والے ختم نہیں کر سکتے، ایسی منزل ہے جس کی راہ میں کوئی راہ رو بھٹکتا نہیں، ایسا نشان ہے کہ چلنے والے کی نظر سے اوجھل نہیں ہوتا۔

اللہ پاک نے اسے علماء کی تشنگی کے لیے سیرابی، فقہاء کے دلوں کے لیے بہار اور نیکیوں کی راہ گزر کے لیے شاہراہ قرار دیا ہے۔ یہ ایسی دوا ہے جس سے کوئی مرض نہیں رہتا، ایسا نور ہے جس میں تیرگی کا گزر نہیں، جو اس سے وابستہ رہے ان کے لیے پیغامِ امن و محبت ہے، جو اسے حجت بنا کر پیش کرے اس کے لیے فتح و کامرانی ہے، یہ حقیقت شناس کے لیے ایک واضح نشان ہے، جو اس کی ہدایت کو گرہ میں باندھ لے اس کے لیے علم و دانش ہے، یہ کتاب متکلم کے لیے بہترین کلام اور قاضی کے لیے قطعی حکم ہے۔

قارئین محترم! یہ کتاب انسانی زندگی کے جملہ شعبہ جات پر روشنی ڈالتی ہے، اس میں انسانی زندگی کی روحانی، معاشی، اجتماعی، سیاسی، اور معاشرتی امور سے متعلق تعلیمات موجود ہیں، اس میں مواعظ و احکام، اخبار و امثال، انذار و بشارت اور صفات الٰہیہ کا بیان بھی ہے۔ قرآن کی عظمت کے لیے اتنا کافی ہے کہ یہ خالق متعال کا کلام ہے۔ اس کے مقام و منزلت کے لیے اتنا کافی ہے کہ یہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے اور اس کی آیات انسانیت کی ہدایت اور سعادت کی ضمانت دیتی ہیں۔ قرآن ہر زمانے میں، زندگی کے ہر شعبے میں انسانوں کی راہنمائی کرتا اور سعادت کی ضمانت دیتا ہے۔ اس مقدس کتاب کی تفسیری خدمت ہر دور میں

انجام دی جاتی رہی، اس کتابِ لاریب کی آیات کی تشریح و تفہیم پر بے شمار مفسرین نے بہت سی بلند پایا تفاسیر تحریر فرمائیں اور علم تفسیر کا فن جاننے والوں نے اس سے نکلنے والے مضامین پر ان گنت کتب لکھیں۔

قرآن کریم اور اس کے علوم کی ایسے ایسے پہلوؤں سے خدمت اور اس کے الفاظ اور معانی کو محفوظ رکھنے کے لئے ایسی شاندار کاوشیں کیں جس کی نظیر روئے زمین پر کسی دوسری کتاب سے نہیں دی جا سکتی۔

سال قبل مجھے دورانِ تحقیق تفسیر بغوی میں سے سورۃ النور کا ترجمہ وتخریج کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ جس کے بارے میں امام حاکم نے ابووائل سے روایت کیا کہ میں نے اپنے ایک ساتھی کے ساتھ حج کیا اور میرے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی تھے، حضرت ابن عباس سورۃ النور کو پڑھتے اور اس کی تفسیر کرتے تھے، میرے ساتھی نے کہا سبحان اللہ! اس شخص کے منہ سے کیسے جواہر پارے نکل رہے ہیں اگر ترک ان کو سن لیتے تو مسلمان ہو جاتے۔ (1)

مبتدی طلباء، علمائے کرام اور عوام الناس کے لئے اس عظیم الشان سورت کو آسان، عام فہم اور جدید مسائل سے آراستہ کر کے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے۔ آج کے اس مادہ پرستانہ ماحول میں فہم القرآن کے عنوان سے ہم متاع زیست، اولاد و احباب کو باقیات صالحات بنانے کی سعی کرتے ہوئے دو سے تین ماہ میں یہ سورت سبقاً سبقاً پڑھا سکتے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب میں بیانیہ طرزِ تحقیق اپناتے ہوئے قرآن کریم کے متن (TEXT) کے بعد نسبتاً چھوٹے فونٹ میں ترجمہ پھر شانِ نزول اور آیات کی تفسیر کو شامل کرتے ہوئے عصرِ حاضر کے مسائل پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ حتی الامکان کوشش رہی کہ ہر حدیث، روایت، اثر اور اقوالِ صحابہ کا حوالہ دیا جائے۔ اللہ رب العزت معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے اور قرآن کے نور سے ہم سب کے سینوں کو منور فرمائے! آمین! بجاہ النبی الکریم ﷺ

محمد عابد نعمان شامی غفر لہ ولوالدیہ
دارالابرار قرآن اکیڈمی، ابریشم انٹرنیشنل

1۔ سیوطی، جلال الدین، حافظ، الدر المنثور، ج6، ص124، دار الفکر، بیروت

تفسیر کا مفہوم اور تاریخ:

تفسیر عربی زبان کا لفظ ہے جو "فسر" سے مشتق ہے جس کے معنی تشریح و تفصیل کے ہیں، تفسیر میں چونکہ قرآن کریم کے مفہوم کو کھول کر بیان کیا جاتا ہے اس لئے اسے تفسیر کہا جاتا ہے۔علامہ سیوطیؒ نے تفسیر کا مفہوم یوں بیان کیا ہے:

"تفسیر وہ علم ہے جس سے قرآن کریم کا فہم حاصل ہو، اس کے معانی کی وضاحت اور اس کے احکام و حکمتوں کا استنباط کیا جاسکے" (1)

قرآن عزیز عربی زبان میں نازل ہوا اور اولین مخاطب لوگ عربی تھے اس لئے قرآن کریم کے مطالب و معانی کو سمجھنے میں انہیں کسی قسم کی دقت نہ ہوتی تھی تاہم بعض آیات میں اجمال کی وجہ سے یہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کرتے تھے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صرف قرآن کریم کے الفاظ ہی نہیں سکھاتے تھے بلکہ اس کی پوری تفسیر بیان فرمایا کرتے تھے قرآن پاک میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب ہے:

وانزلنا الیك الذکر لتبین للناس ما نزل الیهم (2)

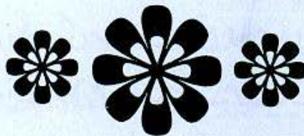
اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن اتارا تاکہ آپ لوگوں کے سامنے وہ باتیں وضاحت سے بیان فرمادیں جو ان کی طرف اتاری گئی ہیں۔ضرورت اس امر کی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات مبارکہ کو سامنے رکھتے ہوئے تفسیر قرآن کو ایک مستقل علم کی صورت میں محفوظ کیا جائے تاکہ امت محمدی کیلئے قرآن پاک کے الفاظ کے ساتھ ساتھ اس کے صحیح معانی و مطالب بھی محفوظ ہوجائیں تفسیر کا سب سے پہلا بیش قیمت سرمایہ وہ تفسیری روایات ہیں جن کو کتب احادیث میں نقل کیا گیا ہے۔صحابہ کرام قرآن کریم کی وہی تفسیر کرتے جو بالواسطہ یا بلاواسطہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی تھی یا جس آیت کا سبب نزول انہوں نے خود ملاحظہ کیا ہوتا۔عہد صحابہ کے بعد عہد تابعین میں بڑے بڑے نامور

1۔زرکشی، محمد بن عبداللہ بدرالدین، البرہان فی علوم القرآن، بیروت دارالفکر، ن۔س، ج:1 ص ۱۳
2۔النحل:4

مفسرین پیدا ہوئے جنہوں نے فن تفسیر صحابہ کرام سے سیکھا اس دور میں قرآن کریم کی تفسیر میں اقوال صحابہ کے ساتھ ساتھ تابعین کے اقوال بھی شامل ہوئے۔ امام سیوطی نے ''الاتقان فی علوم القرآن'' میں قرآن کے مشکل الفاظ کی تفسیر وتشریح کیلئے تین تفاسیر کا ذکر فرمایا ہے: ''قرآن مجید کے مشکل الفاظ کی بہترین تفسیر وہ ہے جو حضرت عبداللہ بن عباس سے ابن ابی طلحہ نے روایت کی ہے امام بخاری نے اسی پر اعتماد کر کے صحیح بخاری میں ایک الگ باب کا عنوان قائم کرتے ہوئے ذکر کیا ہے''(1)

اس کے بعد مفسرین کی ایک بہت بڑی جماعت دکھائی دیتی ہے جنہوں نے اپنی تمام کوششیں قرآن مجید کی تفسیر کے لئے صرف کر دیں اور ہر مفسر نے اپنے ذوق کے مطابق قرآن کے مختلف پہلوؤں پر کام کیا جس سے فقہی ،ادبی ،نحوی، فلسفی، منطقی اور اشاری تفاسیر منظر عام پر آئیں۔

اس دور میں ابو محمد، حسین بن مسعود الفراء نے ''تفسیر معالم التنزیل'' تالیف کی۔ یہ تفسیر پانچویں صدی ہجری میں لکھی گئی۔ یہ تفسیر صحیح اقوال کی جامع ،احادیث نبویہ سے آراستہ اور احکام شرعیہ سے مزین ہے اس میں سابقہ زمانے کے عجیب وغریب واقعات درج ہیں۔ اس کی عبارت سہل اور حسن و جمال کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہے اس میں آیات سے متعلق احادیث اور آثار نقل کرنے میں صحت اسانید اور طرق کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ چونکہ آپ کا لقب محی السنہ ہے اور آپ بہت بڑے محدث ہیں اس لئے آپ کی نقل کردہ روایت پر اعتماد کیا جا سکتا ہے کہ اکثر مفسرین نے بغوی کو بطور ماخذ لیا ہے۔



1۔ سیوطی، جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر، الاتقان فی علوم القرآن، الھیئۃ المصریہ العامۃ للکتاب ،۱۳۹۴ھ

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیم

سورۃ النور مدنیة

سورۃ النور مدنی ہے اس میں چونسٹھ آیات ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُورَةٌ اَنزَلنٰهَا وَ فَرَضنٰهَا وَ اَنزَلنَا فِيهَا اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُم تَذَكَّرُونَ ﴿1﴾ اَلزَّانِيَةُ
وَالزَّانِي فَاجلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنهُمَا مِائَةَ جَلدَةٍ وَّ لَا تَاخُذكُم بِهِمَا رَافَةٌ فِي دِينِ اللّٰهِ
اِن كُنتُم تُؤمِنُونَ بِاللّٰهِ وَاليَومِ الاٰخِرِ وَليَشهَد عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ المُؤمِنِينَ ﴿2﴾
اَلزَّانِي لَا يَنكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَو مُشرِكَةً وَّ الزَّانِيَةُ لَا يَنكِحُهَا اِلَّا زَانٍ اَو مُشرِكٌ وَحُرِّمَ
ذٰلِكَ عَلَى المُؤمِنِينَ وَالَّذِينَ يَرمُونَ المُحصَنٰتِ ثُمَّ لَم يَاتُوا بِاَربَعَةِ شُهَدَآءَ
فَاجلِدُوهُم ثَمٰنِينَ جَلدَةً وَّ لَا تَقبَلُوا لَهُم شَهَادَةً اَبَدًا وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الفٰسِقُونَ ﴿4﴾
اِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن بَعدِ ذٰلِكَ وَاَصلَحُوا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿5﴾

1 سے 5 تک آیات کا ترجمہ وتفسیر:

﴿1﴾ (یہ) ایک (عظیم) سورت ہے جسے ہم نے اتارا ہے اور ہم نے اس (کے احکام) کو فرض کر دیا ہے اور ہم نے اس میں واضح آیتیں نازل فرمائی ہیں تا کہ تم نصیحت حاصل کرو ﴿2﴾ بدکار عورت اور بدکار مرد (اگر غیر شادی شدہ ہوں) تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو (شرائط حد کے ساتھ جرمِ زنا کے ثابت ہو جانے پر) سو (سو) کوڑے مارو (جبکہ شادی شدہ مرد وعورت کی بدکاری پر سزا رجم ہے اور یہ سزائے موت ہے) اور تمہیں ان دونوں پر اللہ کے دین (کے حکم کے اجراء) میں ذرا ترس نہیں آنا چاہئے اگر تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، اور چاہئے کہ ان دونوں کی سزا (کے موقع) پر مسلمانوں کی (ایک اچھی خاصی) جماعت موجود ہو بدکار مرد سوائے بدکار عورت یا مشرک عورت کے (کسی پاکیزہ عورت سے) نکاح (کرنا پسند) نہیں کرتا اور بدکار عورت سے (بھی) سوائے بدکار مرد یا مشرک کے کوئی (صالح شخص) نکاح (کرنا پسند) نہیں کرتا، اور یہ (فعلِ زنا) مسلمانوں پر حرام کر دیا گیا ہے ﴿4﴾ اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر (بدکاری کی) تہمت لگائیں پھر چار گواہ پیش نہ کر

سکیں توتم انہیں (سزائے قذف کے طور پر) اسّی کوڑے لگاؤ اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو، اور یہی لوگ بدکردار ہیں ﴿5﴾ سوائے ان کے جنہوں نے اس (تہمت لگنے) کے بعد توبہ کر لی اور (اپنی) اصلاح کر لی، تو بیشک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے (ان کا شمار فاسقوں میں نہیں ہوگا مگر اس سے حدِ قذف معاف نہیں ہوگی)

(سُورَۃ) یہ سورت (اَنزَلنٰھَا وَ فَرَضنٰھَا) اسے ہم نے اتارا اور اس کے احکام کو فرض کر دیا۔ ابن کثیر نے را مشدد کے ساتھ جبکہ دیگر قراء نے فرضناھا میں تخفیف کی ہے (1)

حدود اللہ:

حدود اللہ کی تعریف:

(شریعت الٰہیہ میں جن جرائم کی سزا قرآن حکیم یا سنت نبوی میں بیان کی گئی ہے ان جرائم کو "حدود اللہ" کہا جاتا ہے۔ حَد کے اصل معنی روکنے اور باز رکھنے کے ہیں اور ان سزاؤں کا نام "حدود" اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہ ان جرائم کے مرتکب اور دوسرے لوگوں کو بھی ان جرائم کے ارتکاب سے روکتی ہیں۔ جن کی سزا یہ حدود ہیں اس طرح فقہی اصطلاح میں حدود وہ مقرر سزائیں ہیں جو بطور حق الٰہی واجب ہیں۔ یعنی عقوبۃ مقدرۃ تجب حقاً للّٰہ پھر حدود ناقابل معافی اور ناقابل مصالحت جرم ہے جو تمام لوگوں پر یکساں نافذ ہونگی۔

حدود کے درج ذیل سات جرائم ہیں۔ (1۔ حد زنا 2۔ حد قذف 3۔ حد خمر 4۔ حد سرقہ 5۔ حد حرابہ 6۔ حد ارتداد 7۔ حد بغاوت) یعنی اس سورت کے اندر جو احکام ہیں وہ ہم نے تم پر واجب کر دیے اور ان پر عمل کرنا تم پر لازم کر دیا ہے۔ علماء نے کہا اس کا معنی ہے کہ ہم نے اس میں حدود کو مقدر فرمایا ہے۔ فرض کا معنی تقدیر ہے اللہ رب العزت نے فرمایا: فنصف مافرضتم (2)

یعنی نصف ہے اس کا جو تم نے مقدر کیا ہے۔ فرضنا کو تخفیف کے ساتھ پڑھنے پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

1۔ ابوعلی الحسن بن احمد الفارسی النحوی، الحجۃ فی علل القراءات السبع، ج4، ص42، دار الکتب العلمیہ، بیروت

2۔ البقرۃ: 237

ان الذی فرض علیک القران (1)

بہرحال اگر فرضنا کوتشدید کے ساتھ پڑھیں تو اس کا معنی ہوگا ہم نے ان احکام کو تفصیل اور وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا۔ بعض نے کہا کہ فرضنا مشدد ہو پھر بھی یہ اس فرض کے معنی میں ہے جو ایجاب کے معنی میں آتا ہے اور مشدد پڑھنا اس وجہ سے ہوگا کہ اس سورت میں جو فرائض ہیں وہ زیادہ ہیں معنی ہوگا یہ احکام ہم نے تم پر اور تمہارے بعد قیامت تک آنے والے لوگوں پر واجب کر دیئے۔

(وَ اَنزَ لنَا فِیهَا اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ) واضح آیات (لَعَلَّکُم تَذَ کَّرُ و نَ) تا کہ تم نصیحت حاصل کرو

تعریفِ زنا اور حدزنا:

(زنا سے مراد یہ ہے کہ ایک بالغ مرد اور ایک بالغ عورت شرعی نکاح اور قانونی تعلق کے بغیر ایک دوسرے کے ساتھ با قاعدہ جنسی تعلق قائم کریں۔ اس میں فریقین کی رضا مندی شامل ہو اور دونوں عاقل بالغ ہوں اور اس میں جبر و اکراہ کارفرما نہ ہو)

اب فرمانِ خداوندی ملاحظہ فرمائیں:

(اَلزَّانِیَۃُ وَ الزَّانِی فَاجلِدُوا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنھُمَا مِائَۃَ جَلدَۃٍ) جب زنا کرنے والی عورت اور مرد، آزاد، بالغ، عاقل غیر شادی شدہ ہوں تو تم ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو! جب کوئی کسی کے جسم پر کوڑے مارے تو عرب کہتے ہیں ضرب جِلدَہ اور جب کوئی کسی کو سر اور پیٹ پر ضرب مارے تو کہتے ہیں۔

ضَرب راسہٗ و بطنہ یہاں لفظ جِلد ذکر فرمایا تا کہ اس طرح اسے کوڑے نہ لگائے جائیں کہ چمڑی ادھڑ کر گوشت تک پہنچ جائے۔

حدیث پاک میں یہ بھی وارد ہے کہ سو کوڑے لگائے جائیں اور ایک سال جلا وطن کیا جائے اکثر علماء کا بھی یہی مذہب ہے اور اگر زانی شادی شدہ ہو تو اس کو رجم کیا جائے گا۔

(وَ لَا تَاخذ کُم بِھِمَا رَافَۃٌ) رافۃ کا معنی نرمی اور رقتِ قلب ہے۔

1۔ القصص:85

ابن کثیر نے ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ رَأَفَة پڑھا ہے(1)

حد زنا میں عورت کے ذکر کو مقدم کرنے کی توجیہ:

قرآن مجید میں احکام بیان کرنے کا عام اسلوب یہ ہے کہ صرف مردوں پر کسی حکم کو فرض کیا جاتا ہے اور عورتیں اس حکم میں بالتبع داخل ہوتی ہیں لیکن اس آیت میں زنا کرنے والی عورتوں اور مردوں دونوں کا ذکر کیا گیا ہے نہ صرف یہ بلکہ عورتوں کے ذکر کو مقدم کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل میں زنا کا محرک عورت ہوتی ہے۔عورت سے جنسی لذت حاصل کرنے کے لئے مرد فعل زنا کا مرتکب ہوتا ہے اور

السارق والسارقة فاقطعو ایدیھما(2)

"چور مرد اور چور عورت کے ہاتھوں کو کاٹ دو"

اس آیت میں چور مرد کا ذکر چور عورت سے پہلے فرمایا ہے کیونکہ اکثر و بیشتر اس فعل کا صدور مرد سے ہوتا ہے۔

روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک زانیہ عورت پر حد جاری کی اور جلاد سے کہا کہ اس کے پیٹ اور دونوں پاؤں پر کوڑے لگاؤ! آپ کے بیٹے نے عرض کیا لا تاخذ کم بھما رافة فی دین اللہ اس پر آپ نے فرمایا اے میرے بیٹے! مجھے اس کے قتل کرنے کا حکم نہیں دیا گیا پھر اس عورت کو تکلیف زدہ کوڑے مارے گئے(3)

کوڑے مارنے کے متعلق فقہی احکام:

اس پر اجماع ہے کہ جس چیز کے ساتھ کوڑے لگائے جائیں گے، وہ چابک ہو یا درخت کی شاخ اور وہ چابک یا شاخ متوسط ہو اور نہ بہت سخت نہ بہت نرم ہو۔فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جس شخص پر کوڑے لگائے جائیں اس کے کپڑے اتارے جائیں یا

1۔الحجۃ فی علل القراءات السبع، ج4، ص42

2۔المائدۃ:38

3۔ابن عادل، ابوحفص عمر بن علی، اللباب فی علوم الکتاب، ج4، ص284، دار الکتب العلمیہ، بیروت

نہیں، امام مالک اور امام ابو حنیفہ نے یہ کہا کہ اس کے کپڑے اور عورت کے کپڑے نہ اتارے جائیں البتہ وہ کپڑے اتار دیے جائیں جو ضرب سے بچاتے ہوں۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا اس امت میں کسی کے کپڑے اتارنا جائز نہیں ہے ثوری کا بھی یہی قول ہے۔

کوڑوں کے ساتھ ایسی ضرب لگائی جائے جس سے چوٹ لگے، درد ہو لیکن زخم نہ آئے۔ علماء کا آیت کے معنی میں اختلاف ہے بعض نے کہا اس کا معنی ہے کہ تم ان سے نرمی نہ کرو ایسا نہ ہو کہ تم حدود کو معطل کر دو اور ان پر عمل کرنا چھوڑ دو! مجاہد، عکرمہ، عطاء، سعید بن جبیر، نخعی اور شعبی کا یہی قول ہے۔ ایک جماعت نے کہا اس کا معنی ہے کہ تم ان پر نرمی نہ کرو ایسا نہ ہو کہ تم مارنے میں تخفیف کرو بلکہ ان کو درد والی مار پہنچاؤ! سعید بن مسیب اور حسن کا یہی قول ہے۔ زھری نے اس کا معنی بیان کیا ہے کہ زنا اور زنا کی تہمت کے حد میں سختی کی جائے اور شراب پینے کی حد میں کمی کی جائے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ حد زنا میں سختی کی جائے اور تہمت زنا اور شراب کی حد میں کمی کی جائے (1)

(فِی دِینِ اللهِ) اللہ تعالیٰ کے حکم میں (اِن کُنتُم تُؤمِنُونَ بِاللهِ وَ الیَومِ الاٰخِرِ) یعنی جب اللہ تعالیٰ کا حکم آجائے تو مومن نرمی نہیں کرتا۔ (وَ لیَشهَد) چاہیے۔ کہ حاضر ہو (عَذَابَهُمَا) ان دونوں پر حد قائم کرنے کے وقت (طَآئِفَةٌ) جماعت (مِّنَ المُؤمِنِینَ) مجاہد اور نخعی نے کہا کہ طائفۃ سے مراد ہے کم از کم ایک مرد یا اس سے زیادہ عکرمہ اور عطاء نے کہا ہے کہ طائفۃ سے مراد دو آدمی یا اس سے زیادہ زھری اور قتادہ نے کہا کہ طائفۃ سے مراد تین آدمی یا اس سے زیادہ مالک اور ابن زید نے کہا کہ طائفۃ سے مراد زنا کے گواہوں کے برابر چار آدمیوں کا ہونا ضروری ہے (2)

(اَلزَّانِی لَا یَنکِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَو مُشرِکَةً وَ الزَّانِیَةُ لَا یَنکِحُهَا اِلَّا زَانٍ اَو مُشرِکٌ وَ حُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَی المُؤمِنِینَ) اہل علم نے اس آیت کے معنی اور حکم میں اختلاف کیا

1۔ ثعلبی، احمد بن محمد، الکشف والبیان عن تفسیر القرآن، ج7، ص64، دار احیا التراث العربی، بیروت

2۔ الکشف والبیان، ج7، ص64

ہے۔بعض نے کہا کہ جب مہاجرین مدینہ طیبہ پہنچے تو بعض ان میں سے نادار تھے ان کے پاس مال ومویشی نہ تھے اور مدینہ طیبہ میں کچھ ایسی عورتیں تھیں جو بدکاری کا پیشہ اپنائے ہوئے تھیں اور اس وقت وہ آسودہ حال تھیں۔

بعض فقراء مہاجرین نے ان سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا تا کہ وہ اپنے مال سے ان پر خرچ کریں۔جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشورہ طلب کیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔اللہ تعالیٰ نے مومنین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ بدکار عورتوں سے نکاح کریں کیونکہ وہ مشرکہ ہیں یہ قول عطاء بن ابی رباح،مجاہد،قتادہ،زہری اور شعبی کا ہے۔العوفی کی روایت میں جناب ابن عباس سے بھی یہی مروی ہے۔

عکرمہ نے فرمایا یہ آیت مکہ اور مدینہ کی خواتین کے متعلق نازل ہوئی ان عورتوں میں سے سات عورتیں ایسی تھیں جن کے مکانوں کے اوپر سالوتری کے جھنڈوں کی طرح جھنڈے گاڑے ہوئے تھے۔

جن کے ساتھ ان کی پہچان ہوتی تھی ان عورتوں میں ایک ام مہزول تھی جو سائب بن ابی السائب مخزومی کی لونڈی تھی۔زمانہ جاہلیت میں مرد زانیہ عورت سے شادی کر لیتا اور پھر اسکی کمائی سے کھاتا تھا مسلمانوں نے بھی اسی نسبت سے ان عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کا ارادہ کیا۔

مسلمانوں میں سے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ام مہزول کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت طلب کی جبکہ ام مہزول نے اس مسلمان پر خرچ کرنے کی شرط بھی قبول کر لی تھی تو اس وقت اللہ پاک نے یہ آیت نازل فرمائی(1)

زانی اور زانیہ سے نکاح کا حکم:

عمرو بن شعیب سے ایک حدیث مروی ہے کہ حضرت مرثد مکہ سے مسلمان قیدیوں کو نکال کر مدینہ طیبہ پہنچاتے تھے مکہ میں ایک بدکار عورت تھی جس کا

---

1 ۔اللباب فی علوم الکتاب،ج14،ص286

نام عناق تھا جس کے مرثد کے ساتھ زمانہ جاہلیت میں تعلقات تھے جب مرثد مکہ آئے تو اس نے آپ کو زنا کی دعوت دی مرثد نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ نے زنا کو حرام کر دیا ہے وہ کہنے لگی پھر میرے ساتھ نکاح کر لو آپ نے فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھوں گا۔ فرماتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا میں عناق سے نکاح کر لوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے کوئی جواب نہیں دیا یہاں تک کہ الزانیة لاینکحھا آیت نازل ہوئی فرماتے ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بلایا اور یہ آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا تو اس کے ساتھ نکاح نہ کر!(1)

ان علماء کے قول کے مطابق تحریم فقط زمانہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لوگوں کے ساتھ خاص ہوگی تمام لوگوں کے لیے نہیں ہوگی۔ بعض علماء نے کہا کہ یہاں نکاح سے مراد جماع ہے۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ زانی صرف زانیہ یا مشرکہ سے زنا کرتا ہے اور زانیہ صرف زانی یا مشرک سے زنا کرتی ہے یہ سعید بن جبیر اور ضحاک بن مزاحم کا قول ہے اور والبی نے جناب ابن عباس سے بھی یہی روایت کی ہے۔ یزید بن ہارون اس کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں زانی اگر حلال سمجھ کر نکاح کرے گا تو وہ مشرک ہوگا اور اگر حرام سمجھ کر نکاح کرے گا تو وہ زانی ہوگا۔

حضرت ابن مسعود زانیہ کے نکاح کو حرام کہتے تھے فرماتے جب زانی زانیہ سے نکاح کرے تو وہ ہمیشہ زنا کرتے رہیں گے حسن نے کہا کہ وہ زانی جن کو کوڑے لگائے گئے ہوں وہ اس زانیہ سے نکاح کرے جس کو کوڑے لگائے گئے ہوں اور زانیہ مجلودہ بھی صرف زانی مجلود سے نکاح کر سکتی ہے۔

حکم کی منسوخی:

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ اور علماء کرام کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ آیت کا حکم منسوخ ہے اور زانیہ کا نکاح اس آیت کی وجہ سے حرام تھا پھر یہ حکم اس آیت کریمہ

1۔ الکشف والبیان، ج7، ص66

مقدسہ:وانکحوا الایامی(1)

کے ارشاد سے منسوخ ہوگیا اور زانیہ بھی مسلمان ایامی میں داخل ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری بیوی کسی چھونے والے کے ہاتھ کو دور نہیں کرتی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسے طلاق دے دے! اس نے عرض کی آقا! میں اس سے محبت کرتا ہوں، وہ بہت خوبصورت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر اس سے فائدہ اُٹھاتے رہو۔ ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر اسے روک لو!(2)

روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک مرد اور عورت کو زنا کی سزا دی پھر ان دونوں (مرد اور عورت) کو جمع کرنے کا ارادہ کیا تو مرد نے انکار کر دیا(3)

ہم جنس پرستی:

مردوں کا مردوں یا عورتوں کا عورتوں سے جنسی لذت حاصل کرنا حرام ہے۔

بحیرہ مردار کے جنوبی حصے میں سدوم اور عمورہ کا علاقہ ہے۔ جب حضرت لوط علیہ السلام اس علاقے میں آباد تھے تو یہ علاقہ دور دور تک سرسبز و شاداب تھا۔ لیکن یہاں آباد قوم بدکاری سمیت ہم جنس پرستی کے مرض میں مبتلا تھی۔ سیدنا لوط علیہ السلام نے لوگوں کو اس بدکاری سے روکا لیکن اس بدبخت قوم نے اللہ کے نبی پر ایمان لانے سے نہ صرف انکار کیا بلکہ اپنی برائی پر قائم رہے۔ جس کے باعث قوم لوط پر اللہ کا عذاب آیا۔

قرآن مجید کے مطابق انھیں دہکتے پتھروں کی بارش برسا کر ہلاک کر دیا گیا تھا۔

لواطت کا جرم سب جرائم سے بڑا اور سب گناہوں سے بڑھ کر قبیح گناہ ہے، اس کے مرتکب افراد کو اللہ تعالیٰ نے وہ سزا دی ہے جو کسی اور امت کو نہیں دی اور یہ جرم فطرتی

1۔ النور:32

2۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث بجستانی، سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب، النہی عن تزویج... رقم:2049

3۔ اللباب فی علوم الکتاب، ج14، ص288

گراوٹ، بصیرت کے اندھے پن، عقلی کمزوری اور قلت دین پر دلالت کرتا ہے۔ یہ ذلت وپستی کی علامت، اور محرومی کا زینہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے ہم عافیت ومعافی طلب کرتے ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

اور جب لوط (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا کیا تم ایسی فحاشی کرتے ہو جو تم سے قبل کسی نے بھی نہیں کی، تم عورتوں کی بجائے مردوں سے شہوت والے کام کرتے ہو، بلکہ تم تو حد سے بڑھی ہوئی قوم ہو، قوم کا جواب تھا کہ اسے تم اپنی بستی سے نکال باہر کرو یہ پاکباز لوگ بنے پھرتے ہیں، تو ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی، مگر اس کی بیوی پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔ اور ہم نے ان پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسائی، تو آپ دیکھیں کہ مجرموں کا انجام کیسا ہوا (1)

ترمذی ابوداود اور ابن ماجہ میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم جسے قوم لوط والا عمل کرتے ہوئے پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو" (2)

اور مسند احمد میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

" قوم لوط جیسا عمل کرنے والے پر اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے، اللہ تعال اس شخص پر لعنت فرمائے جو قوم لوط والا عمل کرتا ہے، یہ تین بار فرمایا " (3)

اور صحابہ کرام کا لوطی عمل کرنے والے کو قتل کرنے پر اجماع ہے لیکن اسے قتل کرنے کے طریقے میں اختلاف ہے۔

اس کی سزا کے متعلق بھی علماء کرام میں علمی اختلاف ہے کہ آیا ہم جنس پرستی کی سزا زنا سے بڑی ہے یا زنا کی سزا بڑی ہے، یا دونوں کی سزا برابر ہے۔

1۔ الاعراف:80-84

2۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، سنن ترمذی، رقم:1456، دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض

3۔ (مسند احمد، حدیث:2915، مسند احمد کی تحقیق میں شعیب الارناؤط نے اسے حسن قرار دیا ہے)

حضرت ابوبکر صدیق اور مولا علی بن ابی طالب، حضرت خالد بن ولید، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اور امام مالک، اسحاق بن راہویہ، اور امام احمد اصح ترین روایت میں جبکہ امام شافعی اپنے ایک قول میں اس طرف گئے ہیں کہ اس کی سزا زنا سے زیادہ سخت ہے اور ہر حالت میں اس کی سزا قتل ہے، چاہے شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ"۔

خرابیوں اور فساد میں لواطت سے بڑھ کر کوئی خرابی اور فساد نہیں جو کفر کی خرابی سے ملتی ہو۔

بدفعلی کیے جانے والے شخص کے لیے بہتر ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے، کیونکہ جب کوئی شخص اس کے ساتھ بدفعلی کرتا ہے تو اسے وہ ایسا قتل کرتا ہے جس کے ساتھ زندگی کی امید ہی نہیں کی جاسکتی، بخلاف اس شخص کے جسے وہ قتل کر دے تو وہ مظلوم اور شہید ہوتا ہے، اس کی دلیل (یعنی لواطت قتل سے بھی بڑی خرابی اور فساد ہے) یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قاتل کی حد کو مقتول کے ولی کے اختیار میں رکھا ہے چاہے تو وہ اسے معاف کر دے، چاہے تو اس سے قصاص لے، لیکن لواطت کی حد کو حتمی طور پر قتل ہی قرار دیا ہے، جیسا کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کا اس پر اجماع ہے، سنت نبویہ بھی اس کی صراحت کرتی ہے اور اس کا کوئی بھی مخالف نہیں۔

صحیح روایت میں ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرب کے ایک علاقے میں دیکھا کہ ایک مرد کے ساتھ وہی کچھ کیا جاتا ہے جس طرح عورت کے ساتھ، تو انہوں نے خلیفہ وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خط لکھا، چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق نے صحابہ کرام سے مشورہ لیا تو اس کے متعلق زیادہ شدید قول علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا تھا وہ فرمانے لگے: ایسا فعل صرف ایک اُمت نے کیا تھا اور آپ کو علم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا میری رائے ہے کہ انہیں آگ میں جلا کر راکھ کر دیا جائے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کے قول کے موافق فیصلہ سنایا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ بستی اور شہر میں سب سے اونچی عمارت دیکھ کر لواطت کرنے والے شخص کو اس سے گرا کر اوپر سے پتھر برسائے جائینگے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس حد کو قوم لوط کے عذاب سے اخذ کیا ہے۔

جناب عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جسے تم قوم لوط والا عمل کرتے ہوئے پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کردو۔

اسے اہل سنن نے روایت کیا اور ابن حبان وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے، امام احمد رحمۃ اللہ نے اس حدیث سے حجت اور دلیل پکڑی ہے وہ کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ قوم لوط جیسا عمل کرنے والے پر لعنت کرے، اللہ تعالیٰ قوم لوط جیسا عمل کرنے والا پر لعنت کرے اللہ تعالیٰ قوم لوط جیسا عمل کرنے والا پر لعنت کرے!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی ایک ہی حدیث میں زانی پر تین بار لعنت نہیں آئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبیرہ گناہوں کے مرتکب پر لعنت تو کی ہے لیکن ایک بار سے زیادہ بار پر تجاوز نہیں کیا جبکہ لواطت کے متعلق تین بار تکرار کے ساتھ لعنت کی ہے۔

اور پھر صحابہ کرام نے اس کے قتل پر عمل بھی کیا اور اس میں کسی بھی دو صحابیوں کا اختلاف نہیں بلکہ اس کو قتل کرنے کے طریقہ کار میں ان کا اختلاف پایا جاتا ہے۔

لواطت کے متعلق فرمان باری تعالیٰ ہے تو کیا تم ایسا فحش کام کرتے ہو جو تم سے قبل جہاں والوں میں سے کسی نے بھی نہیں کیا۔

غور و فکر اور تامل کریں تو آپ کے سامنے دونوں کے مابین فرق واضح ہو جائیگا کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے زنا کو نکرہ ذکر کیا ہے یعنی وہ فحش کاموں میں سے ایک فحش کام ہے اور اسے لواطت میں معرفۃ ذکر کیا ہے جو فحاشی کے تمام معانی کو اپنے اندر جمع کرنے کا فائدہ دے رہا ہے۔

صحابہ کرام اس بات پر متفق ہیں کہ اوپر اور نیچے والے دونوں کو ہی قتل کر دیا جائیگا چاہے وہ

شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ کیونکہ اہل سنن نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

" جسے بھی تم قوم لوط والا عمل کرتے ہوئے پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کردو۔

اور ابوداؤد نے کنوارے لواطت کرنے والے شخص کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے ہے کہ اسے رجم کیا جائے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ انہیں گندی اور بدبودار جگہ پر قید کیا جائے حتی کہ وہ مر جائیں جبکہ بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کو رجم کیا تھا، اور قوم لوط سے مشابہت میں زانی کو رجم کرنا مشروع کیا ہے، اس لیے دونوں کو ہی رجم کیا جائیگا چاہے وہ آزاد ہوں یا غلام یا ان میں سے ایک غلام اور دوسرا آزاد ہو۔ جب دونوں بالغ ہوں تو انہیں رجم کیا جائیگا اور اگر ان میں سے کوئی ایک نابالغ ہو تو اسے قتل سے کم سزا دی جائیگی اور صرف بالغ کو ہی رجم کیا جائیگا۔

(نوٹ: اسلامی حدود کی جملہ سزاؤں کا اختیار فقط قاضیِ وقت کے پاس ہے)

جس کے ساتھ لواطت کی جائے وہ بھی فاعل کی طرح ہی ہے کیونکہ وہ دونوں فحش کام میں شریک ہوئے تو اس کے لئے ان کی سزا قتل ہے جیسا کہ حدیث شریف میں بھی وارد ہے لیکن اس سے دو صورتیں مستثنیٰ ہیں:۔

پہلی صورت:

جسے زدوکوب کر کے یا قتل وغیرہ کی دھمکی دے کر لواطت کرنے پر مجبور کیا گیا تو اس پر کوئی حد نہیں شرح منتھی الارادات میں درج ہے" جس شخص کے ساتھ زبردستی قتل کی دھمکی دے کر یا زدوکوب کر کے لواطت کی گئی ہے تو اس پر کوئی حد نہیں"

دوسری صورت:

جس کے ساتھ لواطت کی گئی ہے وہ چھوٹا بچہ ہے اور ابھی بالغ نہیں ہوا تو اس پر کوئی حد نہیں لیکن اسے تعزیر لگائی جائیگی، ادب سکھایا جائیگا جس سے اس عمل کو روکنے میں مدد ملے۔

ابن قدامہ نے "المغنی" میں نقل کیا ہے کہ مجنون اور بچہ جو بالغ نہیں ہوا اسے حد نہ لگانے

میں علماء کرام کا کوئی اختلاف نہیں۔(1)

عورتوں کا عورتوں سے بدفعلی کرنا:

کنزالعمال میں حدیث شریف ہے،قوم لوط پر دس بری خصلتوں کی وجہ سے عذاب آیا تھا میری امت ان کے علاوہ ایک اور خصلت میں مبتلا ہوگی ،وہ مرد مرد کے ساتھ ہم جنس پرستی کرتے تھے اوراس امت کی عورتیں عورتوں کے ساتھ جنسی خواہشات پوری کرینگی۔

جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ اور مستدرک علی الصحیحین میں روایت ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ روای ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشادفرمایا: مجھے اپنی امت پرسب سے زیادہ جس چیز کا خوف ہے وہ قوم لوط کا عمل ہے۔

المعجم الکبیر اور مجمع الزوائد میں حدیث مبارک ہے: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: اور جب قوم لوط کا عمل کرنے والے زیادہ ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اپنا دست رحمت مخلوق سے اٹھالے گا پھر اللہ کو کوئی پرواہ نہیں ہوگی کہ وہ لوگ کس وادی میں ہلاک ہوتے ہیں۔

المعجم الاوسط، شعب الایمان، اور مجمع الزوائد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: چار شخص ایسے ہیں جو اللہ تعالی کے غضب میں صبح وشام کرتے ہیں جن میں سے ایک وہ ایسے مرد ہیں، جو مردوں سے اپنی جنسی خواہش کی تکمیل کرتے ہیں۔

جامع ترمذی، اور صحیح ابن حبان میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشادفرمایا: اللہ تعالی اس شخص کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا جو مرد سے جنسی خواہش پوری کرے یا عورت سے لواطت کرے۔

(شریعتِ اسلامیہ میں زوجہ سے لواطت کرنا بھی گناہ ہے لیکن اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی جیسا کہ بعض لوگوں کا گمان ہے)

1۔ابن قدامہ، موفق الدین عبداللہ بن احمد، المغنی، 62/9، مطبوعہ دارالفکر، بیروت

المختصر ائمہ فقہ امام شافعی، امام مالک، اور امام احمد اور اسحاق رحمہم اللہ تعالی کا کہنا ہے کہ انھیں رجم کی حد لگائی جائے گی چاہے وہ شادی شدہ یا کنوارہ ہو۔ یاد رہے کہ بعض اوقات اللہ تعالی اپنے بندوں کو سختیوں میں مبتلا کر کے ان کے ایمان کو آزماتا ہے، ان کے گناہ معاف کرتا ہے اور ان کے درجات بلند کرتا ہے لیکن اللہ کسی بندے کو گناہ پر مجبور کر کے اسے عذاب نہیں دیتا۔ یہ اللہ تعالی کے عدل کے خلاف ہے۔ مخلوق اپنی مرضی اور اختیار سے گناہ کرتی ہے اور سزا کی مستحق ٹھہرتی ہے۔

آج مغربی ممالک میں ایک اقلیتی گروہ اس بدفعلی کی حمایت میں سرگرم ہے۔ ہم جنس پرستوں کے حامی اپنے غلیظ پروپیگنڈا کے تحت بائیوکیمسٹری کے کچھ تصورات کو غلط انداز میں پیش کر رہے ہیں۔

ہم جنس پرستوں کا دعوی ہے کہ انسان کے جسم و دماغ میں کچھ ایسے کیمیکلز ہیں جن کے باعث اس کا فطری میلان صنف مخالف کی بجائے اپنی ہی صنف کی طرف ہو جاتا ہے۔ یہ میلان ان کے ڈی این اے میں بھی پایا جاتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ بدکاری اختیاری نہیں ہوتی اس لیے معاشرے کو ہم جنس پرستوں کو قبول کر لینا چاہیے۔ ہم کہتے ہیں کہ بالفرض تمہاری بات درست مان لیں پھر بھی معاشرے کو برے اثرات سے محفوظ رکھنے کیلئے ہم جنس پرستوں میں پائے جانے والے کیمیکلز کا علاج کیا جانا چاہئے۔

جینز اور ڈی این اے کا مفروضہ ایک غیر ثابت شدہ پروپیگنڈہ ہے۔ تحقیقات کے مطابق لوگ کم عمری میں بری صحبتوں کا شکار ہو کر اس گناہ کے عادی ہو جاتے ہیں۔ عمر کے ساتھ ساتھ یہ عادت پختہ ہو جاتی ہے۔ کسی اچھے ماہر نفسیات بالخصوص ہپناٹسٹ یا پھر اچھے سائیکاٹرسٹ اور ولیِ کامل کی صحبت اور مدد سے ان عادات سے نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔

تہمت زنا اور اس کی سزا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتوا باربعة شهداء فا

جلدو ھم ثمانین جلدۃ)

دمی سے مراد زنا کی تہمت لگانا ہے جو شخص بھی کسی پاکدامن مرد یا عورت کو زنا کی تہمت لگا ئے اوراس کو کہہ دے تونے زنا کیا یا کہہ دے اے زانی! اگر تو تہمت لگانے والا آزاد ہوتو اس کو اسی (80) کوڑے لگائے جائیں گے اور اگر غلام ہوتو اس کو چالیس (40) کوڑے لگائے جائیں گے اور جس کو تہمت لگائی اگر وہ پاکدامن نہ ہوتو پھر تہمت لگانے والے پر تعزیر ہے۔

احصان اوراس کا مفہوم:

(احصان سے مراد اخلاقی قلعہ بندی ہے اور اس کی تکمیل علاوہ عقل و بلوغ کے تین حصاروں پر ہوتی ہے اولین حصار یہ ہے کہ آدمی خدا پر ایمان رکھتا ہو دوسرا حصار یہ ہے کہ وہ معاشرے کا آزاد فرد ہو تیسرا حصار یہ ہے کہ اس کا نکاح ہو چکا ہو اور اسے تسکین نفس کا جائز ذریعہ حاصل ہو یہ تینوں حصار جب پائے جائیں گے تب ہی وہ شخص سنگساری کا مستحق ہوگا)۔

احصان کی پانچ شرائط ہیں (۱) اسلام (۲) عقل (۳) بلوغت (۴) آزادی (۵) زنا سے پاکدامن ہونا یہاں تک کہ اگر ایک شخص بالغ ہوتے ہی ایک مرتبہ زنا کرلے پھر توبہ کرلے اسکی حالت بہتر ہوجائے (نیک ہوجائے)، عمر زیادہ ہوجائے پھر بھی کوئی شخص اس پر زنا کی تہمت لگا دے تو تہمت لگانے والے پر کوئی حد نہیں ہوگی اور اگر مقذوف خود زنا کا اقرار کرلے یا تہمت لگانے والا مقذوف کے زنا پر چار گواہ پیش کردے تو تہمت لگانے والے سے حد ساقط ہوجائے گی کیونکہ اس پر حد، زنا کی تہمت کی وجہ سے واجب تھی اب جب کہ اس کا صدق ظاہر ہوگیا تو حد بھی ساقط ہوگئی۔

(ثُمَّ لَمۡ یَاۡتُوۡا بِاَرۡبَعَۃِ شُھَدَآءَ) وہ لوگ جو محصنات یعنی مسلمان آزاد پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں (ثم لم یاتوا باربعة شهداء) پھر ایسے چار گواہ نہ لے کر آئیں جو ان کے زنا پر گواہی دیں (فَاجۡلِدُوۡھُمۡ ثَمٰنِیۡنَ جَلۡدَۃً) ان کو اسی (80) کوڑے لگاؤ!

(اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِکَ وَ اَصۡلَحُوۡا فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ)

تہمت لگانے والے کا شرعی حکم:

توبہ کرنے کے بعد تہمت لگانے والے کی گواہی قبول کرنے کے متعلق علماء کا اختلاف ہے۔علماء کے ایک گروہ کے نزدیک تہمت لگانے والا جب توبہ کرلے اور ندامت کے آنسو بہائے تو اس کی گواہی قبول کر لی جائے گی۔خواہ اس نے توبہ حد لگنے سے پہلے کی ہو یا بعد میں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مگر یہ کہ وہ توبہ کرلیں۔اہل علم فرماتے ہیں کہ استثنا ،شہادت اور فسق کی طرف راجع ہے یعنی الا کے استثناء کے ذریعے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ توبہ کے بعد اس کی گواہی قبول کی جائے گی اور اس سے فسق والا نام زائل ہو جائے گا،ابن عباس،اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہی مذہب ہے اور یہی مذہب سعید بن جبیر،مجاہد ،عطاء،طاوس،سعید بن مسیب،عمر بن عبدالعزیز امام مالک اور شافعی کا بھی ہے(1)

بعض کے نزدیک محدود فی القذف کی گواہی کبھی قبول نہیں کی جائے گی اگرچہ وہ توبہ ہی کیوں نہ کرلے ان کے نزدیک استثناء اللہ تعالیٰ کے فرمان او لئک هم الفاسقون کی طرف راجع ہے یہ مذہب نخعی،شریح اور اصحاب رائے (احناف) کا ہے۔ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ تہمت لگانے والے کو جب تک حد نہ لگائی جائے فقط نفس قذف کے ساتھ اس کی گواہی رد نہیں کی جائے گی۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں قاذف حد لگنے سے پہلے زیادہ برا تھا بنسبت اس وقت کے جب اسے حد لگائی گئی کیونکہ حدود کفارات ہیں پھر بہتر حالت ہونے میں اس کی شہادت کیوں رد ہوگی اور بری حالت میں اس کی گواہی کیسے قبول ہوگی۔

امام شعبی کا کہنا ہے کہ حد قذف توبہ کے ساتھ ساقط ہو جاتی ہے اور ان کے نزدیک استثنا مکمل کلام کی طرف راجع ہے عام اہل علم کا مذہب یہ ہے کہ حد قذف توبہ کے ساتھ ساقط نہیں ہوگی البتہ اگر مقذوف تہمت لگانے والے کو معاف کردے تو ساقط ہو جائے گی۔جیسے قصاص معاف کرنے سے ساقط ہو جاتا ہے مگر توبہ کرنے سے ساقط نہیں

1۔اللباب فی علوم الکتاب ج14،ص299

ہوتا۔ اگر کہا جائے کہ تہمت لگانے والے کی گواہی قبول کرتے ہو تو پھر اللہ تعالی کے فرمان (ابداً) کا کیا معنی ہے؟ جواب دیا جائے گا کہ ابدا کا معنی ہے کہ جب تک تہمت لگانے والا اپنی تہمت پر مصر ہو اس وقت تک اس کی گواہی قبول نہ کی جائے کیونکہ ہر انسان کیلئے ابدا وہ مدت ہے جو اسکی حالت کے لائق اور مناسب ہو جیسا کہ کہا جاتا ہے لا تقبل شھادۃ الکافر ابدا اس سے مراد بھی یہی ہے کہ جب تک کافر کافر رہے اس کی گواہی قبول نہ کی جائے۔

مواضع تہمت اور مومن کی عزت و آبرو:

مفتی منیب الرحمٰن صاحب سے حد قذف اور مومن کی عزت و آبرو کے بارے سوال کیا گیا تو آپ نے جواب دیا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو عورتوں نے ایک مرد اور عورت پر تہمت لگائی کہ فلاں لڑکی کے ساتھ ان کے غلط تعلقات ہیں، زنا کی بھی تہمت لگائی اور ماسوائے ان دو عورتوں کے اور گواہ نہیں۔ جبکہ جن پر تہمت لگائی گئی دونوں قسمیہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس طرح نہیں کیا۔ لہذا یہ بتایا جائے کہ ان دونوں (تہمت زدگان) کے لئے کیا شرعی سزا ہے۔ اور ان تہمت لگانے والوں کے ثبوت نہ دینے پر ان کے لئے کیا سزا ہے، وضاحت فرمادیں۔

جواب: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

"اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں، پھر نہ لائیں چار گواہ تو انہیں اسی (80) کوڑے مارو۔ اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور وہی نافرمان ہیں۔ (1)

"بے شک جو لوگ پاک دامن بے خبر مسلمان عورتوں کو (زنا کی) تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کے لئے عذاب عظیم ہے" (2)

1۔ النور:4

2۔ النور:23

امام احمد رضا قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں:" مسلمان کو زنا کی تہمت بے ثبوت شرعی لگانے والا فاسق، مردود الشہادت، اسی کوڑوں کا شرعاً سزاوار ہے، مزید لکھتے ہیں، خاص معائنہ کے چار گواہ مرد، ثقہ، متقی اور پرہیز گار درکار ہیں، بغیر اس کے جو اسے متہم بالزنا کریگا، شرعاً اسی کوڑوں کا مستحق ہوگا۔ (1)

شریعت مطہرہ میں زنا کی تہمت لگانے والے پر لازم ہے کہ وہ چار گواہ مرد، ثقہ، متقی اور پرہیز گار پیش کرے، اسلامی حدود میں عورتوں کی گواہی معتبر نہیں ہے:

زہری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی یہ سنت جاری رہی کہ حدود میں عورتوں کی شہادت جائز نہیں تھی۔ (2)

اگر وہ ایسا نہ کرے (یعنی شرعی شہادت پیش نہ کرے)، تو شرعا اسی کوڑوں کا سزاوار ہے، لیکن یہ سزا صرف سلطان اسلام ہی جاری کرسکتا ہے غیر سلطان کو اس کا اختیار نہیں اور ہمیشہ کے لئے اس کی گواہی مردود ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تہمت لگانے والوں کے لئے حکم فرمایا کہ

" مگر جو لوگ اس کے بعد توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کریں تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ (3)

امام احمد رضا قدس سرہ العزیز مزید لکھتے ہیں کہ صرف چارہ کار یہ ہے کہ اسے برادری سے خارج کریں، مسلمان اس سے میل جول چھوڑ دیں، جب تک توبہ کریں، اگر توبہ کرے تو اللہ عزوجل قبول فرمانے والا ہے خود آیۃ کریمہ مذکورہ میں الا الذین تابوا کا استثنا ہے، مگر اس کی توبہ صرف یہی نہ ہوگی کہ اللہ عزوجل کے حضور تائب ہو بلکہ لازم ہوگا کہ عمرو سے اپنے قصور کی معافی مانگے کہ وہ نہ صرف حق اللہ بلکہ حق العبد میں بھی گرفتار ہے۔

اور تنہائی میں توبہ کافی نہ ہوگی، اس نے مجمع میں گناہ کیا ہے، مجمع ہی میں توبہ کرے۔

1۔ فتاویٰ رضویہ، جلد 23، ص 329، 326

2۔ المصنف جلد 10، ص: 58

3۔ النور: 5

حدیث میں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

"جب تو کوئی گناہ کرے تو چھپے گناہ کی خفیہ اور برملا کی علانیہ توبہ کرو" (1)

حدیث میں ہے:

"(اجنبی) عورتوں کے پاس جانے سے اجتناب کرو، انصار میں سے ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیور کا کیا حکم ہے؟ فرمایا کہ دیور موت ہے"۔(2)

ایک اور حدیث میں ہے:

"کوئی مرد جب کسی (اجنبی) عورت کے ساتھ تنہا ہوتا ہے تو ان میں ایک تیسرا شیطان ہوتا ہے" (3)

اور فرمایا:

ان عورتوں کے پاس نہ جاؤ جن کے شوہر موجود نہ ہوں کیونکہ شیطان تمہارے وجود میں اسی طرح سرایت کرتا ہے جیسے تمہاری رگوں میں خون تیرتا ہے۔(4)

علی بن حسین سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تھے اور آپ کی ازواجِ مطہرات آپ کے پاس تھیں، وہ جانے لگیں تو آپ نے حضرت صفیہ سے فرمایا: ٹھہرو تاکہ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں اور ان کا حجرہ حضرت اسامہ کے مکان میں تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ نکلے تو آپ کو انصار کے دو شخص ملے۔

انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور آگے نکل گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا: ادھر آؤ یہ صفیہ بنت حیی ہے (یعنی میری بیوی ہے) دونوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! سبحان اللہ! (یعنی آپ کی ذات کے بارے مومن کسی بدگمانی کا تصور نہیں کرسکتا) آپ نے فرمایا کہ شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا ہے تو

1۔فتاویٰ رضویہ، جلد 23، ص: 324

2۔ مسلم بن حجاج قشیری، صحیح مسلم، رقم: 5570، دار السلام للنشر والتوزیع

3۔رواہ الترمذی عن عمر رضی اللہ عنہ، رقم: 1171

4۔ترمذی، رقم: 1172

مجھے خدشہ ہوا کہ مبادا وہ تمہارے دل میں کوئی وسوسہ ڈال دے۔(1)

مسلمان کو چاہے کہ وہ مواضع تہمت اور مواقع تہمت سے ہمیشہ اجتناب کرے، اپنی عزت و آبرو کا تحفظ مومن کی شرعی ذمہ داری ہے، اجنبی مرد وزن ایسی تنہا جگہ جمع ہونے سے گریز کریں کہ جہاں شرور نفس کی بنا پر گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو یا دوسرے لوگ بدگمانی کی بنا پر ہدف تہمت بنا سکتے ہوں۔

ایک روایت میں ہے:

جو بدگمانیوں کی راہوں پر چلے گا، وہ ہدف تہمت بنے گا، اور مکارم اخلاق میں خرائطی نے ان الفاظ کے ساتھ مرفوعاً روایت کیا کہ جو تہمت پر ٹھہرا، تو پھر اسے چاہیے کہ بدگمانی کرنے والوں کو ملامت نہ کرے (بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرے کہ اس نے خود انہیں موقع فراہم کیا)

مذکورہ بالا احادیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مرد وعورت کا کسی مقام پر تنہا جمع ہونا باعث فساد اور خلاف شرع ہے، لہذا ایسے مواقع اور مقامات سے بچنا ضروری ہے۔

وَالَّذِينَ يَرمُونَ اَزوَاجَهُم وَلَم يَكُن لَّهُم شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنفُسُهُم فَشَهَادَةُ اَحَدِهِم اَربَعُ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهُ لَمِنَ الصّٰدِقِينَ ﴿6﴾ وَالخَامِسَةُ اَنَّ لَعنَتَ اللّٰهِ عَلَيهِ اِن كَانَ مِنَ الكٰذِبِينَ ﴿7﴾ وَيَدرَؤُا عَنهَا العَذَابَ اَن تَشهَدَ اَربَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهُ لَمِنَ الكٰذِبِينَ ﴿8﴾ وَالخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيهَا اِن كَانَ مِنَ الصّٰدِقِينَ ﴿9﴾ وَلَولَا فَضلُ اللّٰهِ عَلَيكُم وَرَحمَتُهُ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيمٌ ﴿10﴾

6 سے 10 تک آیات کا ترجمہ و تفسیر:

﴿6﴾ اور جو لوگ اپنی بیویوں پر (بدکاری کی) تہمت لگائیں اور ان کے پاس سوائے اپنی ذات کے کوئی گواہ نہ ہوں تو ایسے کسی بھی ایک شخص کی گواہی یہ ہے کہ (وہ خود) چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دے کہ وہ (الزام لگانے میں) سچا ہے ﴿7﴾ اور پانچویں مرتبہ یہ (کہے) کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹا ہو ﴿8﴾ اور (اسی طرح) یہ بات اس (عورت) سے (بھی)

1۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، رقم: 2038، دار صادر، بیروت

سزا کو ٹال سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر (خود) گواہی دے کہ وہ (مرد اس تہمت کے لگانے میں) جھوٹا ہے ﴿9﴾ اور پانچویں مرتبہ یہ (کہے) کہ اس پر (یعنی مجھ پر) اللہ کا غضب ہو اگر یہ (مرد اس الزام لگانے میں) سچا ہو ﴿10﴾ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو تم ایسے حالات میں زیادہ پریشان ہوتے) اور بیشک اللہ بڑا ہی توبہ قبول فرمانے والا بڑی حکمت والا ہے۔

لعان اور اس کا حکم:

(لعان" لاعن" کا مصدر ہے اور یہ لعن سے ماخوذ ہے جس کے معنی لعنت کرنا، دور کرنا، نیز ملاعنت یعنی ایک دوسرے کو لعنت کرنا بھی یہی مفہوم رکھتا ہے۔ فقہی اصطلاح میں زوجین میں سے ہر ایک کی جانب قسم کے ساتھ اللہ کی لعنت اور غضب الٰہی کی شہادت دینا لعان کہلاتا ہے)

(**وَالَّذِینَ یَرمُونَ اَزوَاجَھُم**) وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں (**وَلَم یَکُن لَھُم شُھَدَآءُ**) جو ان کی کہی ہوئی بات کی سچائی پر گواہی دے (**اِلَّا اَنفُسُھُم**) ان کی ذات کے علاوہ (**فَشَھَادَۃُ اَحَدِھِم اَربَعُ شَھٰدٰتٍ بِاللّٰہِ اِنَّہٗ لَمِنَ الصّٰدِقِینَ**) حمزہ، کسائی اور حفص نے اربع کو مبتداء کی خبر ہونے کی بناء پر مرفوع پڑھا ہے یعنی ان میں سے ایک کی ایسی گواہی جو حد ساقط کر دے، چار مرتبہ گواہی دینا ہے جبکہ دیگر قراء نے اربع کو نصب کے ساتھ پڑھا ہے(1)

یعنی ان میں سے ایک کی گواہی یہ کہ چار مرتبہ گواہی دے کہ اللہ کی قسم بے شک وہ سچوں میں سے ہے۔(**وَالخَامِسَۃُ اَنَّ لَعنَتَ اللّٰہِ عَلَیہِ اِن کَانَ مِنَ الکٰذِبِینَ**) یعنی پانچوی مرتبہ گواہی دے گا کہ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

عویمر عجلانی کا قصہ:

ابن شہاب روایت کرتے ہیں کہ سہل بن سعد الساعدی نے انہیں خبر دی کہ حضرت عویمر عجلانی حضرت عاصم بن عدی کے پاس آئے اور کہا اے عاصم!

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی دوسرے شخص کو دیکھے تو کیا وہ خود اسے قتل کر

1۔ الحجۃ فی علل القراءات السبع، ج4، ص43

دے (اور اگر وہ ایسا کردے) توتم اسے قتل کردو گے یا پھر بتاؤ وہ کیا کرے؟ اے عاصم! میرے اس سوال کا جواب رسول اللہ ﷺ سے پوچھو! فرماتے ہے کہ حضرت عاصم نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے پوچھا تو رسول اللہ ﷺ نے سوال کرنے والے پر ناراضی کا اظہار فرمایا اور سوال کو اچھا نہ سمجھا یہاں تک کہ حضرت عاصم نے رسول اللہ ﷺ سے جو باتیں سنیں وہ ان پر ناگوار گزریں جب عاصم گھر لوٹے تو حضرت عویمر آئے اور پوچھا اے عاصم! رسول اللہ ﷺ نے کیا جواب دیا۔ حضرت عاصم نے عویمر کو کہا تو میرے لیے کوئی خیر نہیں لایا جو سوال تو نے مجھ سے کیا تھا اس کو حضور ﷺ نے ناپسند فرمایا ہے۔ حضرت عویمر نے کہا اللہ کی قسم جب تک میں حضور ﷺ سے اس مسئلہ کے بارے دریافت نہ کرلوں، چین سے نہیں بیٹھوں گا۔ حضرت عویمر حاضر ہوئے، حضور علیہ والسلام، صحابہ کرام کے درمیان تشریف فرما تھے، آکر عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ ﷺ! اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی شخص کو دیکھ لے تو وہ خود اسے قتل کردے (اور اگر وہ ایسا کردے) تو آپ اسے قتل کردو گے یا بتایئے پھر وہ کیا کرے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیرے اور تیری بیوی کے متعلق حکم نازل فرمایا ہے جاؤ بیوی کو لے آؤ! سہل فرماتے ہیں کہ ان دونوں میاں بیوی نے لعان کیا جبکہ میں بھی لوگوں کے ساتھ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر تھا۔ جب دونوں لعان سے فارغ ہوئے تو حضرت عویمر نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اب اگر میں اس عورت کو اپنے پاس رکھوں تو میں جھوٹا ہوں اتنا کہہ کر حضور ﷺ کے کسی حکم سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔(1)

مالک کہتے ہیں کہ ابن شہاب نے کہا دو لعان کرنے والوں کا یہی طریقہ ہے۔

ابن زھری نے اسی سند کے ساتھ، اسی مضمون سے ملتی جلتی حدیث کچھ اضافہ کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا دیکھو! اگر عورت سیاہ رنگ، سیاہ

1۔ صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب: اللعان ومن طلق بعد اللعان، رقم الحدیث:5308

آنکھوں، بڑی سرین اور موٹی پنڈلیوں والا بچہ جنے تو پھر میرے گمان کے مطابق عویمر سچا ہے اور اگر وہ سرخ بچہ جنے تو پھر میرے گمان کے مطابق عویمر جھوٹا ہے۔ عورت نے جب بچہ جنا تو وہ بالکل اسی صفت پر تھا جو حضور ﷺ نے فرمایا تھا جس کی تصدیق عویمر کے حق میں تھی۔ اس کے بعد وہ بچہ ماں کی طرف منسوب کیا جاتا تھا(1)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہلال بن امیہ نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنی بیوی پر شریک بن سحماء کے ساتھ زنا کرنے کی تہمت لگائی۔ حضور ﷺ نے فرمایا گواہ لاؤ یا تیری پشت پر حد لگے گی۔ ہلال نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اگر ہم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی شخص کو دیکھ لے تو کیا وہ گواہ ڈھونڈتا پھرے؟ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا گواہ لاؤ اگر نہیں تو تجھے حد لگے گی۔ ہلال نے عرض کی اس ذات کی قسم جس نے آپکو حق کے ساتھ بھیجا ہے بیشک میں سچا ہوں اللہ تعالیٰ ضرور ایسی آیت نازل فرمائے گا جو مجھے حد سے بری کردے گی۔ جبریل امین آئے اور حضور ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی والذین یر مون ازواجھم.......... ان کان من الصادقین تک پڑھا۔ حضور ﷺ نے ہلال اور اس کی زوجہ کو بلایا۔ ہلال آئے، گواہی دی اور حضور ﷺ فرمارہے تھے بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں سے ایک جھوٹا ہے تو کیا تم میں سے کوئی ایک توبہ کرنے والا ہے۔ پھر اسکی بیوی کھڑی ہوگئی اور گواہی دی جب پانچوی مرتبہ گواہی دے رہی تھی تو صحابہ نے اس کو ٹھہرایا اور اس کو کہا اگر تو نے پانچویں مرتبہ گواہی دے دی تو تجھ پر حد واجب ہو جائے گی، وہ ڈری اور رک گئی۔ صحابی کہتے ہیں یہاں تک کہ ہم نے گمان کرلیا کہ اب وہ گواہی سے رجوع کرلے گی لیکن کہنے لگی میں آج کے دن اپنی قوم کو رسوا نہیں کرسکتی اور تیسری مرتبہ بھی گواہی دے دی۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم دیکھو اگر وہ عورت سیاہ آنکھوں والا بڑی سرین والا اور موٹی پنڈلیوں والا بچہ جنے تو وہ شریک بن سحماء کا ہوگا۔

1۔ صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن باب: والذین یرمون ازواجھم ....، رقم: 4745

جب اس نے بچہ جنا تو وہ ویسا ہی تھا جیسا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا تھا۔ پھر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر قرآن کی آیت نازل نہ ہوتی تو بلا شبہ میرے لیے اور اس عورت کے لیے ایک امتحان ہوتا (1)

حضرت عکرمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما سے روایت کرتے ہیں کہ جب آیت والذین یرمون المحصنت نازل ہوئی تو حضرت سعد بن عبادہ نے عرض کیا کہ اگر میں اپنی بیوی کے پاس آؤں اور دیکھوں کہ اس کے ساتھ کوئی آدمی زنا کر رہا ہے تو کیا مجھے اجازت نہیں کہ میں اسے برا بھلا کہوں یہانتک کہ چار گواہ لے آؤں قسم بخدا! جب تک میں میں چار گواہ لاؤں گا تو وہ شخص اپنی حاجت پوری کر کے بھی جا چکا ہوگا اور جو کچھ میں نے دیکھا ہے اگر میں خود کہوں تو مجھے اسی کوڑے لگیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے گروہ نصاریٰ تم سنتے ہو تمہارا سردار کیا کہہ رہا ہے؟ انصار نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس کو ملامت نہ فرمایئے یہ غیور آدمی ہے قسم بخدا اس نے ہمیشہ باکرہ عورت سے شادی کی اور کسی عورت کو طلاق نہیں دی اس وجہ سے کہ ہم میں سے کوئی دوسرا اس عورت سے نکاح نہ کر لے۔ حضرت سعد نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ پر آپ پر فدا ہوں، یقیناً میں جانتا ہوں کہ یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور برحق ہے لیکن میرے تعجب کی وجہ آپ نے سماعت فرمالی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ اس حکم کے علاوہ باقی تمام باتوں کا انکار فرما رہا ہے حضرت سعد نے کہا اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا، راوی فرماتے ہے کہ تھوڑی دیر گزری تو حضرت سعد کے چچا ھلال بن امیہ اپنی زمین سے واپس آئے تو ایک آدمی کو اپنی بیوی کے ساتھ زنا کرتے ہوئے دیکھا لیکن خاموش رہے اور کچھ نہ کہا یہاں تک کہ صبح ہوگئی بوقت صبح وہ آقا علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے۔ حضور علیہ السلام اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ آکر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں رات کے وقت

1۔ صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن باب: ویدرؤعنہا العذاب... رقم: 4747

اپنی بیوی کے پاس آیا، میں نے اپنی بیوی کے ساتھ ایک آدمی کو دیکھا، (راوی کہتے ہیں) میں نے اپنی آنکھوں کے ساتھ دیکھا اور کانوں سے سنا کہ جو کچھ اس نے بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کو ناپسند فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ سن کر انتہائی کوفت ہوئی یہانتک کہ ناراضی کے اثرات آپکے چہرے پر نظر آنے لگے۔ حضرت ھلال نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جو کچھ میں نے بیان کیا اسکی وجہ سے ناراضی کے اثرات آپکے چہرہ انور پر دیکھ رہا ہوں اللہ رب العزت جانتا ہے کہ میں سچا ہوں اور میں نے حق بات کہی ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ میرے لیے آسانی پیدا فرمائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کو کوڑے مارنے کا ارادہ فرمالیا تھا۔ راوی کہتے ہیں انصار صحابہ جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ جو کچھ سعد نے کہا اسکی وجہ سے ہم آزمائش میں ڈالے گئے ہیں ابھی ہلال کو سزا دی جائے گی اور اسکی شہادت بھی باطل کر دی جائی گی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور انصار صحابہ کا ارادہ یہی تھا کہ ہلال کے مارنے کا حکم ارشاد فرمایا جائے کہ وحی نازل ہو گئی جب صحابہ کرام کو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر وحی نازل ہو رہی ہے تو وہ خاموش ہو گئے یہا نتک کہ وحی کی کیفیت ختم ہوگئی پس اللہ تعالیٰ نے آیت والذین یر مون المحصنت نازل فرمادی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اے ہلال! خوش ہوجا اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے آسانی پیدا فرمادی۔ حضرت ہلال نے عرض کیا مجھے بھی اللہ تعالیٰ سے یہی امید تھی۔ حضور علیہ السلام نے ہلال کی گھر والی کی طرف پیغام بھیجا، وہ آ گئی، دونوں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آ گئے، عورت کو لعان کرنے کا کہا گیا تو اس نے خاوند کو جھٹلایا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں سے ایک جھوٹا ہے کیا تم میں سے کوئی توبہ کرنے والا ہے۔ حضرت ہلال نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں سچا ہوں اور میں نے سچی بات کہی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ان دونوں کے درمیان لعان کرو! حضرت ہلال کو کہا گیا گواہی دو تو اس نے چار مرتبہ گواہی دی کہ اللہ کی قسم میں سچا ہوں۔ پانچویں مرتبہ گواہی دیتے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

نے اس کو فرمایا اے ہلال! اللہ سے ڈر! دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے آسان ہے اور اللہ کا عذاب لوگوں کے عذاب سے شدید ہے، یہ پانچویں مرتبہ گواہی تجھ پر عذاب کا موجب بنے گی۔ حضرت ھلال نے عرض کی قسم بخدا! جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے کوڑے نہیں لگائے اسی طرح اللہ تعالیٰ مجھے عذاب نہیں دے گا پھر ہلال نے پانچویں مرتبہ گواہی دی ان لعنة اللہ علیہ ان کان من الکاذبین پھر آپ نے عورت سے فرمایا تو گواہی دے اس نے چار گواہیاں دیں باللہ انه لمن الکاذبین پانچویں مرتبہ گواہی دیتے وقت حضور علیہ السلام نے اس کو ٹھہرایا اور فرمایا اللہ سے ڈر! پانچویں مرتبہ گواہی سزا کو واجب کر دے گی اور اللہ تعالیٰ کا عذاب لوگوں کے عذاب سے شدید ہے، اس نے تھوڑی دیر توقف کیا اور اعتراف جرم کا ارادہ کیا مگر پھر کہنے لگی میں اپنی قوم کو رسوا نہیں کر سکتی اور پانچویں مرتبہ گواہی دے دی

ان غضب اللہ علیھا ان کان من الصادقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی اور فرمایا بچہ ماں کا ہوگا باپ کی طرف اس کی نسبت نہیں کی جائے گی اور نہ بچے پر کوئی طعن کیا جائے گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر یہ عورت ایسا ایسا بچہ جنے تو وہ اس کے خاوند کا ہوگا اور اگر ایسا جنے تو اس کا ہوگا جس کے متعلق اسکی نسبت کی جاتی ہے۔ جب عورت نے بچہ جنا گویا وہ خاکستری، بدصورت اونٹ ہے۔ بعد میں وہ والئ مصر بنا اور معلوم نہ تھا کہ اس کا باپ کون ہے۔ (1)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور مقاتل فرماتے ہیں جب آیت کریمہ والذین یرمون المحصنت نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر جلوہ فروز ہو کر اسکی تلاوت فرمائی۔ عاصم بن عدی الانصاری اٹھے اور عرض کرنے لگے اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کر دے اگر ہم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ دوسرے شخص کو دیکھے پھر اسے چالیس کوڑوں کی سزا سنائی جائے، مسلمان اسے فاسق کہیں اور اسکی گواہی بھی ہمیشہ کے لیے رد

1۔ سنن ابوداؤد، کتاب النکاح، باب (فی) اللعان، رقم:2256

کر دی جائے تو پھر ہم گواہ کہاں سے تلاش کریں؟ جب ہم گواہ تلاش کرنے جائیں گے تو وہ مرد اپنی خواہش پوری کر کے جا چکا ہوگا۔ عاصم کے چچا کی بیٹی عویمر کی بیوی تھی جس کا نام خولہ بنت قیس بن محصن تھا، عویمر کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے شریک بن سمحاء کو اپنی بیوی خولہ کے اوپر دیکھا ہے (زنا کرتے ہوئے)۔ عاصم نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور جمعہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے جو سوال پچھلے جمعہ کیا تھا اس کی وجہ سے اپنے گھر والوں کی مصیبت میں مبتلا کیا گیا ہوں۔ عویمر، خولہ اور شریک یہ تمام لوگ عاصم کے چچا کی اولاد سے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کو بلایا اور عویمر سے کہا اپنی بیوی اور چچا کی بیٹی کے متعلق اللہ سے ڈرو اور ان پر جھوٹا بہتان نہ لگاؤ! عویمر نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ میں نے شریک کو اپنی بیوی کے بطن کے اوپر دیکھا ہے، میں چار ماہ سے اس کے قریب نہیں گیا اور وہ غیر سے حاملہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خولہ سے فرمایا اللہ سے ڈر! اور جو کچھ تو نے کیا ہے وہ بتا دے! خولہ کہنے لگی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! عویمر ایک غیرت مند آدمی ہے اس نے مجھے اور شریک کو دیر تک باتیں کرتے ہوئے دیکھا تو غیرت کی بنا پر یہ بیان دیا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شریک سے کہا کہ تو کیا کہتا ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ جو کچھ عورت کہہ رہی ہے وہ سب جھوٹ ہے اس پر اللہ رب العزت نے آیت والذین یرمون ازواجھم نازل فرمائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر الصلوۃ جامعۃ کی ندا دی گئی، آپ نے نمازِ عصر پڑھائی پھر عویمر سے فرمایا اٹھو! وہ اٹھے تو فرمایا کہو میں گواہی دیتا ہوں اللہ کی قسم خولہ زانیہ ہے اور میں سچوں میں سے ہوں پھر دوسری مرتبہ کہا میں گواہی دیتا ہوں میں نے شریک کو خولہ کے بطن پر دیکھا ہے اور میں سچوں میں سے ہوں پھر تیسری مرتبہ کہا میں گواہی دیتا ہوں یہ میرے علاوہ کسی دوسرے شخص سے حاملہ ہے اور میں راستباز لوگوں میں سے ہوں۔ چوتھی مرتبہ کہا قسم بخدا میں چار ماہ سے اس کے قریب نہیں گیا اور میں سچے لوگوں میں سے

ہوں پھر پانچویں مرتبہ کہا اگر عویمر جھوٹوں میں سے ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عویمر کو بیٹھنے کا حکم دیا اور خولہ سے فرمایا اٹھو وہ کھڑی ہوئی تو اس نے کہا میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہتی ہوں کہ میں زانیہ نہیں ہوں اور عویمر جھوٹوں میں سے ہے دوسری مرتبہ کہا اشهد بالله اس نے شریک کو میرے پیٹ پر نہیں دیکھا وہ جھوٹوں میں سے ہے تیسری مرتبہ کہا اللہ کی قسم میں عویمر سے حاملہ ہوں وہ جھوٹوں میں سے ہے چوتھی مرتبہ کہا اس نے کبھی بھی مجھے برائی میں مبتلا نہیں دیکھا وہ جھوٹوں میں سے ہے پانچویں مرتبہ کہا اگر وہ سچوں میں سے ہے تو خولہ پر اللہ کا غضب نازل ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے درمیان تفریق فرمادی اور فرمایا اگر یہ قسمیں نہ ہوتیں تو اس کے متعلق کوئی اور فیصلہ ہوتا پھر فرمایا اس کے بچہ پیدا ہونے کی تاڑ رکھو اگر اشقر سیاہی مائل بچہ جنے تو وہ شریک بن سحماء کا ہوگا اور اگر گھنگریالے بال اور بڑے بڑے اعضاء والا بچہ جنے تو وہ کسی دوسرے شخص کا ہوگا۔ جناب ابن عباس فرماتے ہیں اس نے ایسا بچہ جنا جو شریک کی صورت کے مشابہ تھا (1)

لعان کے متعلق احکام ومسائل:

آیت کے حکم میں کلام یہ ہے کہ آدمی جب اپنی عورت پر زنا کی تہمت لگائے تو اسکی سزا وہی ہے جو اجنبی مرد کو تہمت لگانے کی ہے کہ اگر عورت پاکدامن ہو تو مرد کو حد قذف لگے گی اور اگر پاکدامن نہ ہو تو اس کو تعزیر لگے گی۔ لیکن اس حد سے چھٹکارا کیسے حاصل ہوگا اس میں دونوں مختلف ہیں جب کوئی شخص کسی اجنبی آدمی پر زنا کی تہمت لگائے تو اس کو حد قذف لگائی جائے گی لیکن اگر وہ زنا پر چار گواہ لے آئے یا مقذوف زنا کا اقرار کرلے تو قاذف سے حد قذف ساقط ہو جائے گی اور اگر بیوی پر زنا کی تہمت لگائی ہو تو ان دو میں سے اگر کوئی پایا جائے یا مرد اپنی بیوی کے ساتھ لعان کر دے تو ان تمام صورتوں میں (مرد سے) حد قذف اس سے ساقط ہو جائے گی لہذا عورت کو تہمتِ زنا لگانے میں

1۔ سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب اللعان (د) حاشیہ المسند، رقم: 2131

لعان بمنزل گواہوں کے ہے کیونکہ کوئی شخص جب اپنی بیوی کے ساتھ کسی دوسرے شخص کو دیکھے تو بسا اوقات وہ گواہ قائم کرنے پر قادر نہیں ہوتا اور شرمندگی پر صبر بھی نہیں کر سکتا لہذا اللہ تعالیٰ نے لعان کو اس کے صدق پر دلیل بنا دیا اور ارشاد فرمایا فشھادۃ احدھم اربع شھادات باللہ انه لمن الصادقین ۔ اگر خاوند عورت کے زنا پر گواہ قائم کر دے یا عورت خود زنا کا اعتراف کر لے تو دونوں صورتوں میں مرد سے حد اور لعان دونوں ساقط ہو جائیں گے لیکن اگر خاوند بچہ کی نفی کرنا چاہے تو پھر اس کے لیے لعان کرے گا۔

جب امام میاں، بیوی کے درمیان تفریق کرنے کا ارادہ کر لے تو مرد سے ابتداء کرے، مرد کو کھڑا کر دے اور اس کو لعان کے کلمات کی تلقین کرتا رہے اس سے کہے کہ تو کہہ میں نے عورت پر جو زنا کی تہمت لگائی ہے اس میں سچا ہوں اور اگر کسی معین مرد کو زنا کی تہمت لگائی ہو تو لعان میں اس کا نام لے اگر کسی جماعت کو تہمت لگائی ہو تو لعان میں اس جماعت کا نام لے گا خاوند وہی کلمات کہے گا جو امام اس کو بتائے گا اگر خاوند بچہ کی یا حمل کی نفی کرنا چاہے تو کہے گا کہ یہ بچہ یا حمل زنا سے ہے یہ میرے مادۂ منویہ سے نہیں ہوا پانچویں مرتبہ کہے میں نے عورت پر جو زنا کی تہمت لگائی ہے اگر اس میں، میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو اور اگر دوران لعان اپنی طرف سے کوئی کلمہ بولے جو امام نے اس کو نہ کہا ہو تو اس کو شمار نہیں کیا جائے گا۔ جب خاوند لعان سے فارغ ہو جائے تو خاوند اور اس کی بیوی کے درمیان فرقت واقع ہو جائے گی اور بیوی اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی بچے کا نسب اس سے ثابت نہیں ہوگا، حد بھی اس سے ساقط ہو جائے گی اور عورت پر حد زنا واجب ہوگی اگر پاکدامن ہو تو رجم کی جائے گی اور اگر پاکدامن نہ ہو تو کوڑے لگائے جائیں گے اور جلاوطن بھی کیا جائے گا۔

یہ پانچ احکام ہیں جو خاوند کے لعان کے ساتھ متعلق ہیں۔

(وَيَدرَؤُا) دور ہو جائے گا (وَالخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللهِ عَلَيهَا اِن كَانَ مِنَ الصّٰدِقِينَ) عذاب سے مراد حد ہے جیسا کہ سورت کے شروع آیت میں ولیشھد

عذابهما طائفة من المومنین میں عذاب سے مراد حد تھا۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ خاوند جب لعان کر دے تو عورت پر حد زنا واجب ہو جائے گا اس کے بعد اگر عورت اپنے نفس سے حد کو ساقط کرنا چاہے تو وہ لعان کرے گی لہذا وہ کھڑی ہو جائے اور حاکم کی تلقین کے بعد کہے اللہ کی قسم خاوند نے مجھ پر جس چیز کی تہمت لگائی ہے اس میں وہ جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ خاوند نے مجھ پر جس چیز کی تہمت لگائی ہے اگر اس میں وہ سچا ہو تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو۔ عورت کے لعان کا صرف ایک حکم ہے کہ عورت سے حد ساقط ہو جائے گی لیکن اگر خاوند عورت کے زنا پر گواہ قائم کر دے تو عورت سے حد ساقط نہیں ہو گی۔

احناف کے نزدیک جو شخص اپنی بیوی پر تہمتِ زنا لگائے اس پر کوئی حد نہیں بلکہ اس کا حکم لعان ہے اگر لعان سے رک جائے تو قید کیا جائے گا یہاں تک کہ لعان کر دے اگر خاوند لعان کر دے عورت رک جائے تو لعان کرنے تک عورت قید کی جائے گی۔ جبکہ دیگر علماء کے نزدیک لعان مرد کے سچا ہونے کی دلیل ہے اور اگر تہمت لگانے والا اپنی سچائی پر گواہ پیش نہ کر سکے تو اس کو قید نہیں کیا جاتا بلکہ اس کو حد لگائی جاتی ہے جیسا کہ اجنبی آدمی پر زنا کی تہمت لگانے والا اگر گواہ لانے پر عاجز آجائے (تو حد لگے گی)۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک لعان کا حکم یہ ہے کہ فرقت واقع ہو اور بچے کے نسب کی نفی ہو اور یہ دونوں چیزیں تب حاصل ہوتی ہیں جب میاں بیوی دونوں لعان کریں اور قاضی بھی فیصلہ کر دے۔

پھر اکثر علماء کے نزدیک وہ فرقت جو لعان کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے وہ فرقتِ فسخ ہے امام شافعی صاحب کا بھی یہی قول ہے اور یہ فرقت دائمی ہو گی لہذا اگر بعد میں خاوند اپنے آپکو جھٹلا دے تو اس کی یہ بات ان چیزوں میں مانی جائے گی جس میں اس کا ضرر ہو اور جس میں نقصان ہو اس میں اس کی بات نہیں مانی جائے گی لہذا اس پر حد لگے گی، بچے کا نسب اس سے ثابت ہو گا لیکن دائمی حرمت ختم نہیں ہو گی۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فرقۃ لعان، فرقۃ طلاق ہے لہذا خاوند جب بعد

میں خود کو جھوٹا کہہ دے تو اس کے لیے اس عورت کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے اگر قاذف لعان کے صرف بعض کلمات ادا کرے تو اس کے ساتھ کوئی حکم متعلق نہیں ہوگا۔امام ابو حنیفہ کے نزدیک اگر اکثر کلمات لعان ادا کرے تو وہ حکم میں تمام کلمات لعان کے قائم مقام ہونگے۔

ہر وہ شخص جس کا قسم کھانا صحیح ہو اس کا لعان بھی صحیح ہوگا خواہ آزاد ہو یا غلام، مسلمان ہو یا ذمی۔سعید بن مسیب، سلیمان بن یسار، حسن، ربیعہ، مالک، ثوری، امام شافعی اور اکثر علماء کا یہی قول ہے جبکہ امام زہری، اوزاعی اور احناف کے نزدیک لعان تب صحیح ہوگا جب دونوں آزاد، مسلمان غیر محدود فی القذف ہوں لہذا اگر میاں بیوی دونوں یا ان میں سے ایک غلام ہو یا ذمی یا محدود فی القذف ہو تو ان کے درمیان لعان صحیح نہیں ہے۔قرآن پاک کی ظاہری آیت ان لوگوں کیلئے دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ ان کے درمیان لعان صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا والذین یرمون ازواجھم اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے، آزاد ،غلام یا محدود فی القذف وغیرہ کی قید نہیں لگائی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا الذین یظاھرون من نسائھم (1)

اس وجہ سے ظہار میں آزاد اور غلام برابر ہیں۔

لعان کی شرائط:

لعان صحیح اس وقت ہوگا جب یہ معاملہ حاکم یا حاکم کے خلیفہ کے پاس ہو۔لعان میں چار چیزوں کا سختی سے خیال رکھا جائے گا۔الفاظ کی تعداد، مقام (جگہ)، وقت اور چوتھی چیز یہ کہ لوگوں کی جماعت کی موجودگی میں ہو بہر حال لعان کے ضروری الفاظ میں کمی، کوتاہی جائز نہیں۔مقام کے بارے حکم ہے کے مقدس مقام میں لعان کرے لہذا اگر مکہ مکرمہ میں لعان کرنا چاہے تو رکن اور مقام ابرہیم کے درمیان کھڑے ہو کر لعان کرے۔اگر مدینہ منورہ میں لعان کرنا چاہے تو منبر کے پاس کھڑے ہو کر لعان کرے باقی شہروں

1۔المجادلۃ:2

میں جامع مسجد کے منبر کے پاس کھڑے ہوکر لعان کرے۔
وقت کے بارے حکم یہ ہے کہ لعان عصر کی نماز کے بعد ہو۔ جماعت کے بارے حکم یہ ہے کہ کم از کم چار لوگ ہوں، زیادہ جمع ہو جائیں تو مستحب ہے۔لیکن اگر حاکم صرف اپنی موجودگی میں میاں بیوی کے درمیان لعان کروادے تو پھر بھی جائز ہے۔ مقام اور وقت کی رعایت واجب ہے یا مستحب اس میں دواقوال ہیں۔

(و لو لا فضل لله علیکم و رحمته و ان الله تواب حکیم) لو لا کا جواب محذوف ہے اور وہ لعاجلکم بالعقوبة ہے۔یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں جلدی عذاب میں مبتلا کر دیتا لیکن اس نے تم پر نرمی فرمائی اور لعان کی وجہ سے عذاب کو تم سے دور کر دیا بے شک جو گناہوں سے توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرماتا ہے اور اس نے جو حدود مقرر کی ہیں اس میں اس کی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

اِنَّ الَّذِینَ جَآءُو بِالاِفکِ عُصبَةٌ مِّنکُم لَا تَحسَبُوہُ شَرًّا لَّکُم بَل ھُوَ خَیرٌ لَّکُم لِکُلِّ امرِیٍٔ مِّنھُم مَّا اکتَسَبَ مِنَ الاِثمِ وَ الَّذِی تَوَلّٰی کِبرَہٗ مِنھُم لَہٗ عَذَابٌ عَظِیمٌ ﴿11﴾ لَو لَا اِذ سَمِعتُمُوہُ ظَنَّ المُؤمِنُونَ وَ المُؤمِنٰتُ بِاَنفُسِھِم خَیرًا وَّ قَالُوا ھٰذَا اِفکٌ مُّبِینٌ ﴿12﴾ لَو لَا جَآءُو عَلَیہِ بِاَربَعَةِ شُھَدَآءَ فَاِذ لَم یَاتُوا بِالشُّھَدَآءِ فَاُولٰٓئِکَ عِندَ اللہِ ھُمُ الکٰذِبُونَ ﴿13﴾ وَ لَو لَا فَضلُ اللہِ عَلَیکُم وَ رَحمَتُہٗ فِی الدُّنیَا وَ الاٰخِرَةِ لَمَسَّکُم فِی مَا اَفَضتُم فِیہِ عَذَابٌ عَظِیمٌ ﴿14﴾

11 تا 14 آیات کا ترجمہ وتفسیر:

﴿11﴾ بیشک جن لوگوں نے (عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا پر) بہتان لگایا تھا (وہ بھی) تم ہی میں سے ایک جماعت تھی، تم اس (بہتان کے واقعہ) کو اپنے حق میں برا مت سمجھو بلکہ وہ تمہارے حق میں بہتر (ہوگیا) ہے☆ ان میں سے ہر ایک کے لئے اتنا ہی گناہ ہے جتنا اس نے کمایا، اور ان میں سے جس نے اس (بہتان) میں سب سے زیادہ حصہ لیا اس کے لئے زبردست عذاب ہے ﴿12﴾ ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے اس (بہتان) کو سنا تھا تو مومن مرد اور مومن عورتیں اپنوں کے بارے میں نیک گمان کر لیتے اور (یہ) کہہ دیتے کہ یہ کھلا

(جھوٹ پر مبنی) بہتان ہے ﴿13﴾ یہ (افترا پرداز لوگ) اس (طوفان) پر چار گواہ کیوں نہ لائے، پھر جب وہ گواہ نہیں لا سکے تو یہی لوگ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں ﴿14﴾ اور اگر تم پر دنیا و آخرت میں اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو جس (تہمت کے) چرچے میں تم پڑ گئے ہو اس پر تمہیں زبردست عذاب پہنچتا۔

واقعہ افک:

(افک کے معنی بات کو الٹ دینا اور حقیقت کے خلاف کچھ سے کچھ بنا دینا ہے اس مفہوم کے اعتبار سے یہ لفظ بدترین قسم کے جھوٹ، افتراء اور بہتان کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ مدینہ کے منافقین جن کا رئیس عبداللہ بن ابی تھا، نے ام المومنین حضرت عائشہ پر تہمت زنا کا فتنہ اٹھایا جس کا مقصد مسلمان کے اخلاقی تفوق کو ختم کرنا تھا۔ یہ واقعہ غزوہ بنی المصطلق شعبان 6 ہجری کو پیش آیا۔)

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ابن شہاب فرماتے ہیں مجھے عروہ بن زبیر، سعید بن مسیب، علقمہ بن وقاص، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے حدیث بیان کی اور سب نے مجھے حدیث کا ایک ایک ٹکڑا ذکر کیا ان میں سے بعض اپنی احادیث کو دوسروں سے زیادہ محفوظ رکھنے والے تھے۔ میں نے ہر ایک سے وہ حدیث محفوظ کر لی جو انہوں نے مجھے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کی اور حدیث کا بعض حصہ بعض کی تصدیق کرتا ہے۔ راویہ ہیں ام لمومنین سیدہ عائشہ صدیقہ آپ بیان کرتی ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سفر پر جانے کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج میں سے کسی کو ساتھ لے جانے کے لئے قرعہ اندازی فرماتے ایک غزوہ میں قرعہ میرے نام نکل آیا۔ حجاب کے احکام نازل ہو چکے تھے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر پر روانہ ہوئی۔ مجھے ہودج میں بٹھایا جاتا اور ہودج سے اتارا جاتا ہم روانہ ہوئے یہاں تک کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ سے واپس تشریف لے آئے ہم مدینہ کے قریب پہنچ گئے تو ایک رات آپ نے کوچ کا حکم دیا جب آپ نے کوچ کا حکم دیا تو میں قضائے حاجت کے لئے چلی گئی اور لشکر سے دور نکل گئی فراغت کے بعد جب میں اپنے کجاوہ کی طرف چلی اچانک مجھے معلوم ہوا کہ

میرا سیپیوں کا ہار ٹوٹ کر گر گیا اس ہار کی تلاش میں میں نکل کھڑی ہوئی اور وہ لوگ جو میرے ہودج کو اٹھا کر اونٹ پر رکھتے تھے انہوں نے گمان کیا کہ میں ہودج میں بیٹھی ہوں، ویسے ہی ہودج اونٹ پر رکھ دیا۔ اس زمانے میں عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں، ان پر گوشت چڑھا نہیں ہوتا تھا کیونکہ بہت تھوڑا کھانا کھاتی تھیں اس لئے جب لوگوں نے میرے ہودج کو اٹھایا تو انہیں خلاف معمول نہ لگا۔ میری عمر اس وقت کم تھی، انہوں نے اونٹ کو اٹھایا اور روانہ ہو گئے ادھر لشکر کے چلے جانے کے بعد مجھے ہار مل گیا میں اپنے پڑاؤ پر پہنچی وہاں کوئی بلانے والا تھا نہ جواب دینے والا، میں اس جگہ پہنچ گئی جہاں میں پہلے ٹھہری تھی، میرا گمان تھا کہ جب وہ مجھے گم پائیں گے تو واپس میری طرف آئیں گے میں اس جگہ بیٹھی تھی کہ مجھ پر نیند غالب آ گئی اور میں سو گئی۔

حضرت صفوان بن معطل السلمی الذکوانی رضی اللہ عنہ لشکر کے پیچھے تھے تا کہ لشکر کی کوئی چیز پیچھے رہ جائے تو وہ اس کو ساتھ لے آئیں وہ رات کو چلتے رہے حتی کہ صبح کے وقت وہاں پہنچے جہاں میں سوئی ہوئی تھی انہوں نے ایک سوئے ہوئے انسان کو دیکھا اور میرے پاس آئے جب انہوں نے مجھے دیکھا تو مجھے پہچان لیا پردہ کے احکام نازل ہونے سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھ رکھا تھا جب انہوں نے مجھے پہچانا تو بولے **انا للہ و انا الیہ راجعون** میں سن کر بیدار ہو گئی اور اپنی چادر سے چہرہ ڈھانپ لیا اللہ کی قسم انہوں نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی اور سوائے **انا للہ و انا الیہ راجعون** کہنے کے میں نے ان سے کوئی بات نہ سنی حتی کہ انہوں نے اپنی اونٹنی کو بٹھا لیا اور میں اس پر سوار ہو گئی۔ وہ اونٹنی کو کھینچتے ہوئے آگے آگے چلے حتی کہ ہم اس وقت لشکر کے پاس پہنچے جب لشکر بوقت دوپہر سائے میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔

تو جس نے ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہوا۔ جس نے اس تہمت کو پھیلانے میں سب سے زیادہ حصہ لیا تھا وہ عبداللہ بن ابی بن سلول تھا حضرت عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عبداللہ بن ابی بن سلول نے اس خبر کو پھیلایا، وہ اس کو

بیان کرتے ہوئے جھوٹ سے سجاتا اور سن سنا کر خوش ہوتا۔

حضرت عروہ فرماتے ہے کہ جھوٹی تہمت لگانے والے مسلمانوں میں سے حسان بن ثابت ، مسطح بن اثاثہ، حمنہ بنت جحش کا دوسرے لوگوں کے ساتھ نام لیا جاتا ہے لیکن مجھے علم نہیں کہ ان کی تعداد کتنی ہے صرف اتنا معلوم ہے کہ وہ ایک گروہ تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے والذی تولی کبرہ منھم۔

سیدہ عائشہ کا حضرت حسان کی بابت نظریہ:

حضرت عروہ فرماتے ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہ ناپسند کرتی تھیں کہ ان کے سامنے حضرت حسان کے متعلق برا بھلا کہا جائے آپ فرماتی تھیں کہ حسان وہ ہیں جنہوں نے شان رسالت میں کہا تھا

فَإنّ أبي وَ وَالِدَتي وَعِرْضي لعرضِ محمدٍ منكمْ وقاء (1)

میرے والدین، میری اولاد اور میری عزت، محمد ﷺ کی عزت کو تم سے بچانے کیلئے ہے۔

سیدہ عائشہ کہتی ہیں: ہم مدینہ منورہ پہنچے، مدینہ پہنچنے کے بعد میں ایک ماہ تک بیمار رہی اور لوگوں میں اس تہمت کا چرچا رہا مجھے اس میں سے کسی بات کا پتہ نہیں تھا اور میری بیماری میں جس چیز سے زیادہ اضافہ ہوتا تھا وہ یہ تھی کہ میں اب رسول اللہ ﷺ کی وہ توجہ نہیں دیکھتی تھی جیسے آپ ﷺ بیماری کے ایام میں مجھ سے اظہار التفات کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لاتے اور پوچھتے تمہارا کیا حال ہے اور پھر واپس تشریف لے جاتے، اس سے مجھے رنج ہوتا تھا اور مجھے کسی خرابی کا پتا نہیں تھا حتی کہ ایک دن میں کمزوری کی حالت میں نکلی میرے ساتھ مسطح کی ماں بھی میدان کی طرف گئیں، یہ میدان ہماری قضائے حاجت کی جگہ تھی اور ہم صرف رات کے وقت ہی وہاں جاتے تھے اس وقت تک ہمارے گھروں میں بیت الخلاء نہیں تھے اور گھروں میں بیت الخلاء بنانے سے

1۔ حسان بن ثابت، دیوان حسان بن ثابت انصاری قصیدۃ (عفتُ ذاتُ الاصابِعِ) دار الکتب

ہمیں اذیت ہوتی تھی۔حضرت مسطح کی والدہ جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں وہ اور میں میدان میں گئے اور فراغت کے بعد جب ہم لوٹ رہے تھے تو مسطح کی والدہ چادر میں الجھ کر لڑکھڑا گئیں انہوں نے کہا مسطح ہلاک ہوجائے میں نے ان سے کہا آپ نے اچھی بات نہیں کہی کیا آپ ایسے شخص کو برا کہہ رہی ہیں جو مجاہدین بدر سے ہے انہوں نے کہا کیا آپ کو معلوم نہیں وہ کیا کہتا ہے؟ میں نے پوچھا کیا کہتا ہے؟ تب انہوں نے مجھے تہمت لگانے والوں کی بات سنائی اور میں مزید بیمار ہوگئی۔

حضرت عائشہ کہتی ہیں جب میں واپس گھر لوٹی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے، آپ نے سلام کیا اور پوچھا کیا حال ہے؟ میں نے کہا مجھے اجازت دیں میں اپنے میکے جانا چاہتی ہوں۔سیدہ عائشہ کہتی ہیں میرا ارادہ یہ تھا کہ میں اپنے ماں، باپ کے گھر جا کر ان سے اس خبر کی تحقیق کروں گی۔سیدہ عائشہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دے دی ،میں اپنے ماں باپ کے پاس گئی میں نے امی (ام رومان) سے پوچھا امی جان یہ لوگ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا بیٹی حوصلہ رکھو کہیں کوئی حسین عورت ہوگی جو اپنے شوہر کے نزدیک محبوب ہو اور اسکی سوکنیں بھی ہوں مگر وہ اس پر غالب آنے کی کوشش کرتی ہے۔میں نے کہا سبحان اللہ کیا واقعی لوگ ایسی باتیں کر رہے ہیں میرے آنسو تھے کہ تھمتے نہ تھے اور نیند مجھ سے روٹھ گئی حتی کہ مجھے روتے روتے صبح ہوگئی دوسری جانب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت اسامہ بن زید کو بلایا جب کہ وحی میں تاخیر ہوگئی تھی اور آپ ان سے اپنی اہلیہ کو الگ کرنے کے متعلق مشورہ کر رہے تھے۔حضرت اسامہ بن زید نے تو اس بات کا ذکر کیا جس کا انہیں علم تھا کہ آپکی اہلیہ اس تہمت سے بری ہے ان کو علم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اہلیہ سے کس قدر محبت کرتے ہیں وہ کہنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم آپکی اہلیہ کے متعلق سوائے خیر اور نیکی کے کوئی بات نہیں جانتے۔حضرت علی بن ابی طالب نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ پر تنگی نہیں کی اور حضرت عائشہ کے علاوہ اور بہت عورتیں ہیں پھر بھی آپ ان کی باندی سے

پوچھ لیجئے وہ آپ کو سچ سچ بتا دے گی۔

سیدہ عائشہ کہتی ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور فرمایا اے بریرہ کیا تم نے عائشہ کے متعلق کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جو تم کو شک میں ڈالے؟ حضرت بریرہ نے کہا نہیں اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں نے اس سے زیادہ اسکی کوئی بات نہیں دیکھی کہ وہ کم عمر لڑکی ہے، آٹا گوندھتے گوندھتے سو جاتی ہے اور بکری آ کر آٹا کھا جاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اس دن آپ نے عبداللہ بن ابی ابن سلول کی شکایت کی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا اے مسلمانو! اس شخص کے خلاف میری کون مدد کرے گا جس کی اذیت رسانی میرے گھر تک پہنچ گئی جبکہ میں نے اپنی اہلیہ پر سوائے خیر کے اور کوئی چیز نہیں جانی تب حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا اس معاملہ میں آپکی مدد کرونگا۔

اگر (قبیلہ) اوس میں سے کسی نے آپکو تکلیف پہنچائی ہے تو آپ ان کے خلاف ہمیں حکم دیں ہم حکم کی تعمیل کریں گے پھر قبیلہ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ کھڑے ہو گئے اور اس سے پہلے وہ ایک نیک شخص تھے لیکن عصبیت نے ان کو بھڑکا دیا انہوں نے حضرت سعد بن معاذ سے کہا اللہ کی قسم! تم نے جھوٹ بولا ہے تم اس کو قتل نہیں کر سکتے اور نہ تم اس کے قتل کرنے پر قادر ہو پھر حضرت سعد بن معاذ کے عم زاد حضرت اسید بن حضیر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے حضرت سعد بن عبادہ سے کہا اللہ کی قسم تم نے جھوٹ بولا ہے، ہم اس کو ضرور قتل کرینگے تم منافق ہو اور منافقین کی طرف سے جھگڑ رہے ہو پھر دونوں قبیلے اوس اور خزرج جوش میں آ گئے حتی کہ انہوں نے ایک دوسرے کو قتل کرنے کا ارادہ کیا حالانکہ ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو مسلسل ٹھنڈا کرتے رہے حتی کہ وہ خاموش ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی خاموش ہو گئے حضرت عائشہ نے کہا اس پورے دن میری آنکھوں سے آنسو نہیں رکے اور نیند

میری آنکھوں کا سرمہ نہ بنی، صبح میرے پاس میرے والدین بیٹھے ہوئے تھے، میں نے دو راتیں اور ایک دن رو رو کر گزارے تھے اور میرے والدین یہ گمان کر رہے تھے کہ میرا رونا میرے جگر کو پاش پاش کر دے گا جس وقت میرے ماں باپ میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور میں رو رہی تھی، انصار کی ایک عورت نے آنے کی اجازت طلب کی میں نے اس کو اجازت دے دی تو وہ میرے پاس بیٹھ کر رونے لگی۔ سیدہ عائشہ فرماتی ہیں جس وقت ہم اس کیفیت میں تھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سلام کر کے بیٹھ گئے اور جب سے تہمت لگائی گئی تھی آپ میرے پاس نہیں بیٹھے تھے ایک ماہ گزر گیا تھا اور میرے متعلق کوئی وحی نہیں نازل ہوئی تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلمہ شہادت پڑھا پھر فرمایا اے عائشہ! حمد وصلوۃ کے بعد مجھے تمہارے متعلق ایسی بات پہنچی ہے اگر تم بری ہو تو عنقریب مولا تمہاری برات نازل فرمائے گا اور اگر (بالفرض) تم گناہ کی مرتکب ہوگئی ہو تو اللہ سے استغفار کرو اور توبہ کرو کیونکہ جب بندہ گناہ کا اعتراف کر لے اور اللہ سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔

سیدہ عائشہ کہتی ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بات ختم کر لی تو میرے آنسو تھم گئے حتی کہ میں نے ایک قطرہ بھی محسوس نہیں کیا میں نے اپنے والد گرامی سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات کا جواب دیں انہوں نے کہا اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا کہوں پھر میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات کا جواب دیں انہوں نے بھی کہا کہ میں نہیں جانتی کہ میں کیا کہوں۔

سیدہ عائشہ کہتی ہیں میں نے کہا میں ایک کم عمر لڑکی ہوں میں بہت زیادہ قرآن مجید نہیں پڑھی لیکن اللہ کی قسم میں جانتی ہوں یہ بات آپ نے سن لی ہے اور آپ کے دلوں میں جا گزیں ہوگئی ہے اور آپ نے اس کی تصدیق کی ہے اگر میں کہوں کہ میں اس تہمت سے بری ہوں اور اللہ بھی خوب جانتا ہے کہ میں بری ہوں تو آپ ضرور میری تصدیق کریں

گے اور اللہ کی قسم میں آپ کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام کے والد کی مثال دیکھتی ہوں۔انہوں نے فرمایا تھافصبر جمیل و اللہ المستعان علی ما تصفون (1)

سیدہ کہتی ہیں پھر میں اس مجلس سے اٹھ کر بستر پر جا کر لیٹ گئی مجھے یقین کامل تھا کہ میں بری ہوں اور اللہ میری برات ظاہر فرمائے گالیکن اللہ کی قسم میں یہ گمان نہیں کرتی کہ اللہ میرے متعلق وحی نازل فرمائے گا پس اللہ کی قسم ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور گھر والے کوئی بھی اپنی جگہ سے نہ اٹھا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوگئی جس طرح آپ کو پسینہ آتا تھا اس طرح آپ پر پسینہ ظاہر ہوا حالانکہ وہ سخت سردی کا دن تھا پھر بھی ان آیات کے ثقل کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے سے موتیوں کی طرح پسینوں کے قطرے ٹپکنے لگے جب یہ کیفیت ختم ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرا رہے تھے جو پہلی بات آپ نے کہی وہ یہ تھی اے عائشہ! بے شک اللہ نے تمہیں بری کر دیا میری والدہ کہنے لگی تم حضور کے لئے کھڑی ہو جاؤ میں نے کہا اللہ کی قسم میں کھڑی نہیں ہونگی اور میں اللہ عزوجل کے سوا کسی کی حمد نہیں کروں گی پھر اللہ پاک نے یہ دس آیات نازل فرمائیں ان الذین جاءو ابالا فک عصبۃ منکم۔

جب اللہ پاک نے یہ دس آیات نازل فرمادیں تو جناب صدیق اکبر کہنے لگے کہ مسطح نے عائشہ کے متعلق جو کچھ کہا ہے میں اس کے بعد اس پر کوئی چیز خرچ نہیں کروں گا حضرت ابوبکر حضرت مسطح کو خرچ دیا کرتے تھے۔تب اللہ پاک نے یہ آیت نازل فرمائی ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعۃ ... غفور رحیم تک یہ آیت سن کر حضرت ابوبکر نے بے ساختہ کہا کیوں نہیں بے شک میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے پھر حضرت ابوبکر حضرت مسطح پر پہلے کی طرح خرچ کرنے لگے اور کہنے لگے کہ اللہ کی قسم میں مسطح پر کبھی خرچ کو بند نہیں کروں گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش سے

1۔ یوسف:18

میرے متعلق پوچھا اے زینب کیا تم کو اسکی کسی بات کا علم ہے یا تم نے کوئی بات دیکھی ہے انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنے کانوں اور اپنی آنکھوں کی حفاظت کرتی ہوں میں نے عائشہ میں سوائے خیر اور نیکی کے کوئی اور چیز نہیں دیکھی ۔حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج میں سے یہی وہ تھیں جو مجھ سے فائق اور برتر رہنا چاہتی تھیں اللہ تعالیٰ نے ان کو انکے تقویٰ اور پرہیز گاری کی وجہ سے محفوظ رکھا جبکہ ان کی بہن حمنہ بنت جحش مخالفین کی حمایت کی وجہ سے تہمت لگانے والوں کے ساتھ ہلاک ہو گئیں (1)

ابن شہاب کہتے ہیں یہ وہ حدیث ہے جو اس جماعت سے مجھ تک پہنچی ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں جس مرد کے متعلق لوگوں نے باتیں بنائیں وہ کہا کرتے تھے سبحان اللہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں نے کسی عورت کی شرمگاہ سے کبھی کپڑا نہیں ہٹایا پھر بعد میں وہ راہ خدا میں شہید ہو گئے ۔ابن شہاب نے ایک اور روایت نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! (بالفرض) اگر تو نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا ہے تو اللہ سے معافی طلب کر اور توبہ کر کیونکہ بندہ جب گناہ کا اعتراف کرلے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے تو اللہ پاک اسکی توبہ قبول فرماتا ہے۔ یہاں تک کہ فرمایا تہمت لگانے والوں میں سے جو ہلاک ہونے تھے ہلاک ہو گئے (2)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک اور حدیث ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر تشریف لائے اور میرے بارے میری خادمہ سے پوچھا تو اس نے کہا اللہ کی قسم میں اس پر کسی عیب کو نہیں دیکھتی مگر یہ کہ وہ سو جاتی ہے اور بکری گھر میں داخل ہو کر اس کے آٹے کو کھا لیتی ہے۔ اس پر آپ کے بعض صحابہ نے اس خادمہ کو ڈانٹا اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سچی بات بیان کر یہاں تک کہ اسے نیچے گرا دیا۔ خادمہ نے کہا سبحان اللہ میں عائشہ بارے میں اتنا جانتی ہوں جیسے سرخ سونے کی ڈلی کو سنار جانتا ہے۔اس

1۔صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب، لولا اذ سمعتموہ...، رقم :4750

2۔صحیح بخاری، کتاب الشہادات، باب تعدیل النساء بعضہن بعضا، رقم:2661

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی اترنا شروع ہوگئی جب آپ سے کیفیت ختم ہو گئی تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور پر خوشی دیکھی آپ اپنی پیشانی کو پونچھ رہے تھے اور فرمارہے تھے اے عائشہ! خوش ہوجا اللہ تعالیٰ نے تیری برات کا اعلان کردیا ہے۔ میرے والدین نے مجھے کہا ان کی طرف کھڑی ہوجا میں نے کہا نہیں اللہ کی قسم! میں کھڑی نہیں ہوں گی اور نہ تعریف کرونگی لیکن میں اس اللہ کی تعریف کرونگی جس نے میری براءت کو بیان کیا جبکہ آپ سب لوگوں نے باتیں سنیں اور کسی نے اس کا انکار کیا اور نہ غیرت کا اظہار کیا۔(1)

افک کی تعریف:

(اِنَّ الَّذِینَ جَآءُو بِالاِفكِ) کذب اور جھوٹ کی انتہاء کو افک کہتے ہیں۔ جھوٹ کو افک اس لیے کہتے ہیں کہ جھوٹ حق سے پھیرا ہوا ہوتا ہے جیسے کوئی شخص کسی چیز کو الٹا کردے تو اہل عرب کہتے ہیں افک الشیء حضرت عائشہ واقعی تعریف وتوصیف کی مستحق ہیں کیونکہ آپ سراپا عفت وشرافت تھیں لہذا جس شخص نے آپ پر بری تہمت لگائی تو یقینا اس نے معاملہ الٹا کردیا (عُصبَۃٌ مِّنکُم) اس جماعت میں عبداللہ بن ابی بن سلول، مسطح بن اثاثہ، حسان بن ثابت، حمنہ بنت جحش، طلحہ بن عبیداللہ کی بیوی وغیرہ تھے۔

(لَا تَحسَبُوہُ شَرًّا لَّکُم) خطاب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کو ہے اور بعض نے کہا کہ خطاب حضرت عائشہ آپکے والدین، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت صفوان کو ہے یعنی تم اس جھوٹ کو اپنے لیے برا خیال مت کرو!

(بَل ھُوَ خَیرٌ لَّکُم) کیونکہ اس کی وجہ سے اللہ تمہیں اجر دے گا اور تمہاری برات کا اعلان فرمائے گا (لِکُلِّ امرِیٍٔ مِّنھُم مَّا اکتَسَبَ مِنَ الاِثمِ) جس نے اس بہتان طرازی اور کذب بیانی میں جتنا حصہ لیا ہر ایک کو اس کے جرم کے مطابق سزا ملے گی (وَالَّذِی تَوَلّٰی کِبرَہٗ) یعنی جس شخص نے سب سے زیادہ حصہ لیا اور سب سے پہلے اس

1۔صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب، حدیث الافک، رقم الحدیث:4141

جھوٹ کا آغاز کیا۔

یعقوب نے کاف کے ضمہ کے ساتھ کُبرہ پڑھا ہے جبکہ عام قراء نے کاف کے کسرہ کے ساتھ کِبرہ پڑھا ہے۔ کسائی فرماتے ہیں یہاں دو لغتیں ہیں۔ ضحاک کہتے ہیں والذی تولی کبرہ کا معنی ہے وہ شخص جس نے اس جھوٹی بات کی تشہیر کی اور وہ عبداللہ بن ابی ہے۔

زہری عروہ سے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتی ہیں کہ والذی تولی کبرہ منھم سے مراد عبداللہ بن ابی بن سلول ہے اور عذاب الیم سے مراد آخرت میں آگ کا عذاب ہے۔

ابن ابی مُلیکہ نے عروہ سے اور انہوں نے حضر عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث افک میں روایت کیا ہے آپ فرماتی ہیں میں سوار ہو گئی تو صفوان نے اونٹ کی نکیل پکڑ لی، ہم منافقین کے ایک گروہ کے پاس سے گزرے ان بدبختوں کی عادت تھی کے علیحدہ ڈیرہ لگاتے تھے عبداللہ بن ابی جو رئیس المنافقین تھا اس نے پوچھا یہ عورت کون ہے؟ تو اس کے حواریوں نے کہا عائشہ ہے۔ بدبخت کہنے لگا بخدا نہ اس عورت نے اس سے نجات پائی ہے اور نہ صفوان اس سے بچا ہے۔ مزید کہا تمہارے نبی کی بیوی ہے اس نے ایک مرد کے ساتھ رات گزاری پھر صبح کو وہ مرد اسے اونٹ پر بٹھا کر لایا ہے۔ اُس کی اس تہمت میں حسان، مسطح اور حمنہ بھی شریک ہوئے تو یہ سارے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس تہمت میں زیادہ حصہ لیا۔

بعض لوگوں نے کہا والذی تولی کبرہ سے مراد صرف حسان بن ثابت ہیں۔ حضرت مسروق سے روایت ہے فرماتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کے پاس حاضر ہوا اس وقت آپکے پاس حضرت حسان بن ثابت یہ شعر پڑھ رہے تھے(1)

حَصانٌ رَزانٌ ماتزنُّ بریبَۃ وتُصْبِحُ غَرْثَی مِن لُحومِ الغوَافِلِ (2)

1۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، رقم 4146

2۔ دیوان حسان بن ثابت انصاری، ص190

ترجمہ: وہ پاکدامن، پر وقار اور سکون والی عورت ہے، کسی شک کی بناء پر اس پر الزام نہیں لگایا جاسکتا اور وہ صبح اس حال میں کرتی ہے کہ اس کا دل برائی سے خالی ہوتا ہے (یعنی پاکدامنی میں صبح کرتی ہے)

سیدہ عائشہ نے حضرت حسان سے فرمایا لیکن تم تو ایسے نہیں ہو مسروق فرماتے ہے میں نے حضرت عائشہ سے کہا آپ ان کو اپنے پاس آنے کی اجازت کیوں دیتی ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا والذی تولی کبرہ منھم لہ عذاب عظیم اس پر حضرت عائشہ نے فرمایا اندھا ہونے سے کونسا عذاب سخت ہے پھر فرمایا حضرت حسان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہجو کو دور کرتے تھے۔ روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو درے لگانے کا حکم دیا جنہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جھوٹی تہمت لگائی تھی۔ ان تمام کو ۸۰. ۸۰ کوڑے لگائے گئے (1)

(لولا) ایسا کیوں نہ ہوا (لَو لَآ اِذ سَمِعتُمُوہُ ظَنَّ المُؤمِنُونَ وَالمُؤمِنٰتُ بِاَنفُسِھِم) اپنے بھائیوں پر (خَیرًا) حسن نے کہا بانفسھم کا معنی ہے اپنے دین والے کیونکہ سب مومن ایک جان کی طرح ہیں (2)

اس کی مثال اللہ تعالیٰ کے یہ فرامین ہیں لاتقتلوا انفسکم

(اپنے آپکو نہ ہلاک کرو) (3)

فسلموا علی انفسکم (اپنوں کو سلامتی کی دعا دو) (4)

سیدہ عائشہ کی براءت کا حکم:

(وَ قَالُوا ھٰذَا اِفکٌ مُّبِینٌ) افک مبین یعنی کھلا جھوٹ۔

1۔ سنن ابوداود، کتاب الحدود، باب: فی حد القذف، رقم: 4474-4475

2۔ الکشف والبیان، ج 7، ص 79

3۔ النساء: 29

4۔ النور: 61

(لَو لَا جَآءُو عَلَیهِ بِاَربَعَۃِ شُھَدَآءَ) جس چیز کا انہوں نے گمان کیا تھا (فَاِذ لَم یَاتُوا بِالشُّھَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِندَ اللہِ ھُمُ الکٰذِبُونَ) اگر کہا جائے کہ جو شخص جھوٹ بولے وہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں جھوٹا ہے خواہ وہ گواہ پیش کرے یا نہ کرے تو پھر کیسے فرمایا کہ تہمت لگانے والے اس وقت جھوٹے ہونگے جب گواہ پیش نہ کرسکیں۔ جواب دیا جائے گا کہ اس کا معنی ہے وہ اللہ پاک کے حکم اور شریعت میں جھوٹے ہیں۔

بعض نے کہا اس کا معنی ہے کہ تم ان کو جھوٹا کہو اور بعض نے کہا کہ یہ خاص حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے ہے اور آیت کا معنی یہ ہے کہ یہ لوگ میرے علم اور غیب میں جھوٹے ہیں (وَلَو لَا فَضلُ اللہِ عَلَیکُم وَرَحمَتُہٗ فِی الدُّنیَا وَالاٰخِرَۃِ لَمَسَّکُم فِی مَا اَفَضتُم) جو تم نے سخن سازی کی ہے (فِیہِ) جھوٹ میں (عَذَابٌ عَظِیمٌ) جناب ابن عباس فرماتے ہیں عذاب عظیم سے مراد آخرت کا کبھی نہ ختم ہونے والا عذاب ہے کیونکہ دنیاوی عذاب کا ذکر اس سے پہلے ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا والذی تولی کبرہ منھم لہ عذاب عظیم اور ان کو دنیاوی عذاب اس اعتبار سے پہنچا کہ ان پر حد، کوڑوں کی صورت میں لگائی گئی۔

عمرۃ حضرت عائشہ سے روایت کرتی ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوگئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار افراد عبداللہ بن ابی، حسان بن ثابت، مسطح بن اثاثہ، حمنہ بنت جحش کو حد لگائی۔(1)

اِذ تَلَقَّونَہٗ بِاَلسِنَتِکُم وَتَقُولُونَ بِاَفوَاھِکُم مَّا لَیسَ لَکُم بِہٖ عِلمٌ وَّتَحسَبُونَہٗ ھَیِّنًا وَّھُوَ عِندَ اللہِ عَظِیمٌ ﴿15﴾ وَلَو لَآ اِذ سَمِعتُمُوہُ قُلتُم مَّا یَکُونُ لَنَآ اَن نَّتَکَلَّمَ بِھٰذَا سُبحٰنَكَ ھٰذَا بُھتَانٌ عَظِیمٌ ﴿16﴾ یَعِظُکُمُ اللہُ اَن تَعُودُوا لِمِثلِہٖٓ اَبَدًا اِن کُنتُم مُّؤمِنِینَ ﴿17﴾ وَیُبَیِّنُ اللہُ لَکُمُ الاٰیٰتِ وَاللہُ عَلِیمٌ حَکِیمٌ ﴿18﴾

15 تا 18 تک آیات کا ترجمہ وتفسیر:

﴿16﴾ اور جب تم نے یہ (بہتان) سنا تھا تو تم نے (اسی وقت) یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمارے

1۔ سنن ابی داود، کتاب الحدود، رقم: 4475 (ثعلبی نے ضعیف حدیث نقل کی ہے، صحیح وہی ہے، جو ابوداؤد کی حدیث نمبر 4475 میں ہے۔ اس میں عبداللہ بن ابی کا نام نہیں ہے

لئے یہ (جائز ہی) نہیں کہ ہم اسے زبان پر لے آئیں (بلکہ تم یہ کہتے کہ اے اللہ!) تو پاک ہے (اس بات سے کہ ایسی عورت کو اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب زوجہ بنادے)، یہ بہت بڑا بہتان ہے ﴿17﴾ اللہ تم کو نصیحت فرماتا ہے کہ پھر کبھی بھی ایسی بات (عمر بھر) نہ کرنا اگر تم اہلِ ایمان ہو ﴿18﴾ اور اللہ تمہارے لئے آیتوں کو واضح طور پر بیان فرماتا ہے، اور اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

واقعہ افک پر قرآنی تبصرہ:

(اِذ تَلَقَّو نَهٗ) اس (بہتان) کو اپنی زبانوں سے بیان کیا کرتے تھے۔ مجاہد اور مقاتل فرماتے ہیں اس کا معنی ہے کہ تم اس بات کو ایک دوسرے سے روایت کرتے تھے۔(1) کلبی کہتے ہیں ان میں سے ایک شخص دوسرے شخص تک بات پہنچاتا تھا پھر وہ کہتا مجھے ایسی ایسی بات پہنچی ہے۔ زجاج کہتے ہیں بعض بعض تک بات پہنچاتے تھے۔ حضرت عائشہ نے اس کو تَلِقو نہ لام کے کسرہ اور قاف کی تخفیف کے ساتھ ولق یلق سے مشتق کر کے قراءت کیا جس کا معنی جھوٹ بولنا ہے(2)

(وتقو لون با فوا ھکم ما لیس لکم بہ علم و تحسبو نہ ھینا) تم اس کو معمولی اور آسان گمان کرتے ہو کہ اس میں کوئی گناہ نہیں (وھو عند اللہ عظیم) گناہ میں (ولو لا اذ سمعتمو ہ قلتم ما یکون لنا ان نتکلم بھذا سبحا نک) یہاں پر کلمہ سبحانک تعجب کے لئے ہے (ھذا بھتان عظیم) بہت بڑا جھوٹ ہے کہ اس کے بڑا ہونے کی وجہ سے سننے والا مبہوت اور حیران رہ جاتا ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی والدہ نے جناب ابو ایوب انصاری سے کہا کہ حضرت عائشہ صدیقہ کے بارے لوگ جو باتیں کہہ رہے ہیں کیا وہ آپ تک نہیں پہنچیں؟ حضرت ابو ایوب نے جواباً کہا سبحانک ھذا بھتان عظیم، تو آپکے قول کے موافق یہ آیت نازل ہوئی (یعظکم اللہ) ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس

1۔ الکشف والبیان عن تفسیر القرآن، ج7، ص790

2۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب، حدیث الافک....، رقم:4144

کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ تم پر حرام کرتا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں منع فرماتا ہے (1)

(ویبین اللہ لکم الا یات) امر اور نہی میں (واللہ علیم) حضرت عائشہ اور صفوان کے معاملہ کو (حکیم) ان دونوں کے بری ہونے کا حکم دیا (2)

اِنَّ الَّذِینَ یُحِبُّونَ اَن تَشِیعَ الفَاحِشَۃُ فِی الَّذِینَ اٰمَنُوا لَھُم عَذَابٌ اَلِیمٌ فِی الدُّنیَا وَالاٰخِرَۃِ وَاللّٰہُ یَعلَمُ وَاَنتُم لَا تَعلَمُونَ ﴿19﴾ وَلَولَا فَضلُ اللّٰہِ عَلَیکُم وَرَحمَتُہٗ وَاَنَّ اللّٰہَ رَءُوفٌ رَّحِیمٌ ﴿20﴾

19 تا 20 آیات کا ترجمہ و تفسیر:

﴿19﴾ بیشک جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلے ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے، اور اللہ (ایسے لوگوں کے عزائم کو) جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ﴿20﴾ اور اگر تم پر (اس رسولِ مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میں) اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو (تم بھی پہلی امتوں کی طرح تباہ کر دیئے جاتے) مگر اللہ بڑا شفیق بڑا رحم فرمانے والا ہے۔

ابلاغیات کا اسلامی تصور:

(جدید دور میں ابلاغیات، ذرائع ابلاغ اور پریس کو ریاست کا چوتھا ستون کہا جاتا ہے جو معاشرے کے بناؤ اور بگاڑ میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ لہذا قوم کی ترقی، حکمرانوں کے احتساب و تنقید کے لئے ابلاغیات کے مثبت رول کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے)۔

(اِنَّ الَّذِینَ یُحِبُّونَ اَن تَشِیعَ الفَاحِشَۃُ) بے شک وہ لوگ جو پسند کرتے ہیں کہ معاشرے میں بے حیائی پھیلے اور زنا عام ہو۔

ذرائع ابلاغ اور معاشرہ:

ذرائع ابلاغ کی ترقی نے دوریوں کو سمیٹ دیا ہے۔ علم و خبر کی ترسیل میں آسانیاں پیدا

1۔ اللباب فی علوم الکتاب ج14، ص327

2۔ الکشف والبیان عن تفسیر القرآن، ج7، ص80

ہوئی ہیں۔ افکار و آرا کی ترویج اور ابلاغ کے لیے دائرۂ عمل وسیع تر ہو گیا۔ صاحبان علم و ہنر کے تعارف اور اثر پذیری میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا ہے۔ ان پہلوؤں سے دیکھیں تو یہ ترقی ایک خیر و برکت کی چیز ہے۔ لیکن ان ذرائع کے سوء استعمال نے کچھ نئے مسائل بھی پیدا کیے ہیں۔ یہ خیر کے علم بردار بنیں تو ان کے ذریعے سے ملک وقوم کی ترقی کا بڑا کام لیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ اگر شر کے نقیب بن جائیں تو ان کے ہاتھوں بربادی بھی آ سکتی ہے۔

اپنا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم من حیث القوم، ہمہ جہت زوال کا شکار ہیں۔ اقدار تلپٹ ہو گئی ہیں۔ مفاد پرستی کا غلبہ ہے۔ سفلی جذبات اور نفسانی محرکات کو انگیخت کرنے والے ایک تحریک کی صورت اختیار کر چکے ہیں۔ جرائم کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔ پسے ہوئے اور مظلوم طبقات بے چین ہی نہیں، منفی نفسیات میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ خاندان باہمی الفت اور اعتماد سے محروم ہو رہے ہیں۔ نئی نسل ناراض نسل ہے، وہ شکایت کے لہجے میں بولتی اور شکایت ہی کے انداز میں عمل کرتی ہے۔ دولت، اقتدار اور شہرت منزل بن گئے ہیں۔ عزت ان سے وابستہ ہو گئی ہے۔ علم و ہنر اور بر و تقویٰ، باعث شرف نہیں رہے۔ جس کے پاس دولت اور اقتدار ہے، وہ ''بڑا آدمی'' ہے، خواہ وہ خدا اور معاشرے کا مجرم ہو اور جس کا اثاثہ محض شرافت، دیانت اور وطن پرستی ہے، وہ ہیچ اور فرومایہ ہے، خواہ دین داری اور نیک روی میں اس کا کوئی ثانی نہ ہو۔

مذہب محض تفرقہ بازی کا ذریعہ بن کر رہ گیا ہے۔ جس کے علم برداروں کو امن و آشتی اور حب و الفت کا پیام بر ہونا چاہیے تھا، ان کی زبانوں پر دشنام اور ان کے ہاتھوں میں آتشیں اسلحہ ہے۔ عفو و درگزر اور رواداری تو ایک طرف، وہ اپنے مخالف کو زندگی کا حق دینے کے لیے بھی تیار نہیں۔ صورت حال اتنی گمبھیر ہے۔ لیکن ہمارے ذرائع ابلاغ اس کی درستی کے بجائے اس میں اضافے کا باعث بن رہے ہیں۔

انھوں نے عورت کے حسن و جمال کو جنس تجارت بنا لیا ہے۔ ان کے ہاں اس کی پذیرائی کم

ہی علوم وفنون اور شعر وتخلیق کے حوالے سے ہوتی ہے۔ بالعموم، اس کا کام عشوہ ترازی اور غمزہ وادا سے لوگوں کے لیے جذب وکشش اور تفریح کا سامان بننا ہے۔

عشق ومحبت کے مضامین کتابوں تک محدود نہیں رہے، شب و روز کا موضوع بن گئے ہیں۔ وہ باتیں جوایک خاص عمر میں پہنچ کر دسترس میں آتی تھیں، انھوں نے اب لوری کی جگہ لے لی ہے۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ وہ رشتے جن کی اساس ہی حیا پر رکھی گئی، آہستہ آہستہ اس سے محروم ہوتے جارہے ہیں۔ ماں اور بیٹا، باپ اور بیٹی اور بھائی اور بہن غرض رشتوں کی تقدیس اب ناپید ہوتی جارہی ہے۔

اخبارات ورسائل کا مطالعہ کریں، ریڈیو سنیں یا ٹی وی دیکھیں معلوم ہوتا ہے دنیا کے اہم ترین لوگ کھلاڑی اور اداکار ہیں۔ اصحاب علم وفن، ارباب شعروادب اور رجال تحقیق کو کسی معاشرے میں جو مقام حاصل ہونا چاہیے، وہ انہیں حاصل ہے۔ اس کایاپلٹ نے انھیں نونہالوں کا آئیڈیل بنادیا ہے۔ یہ اوران کی کامیابیاں اس طرح پرکشش بنادی گئی ہیں کہ اب نوجوانوں سے علوم وفنون کی طرف رغبت کی توقع کرنا مشکل ہے۔

خبر کی ترسیل اور صحت مفادات سے وابستہ ہے۔ سیاسی واقعات اور جرائم کی خبروں کو سنسنی خیز طریقے سے شائع کیا جاتا ہے۔ دوسری طرف ٹی وی اور فلم نے عورت اور مرد کے آزادانہ میل جول کے لیے تحریک چلا رکھی ہے۔ مجرمانہ سرگرمیاں اور مجرموں کی دیدہ دلیریاں پردۂ سکرین کی زینت بنادی گئی ہیں۔ معاشرے کی تصویر کشی کے دانش ورانہ تصور کے تحت جو کچھ دکھایا جاتا ہے، اس سے ان کی بیخ کنی ہونے کی بجائے ان کی تربیت کا کام ہورہا ہے۔

موجودہ دور کا عام آدمی سخت مشکل میں ہے۔ وہ اس دور میں زندہ ہے جس میں صرف اور صرف جھوٹ کی بادشاہی اور کذب کا غلبہ ہے۔ یہ دور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کے مصداق اور آپ کی پیش گوئی کے عین مطابق ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

" حضرت انس بن مالک سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" دجال کے خروج سے پہلے چند سال دھوکا وفریب کے ہوں گے۔ سچے کا جھوٹا بنایا جائے گا اور جھوٹے کو سچا بنایا جائے گا۔ خیانت کرنے والے کو امانت دار بنا دیا جائے گا اور امانت دار خیانت کرنے والا قرار دیا جائے گا اور ان میں رو بیضہ بات کریں گے۔ پوچھا گیا رو بیضہ کون؟ فرمایا گھٹیا (فاسق و فاجر) لوگ۔ وہ لوگوں کے اہم معاملات پر بولا کریں گے۔(1)

ہم اس دور میں زندہ ہیں جس پر جھوٹ کا غلبہ اور کذب کی حکمرانی ہے۔ یہ دور میڈیا کا دور ہے۔ کیا کسی سچے کو جھوٹا، جھوٹے کو سچا، امانت دار کو خائن اور خائن کو امانت دار ثابت کرنا میڈیا کے بائیں ہاتھ کا کھیل نہیں۔ کیا دنیا بھر میں لوگوں کے اہم معاملات پر رو بیضہ فاسق و فاجر لوگ روز گفتگو نہیں کرتے، تجزیہ نہیں پیش کرتے، کیا کوئی سنجیدہ، صاحب کردار، صاحب علم شخص آج کے میڈیا میں باوقار ہے۔ دنیا کا تمام میڈیا جس چکا چوند میں لوگوں کی آنکھیں چندھیائے ہوئے ہے۔ اس کا ایک ہی مقصد ہے کہ اپنی مرضی کا سچ، مرضی کا کلچر اور مرضی کی اطلاع لوگوں تک پہنچے جس سے ایک خاص مقصد کے مطابق نفرت اور محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو۔

میڈیا ایک تاریخ مرتب کر رہا ہے جو گزشتہ تاریخوں سے زیادہ متعصب، جھوٹی اور نا قابل اعتبار ہے۔ لیکن کس خوبصورتی سے وہ اپنے جھوٹ کو اس طرح پیش کرتا ہے کہ لوگوں کو وہی اصل حقیقت اور سچ محسوس ہوتا ہے۔

چونکہ موجودہ میڈیا نے اپنے اس جھوٹ کو سچ بنا کر پوری دنیا پر جنگ، قتل و غارت، بے سکونی اور موت مسلط کی ہے، اس لیے وہ اصل سچ، اصل حقیقت اور صحیح تصویر پیش کرنے والے کو اس قدر مطعون اور قابل نفرت بنا دیتا ہے کہ لوگ اصل سچ پر یقین ہی نہیں کرتے۔ جھوٹ کا یہ کاروبار پہلی جنگ عظیم میں تیز رفتاری سے آگے بڑھا

1۔احمد بن حنبل، ابوعبداللہ احمد بن محمد، مسند احمد 1332، موسسۃ الرسالۃ، بیروت،
احمد بن علی المثنی، امام، موصلی، مسند ابی یعلی، السنن الواردۃ فی الفتن، 3715، دار المامون تراث، بیروت

دوسری جنگ عظیم میں اسے اس قدر عروج حاصل ہوا کہ ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم برسانے کے بعد دو امریکی صحافی وہاں کا دورہ کرتے ہیں اور واشنگٹن پوسٹ میں رپورٹ شائع ہوتی ہے کہ دونوں شہروں کی آبادی میں کوئی تابکاری اثرات نہیں پائے گئے۔ ہٹلر کے وزیر گوئبلز کا قول مشہور ہوتا ہے کہ اتنا جھوٹ بولو کہ سچ محسوس ہو لیکن جوں جوں اس میڈیا کو عروج اور ترقی ملتی گئی، دھوکے اور فراڈ کا ماحول مزید مستحکم ہوتا گیا۔

ذرائع ابلاغ کی بہتری کے سلسلے میں چند تجاویز:

تصویر حال آپ نے ملاحظہ کی، اس کی سنگینی بڑی شدت سے تقاضا کرتی ہے کہ یہ ذرائع ابلاغ اصلاح احوال کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ یہ نہ صرف یہ کہ اپنا اصل کام انجام دیں، بلکہ ایک اسلامی نظریاتی ریاست میں ہونے کی وجہ سے اپنی زائد ذمہ داریوں سے بھی عہدہ برآ ہوں۔ ان کا اصل کام یہ ہے کہ یہ صرف انہی حقائق کی ترسیل اور ابلاغ کا ذریعہ بنیں، جو فی الواقع حقائق ہوں اور ان کا بیان کرنا انفرادی اور اجتماعی اخلاقیات کے منافی نہ ہو۔ رائے عامہ کی تربیت کا کام ایسے اسلوب میں کریں کہ ان کے اندر مثبت سوچ اور مثبت جذبات پیدا ہوں۔

یہ ایسے علوم وفنون کے سکھانے کا کام سرانجام دیں جو لوگوں کے لیے مفید ہوں اور اس سے ان کی روزمرہ کی زندگی کو بہتر کرنے میں مدد ملتی ہو۔ اس میں شبہ نہیں کہ اب بھی اخبارات اور بطور خاص ریڈیو اور ٹی وی سے ایک حد تک یہ کام لیا جا رہا ہے۔ لیکن اس میں نہ نشان منزل متعین ہے اور نہ طریق کار میں ہم آہنگی اور یک جہتی پائی جاتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ یہ کام باقاعدہ منصوبہ بندی سے کیا جائے۔

معاشرے میں کچھ لوگ اپنی تخلیقی صلاحیت اور فنی مہارت کے باعث ممتاز ہوتے ہیں۔ یہ ذرائع ان کی قدر شناسی کریں۔ ان کی مہارت اور صلاحیت سے معاشرے کو روشناس کرائیں۔ ان کے کام اور تخلیقات کے موثر طریقے سے معاشرے تک پہنچنے کا ذریعہ بنیں۔

اس سے نہ صرف یہ کہ ان لوگوں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے، بلکہ نئی نسل میں انھی کاموں میں آگے بڑھنے کا عزم پیدا ہوتا ہے اور یہ دونوں پہلو انتہائی اہم ہیں۔قدر ناشناسی کے باعث پہلا طبقہ سکڑتا جارہا ہے اورنئی نسل صحیح معنی میں تعمیری کام میں اپنا حصہ ڈالنے سے گریزاں ہے۔اسلام کے ساتھ وابستگی ان ذرائع کے کام میں دومزید چیزوں کا اضافہ کرتی ہے۔ایک یہ کہ یہ لوگوں میں صحیح ایمان پیدا کرنے کے لیے ایمانیات سے متعلق قرآن وسنت سے ماخوذ استدلال کو پیش کریں اوراس کی باربارتذکیر کریں تاکہ یہ چیزیں قلوب واذہان میں راسخ ہوں اور کوئی شیطانی فکر وفلسفہ انھیں ریب وتردد میں مبتلا نہ کرے۔دوسرے یہ کہ ان ایمانیات کے مطابق لوگوں میں صحیح عمل کی آبیاری کا کام کریں۔صحیح عمل کی اصل بنیاد لاریب، آخرت کا اجر ہے۔لیکن معاشرے کی تعمیراورامن وراستی بھی اسی میں مضمر ہے۔دین پر عمل پیرا ہونے کی دعوت، اس اعتبار سے دیکھیں تو دہرے نتائج کی حامل ہے۔ایک نتیجہ اس دنیا سے متعلق ہے اوردوسرادوسری دنیا سے اور ہم دونوں کی بہتری کے محتاج ہیں۔(اللہ پاک عمل کی توفیق عطافرمائے! آمین)

(فِی الَّذِینَ اٰمَنُوا لَهُم عَذَابٌ اَلِیمٌ فِی الدُّنیَا وَ الاٰخِرَةِ) هم ضمیر کا مرجع عبداللہ بن ابی اوراس کے دوسرے منافق ساتھی ہیں (1)

اور دنیا میں عذاب سے مراد حد قذف ہے جبکہ آخرت کے عذاب سے مراد آگ ہے۔(وَ اللّٰہُ یَعلَمُ)(اللہ جانتا ہے)ان کے جھوٹ، سیدہ عائشہ کے گناہ سے بری ہونے اوران کی پھیلائی ہوئی تہمت کو، اس میں اللہ کی ناراضگی ہے۔

اعلانیہ فحش کام کرنا:

عبدالرحمٰن بن عبداللہ نے کہا کسی بستی میں علی الاعلان زنا ہوگا اور سود کھایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس بستی کو ہلاک کرنے کی اجازت دے دے گا۔(2)

1۔الکشف والبیان، ج7،ص80

2۔طبری، محمد بن جریر، جامع البیان فی تاویل القرآن، موسسۃ الرسالہ جز5،ص133-134

اس کی تائیداس آیت سے ہوتی ہے: آپ کا رب اس وقت تک بستیوں کو ہلاک نہیں کرتا جب تک کہ ان بستیوں کے مرکز میں کسی رسول کو نہ بھیج دے جو ان پر ہماری آیات کی تلاوت کرے اور ہم اس وقت تک کسی بستی کو ہلاک نہیں کرتے جب تک اس بستی کے رہنے والے ظلم پر کمر نہ باندھ لیں۔

لہذا اس آیت میں ایسی بستیاں مراد ہیں جن کے رہنے والے کفر اور فحش گناہوں پر اصرار کرنے والے ہوں۔

(وَلَولَا فَضلُ اللهِ عَلَيكُم وَرَحمَتُهُ وَاَنَّ اللهَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ) لو لا کا جواب محذوف ہے وہ لعاجلكم بالعقوبة ہے یعنی تمہیں جلد عذاب دے دیتا۔

ابن عباس فرماتے ہیں لو لا فضل اللہ علیکم سے مراد مسطح، حسان اور حمنہ ہیں (1)

يٰـاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ الشَّيطٰنِ وَمَن يَّتَّبِع خُطُوٰتِ الشَّيطٰنِ فَاِنَّهُ يَامُرُ بِالفَحشَآءِ وَالمُنكَرِ وَلَولَا فَضلُ اللهِ عَلَيكُم وَرَحمَتُهُ مَا زَكٰى مِنكُم مِّن اَحَدٍ اَبَدًا وَّلٰكِنَّ اللهَ يُزَكِّي مَن يَّشَآءُ وَاللهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿21﴾ وَلَا يَاتَلِ اُولُوا الفَضلِ مِنكُم وَالسَّعَةِ اَن يُّؤتُوا اُولِي القُربٰى وَالمَسٰكِينَ وَالمُهٰجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللهِ وَليَعفُوا وَليَصفَحُوا اَلَا تُحِبُّونَ اَن يَّغفِرَ اللهُ لَكُم وَاللهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿22﴾ اِنَّ الَّذِينَ يَرمُونَ المُحصَنٰتِ الغٰفِلٰتِ المُؤمِنٰتِ لُعِنُوا فِي الدُّنيَا وَالاٰخِرَةِ وَلَهُم عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿23﴾ يَّومَ تَشهَدُ عَلَيهِم اَلسِنَتُهُم وَاَيدِيهِم وَاَرجُلُهُم بِمَا كَانُوا يَعمَلُونَ ﴿24﴾ يَومَئِذٍ يُّوَفِّيهِمُ اللهُ دِينَهُمُ الحَقَّ وَيَعلَمُونَ اَنَّ اللهَ هُوَ الحَقُّ المُبِينُ ﴿25﴾

21 تا 25 آیات کا ترجمہ وتفسیر:

﴿21﴾ اے ایمان والو! شیطان کے راستوں پر نہ چلو، اور جو شخص شیطان کے نقوشِ قدم پر چلتا ہے تو وہ یقیناً بے حیائی اور برے کاموں (کے فروغ) کا حکم دیتا ہے، اور اگر تم

1۔صحیح بخاری، کتاب: تفسیر القرآن، باب: ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ.... رقم 4757

پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی شخص بھی کبھی (اس گناہِ تہمت کے داغ سے) پاک نہ ہوسکتا لیکن اللہ جسے چاہتا ہے پاک فرمادیتا ہے، اور اللہ خوب سننے والا جاننے والا ہے ﴿22﴾ اور تم میں سے (دینی) بزرگی والے اور (دنیوی) کشائش والے (اب) اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ وہ (اس بہتان کے جرم میں شریک) رشتہ داروں اور محتاجوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو (مالی امداد نہ) دیں گے انہیں چاہئے کہ (ان کا قصور) معاف کر دیں اور (ان کی غلطی سے) درگزر کریں، کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے، اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے ﴿23﴾ بیشک جو لوگ ان پارسا مومن عورتوں پر جو (برائی کے تصور سے بھی) بے خبر اور نا آشنا ہیں (ایسی) تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت (دونوں جہانوں) میں ملعون ہیں اور ان کے لئے زبردست عذاب ہے ﴿24﴾ جس دن (خود) ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں انہی کے خلاف گواہی دیں گے کہ جو کچھ وہ کرتے رہے تھے ﴿25﴾ اس دن اللہ انہیں ان (کے اعمال) کی پوری پوری جزا جس کے وہ صحیح حق دار ہیں دے دے گا اور وہ جان لیں گے کہ اللہ (خود بھی) حق ہے (اور حق کو) ظاہر فرمانے والا (بھی) ہے۔

(یا یھا الذین امنوا لا تتبعوا خطوات الشیطن و من یتبع خطوات الشیطن فانہ یامر بالفحشاء) فحشاء سے مراد برے کام ہیں۔ **(والمنکر)** وہ کام جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہوں **(ولولا فضل اللہ علیکم و رحمۃ ما زکی)** مقاتل کہتے ہیں ما زکی کا معنی ما صلح ہے یعنی نیک نہ ہوتا۔

ابن قتیبہ کے نزدیک اس کا معنی پاک نہ ہونا ہے۔

(منکم من احد) بعض مفسرین کے نزدیک آیت عام ہے معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا گناہوں سے بچا کرو! تم پر اگر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی ایک بھی نیک نہیں بن سکتا۔

جبکہ بعض لوگوں کے نزدیک یہ ان لوگوں کو خطاب ہے جنہوں نے تہمت لگانے میں حصہ لیا معنی یہ ہے کہ یہ کام کرنے کے بعد وہ گناہوں سے پاک نہیں ہونگے۔

عطاء نے جناب ابن عباس سے یہی روایت کیا ہے نیز آپ نے فرمایا ماز کی کا معنی ہے کہ تم میں سے کسی کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی (1)

(ولکن اللہ یزکی) پاک کرتا ہے (من یشاء) گناہوں کو اپنی رحمت اور بخشش کے ساتھ۔(ولا یاتل) نہ قسم کھائیں! لا یاتل باب افتعال ہے اور آلیۃ سے مشتق ہے جس کا معنی قسم اٹھانا ہے ابوجعفر نے تاء کی تقدیم اور تاخیر ہمزہ کے ساتھ یتال پڑھا ہے (2)

(اولوا الفضل منکم و السعۃ) اس سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں

(ان یوتوا اولی القربی والمساکین والمہاجرین فی سبیل اللہ) اس سے مراد حضرت مسطح، حضرت ابوبکر صدیق کے خالہ زاد بھائی جو کہ مہاجر، غریب اور بدری صحابی تھے حضرت ابوبکر صدیق نے قسم اٹھائی کہ ان پر خرچ نہیں کریں گے (3)

(وَلیعفوا ولیصفحوا) حضرت عائشہ کے بارے جوانہوں نے باتیں کی ہیں چاہیئے کہ ان کو درگزر فرمائیں (الا تحبون) مخاطب جناب صدیق اکبر ہیں۔

(ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم) جب یہ آیت کریمہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صدیق کے سامنے پڑھی تو آپ نے فرمایا: بلکہ میں پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے۔ پھر جتنا خرچ مسطح پر کیا کرتے تھے ان کو اتنا خرچ دے دیا اور فرمایا کہ آئندہ کبھی بھی میں مسطح پر خرچ کرنے سے ہاتھ نہیں روکوں گا۔

ابن عباس اور ضحاک فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام میں سے کچھ لوگوں نے قسم اٹھائی تھی جن میں ابوبکر صدیق بھی تھے کہ وہ کسی بھی ایسے شخص پر صدقہ نہیں کریں گے جس نے حضرت عائشہ کے متعلق کوئی نازیبا بات کی ہے اور نہ ایسے لوگوں کو کوئی منفعت پہنچائیں گے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی (4)

1۔ الواحدی، علی بن احمد نیشاپوری، التفسیر البَسِیط، ج16، ص171، جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ

2۔ ابن جزری، شمس الدین محمد بن محمد، تحبیر التیسیر فی القراءات العشر، الاردن: دار الفرقان 1379ھ، ج1، ص480

3۔ الکشف والبیان، ج7، ص81

4۔ ایضاً، ج7، ص81

قذف کی تعریف:

(قذف اسلامی شریعت میں کسی پاک باز مرد یا پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگانے یا کسی صحیح النسب شخص کے نسب کے انکار کو کہتے ہیں۔ اور یہ گناہِ کبیرہ ہے)۔

(ان الذین یر مون المحصنت) پاکدامن (الغافلات) برائی کے تصور سے ناواقف (المو منات) گناہوں سے دور یعنی ان کے دلوں میں برائی کے تصور کا بھی گزر نہیں۔ سیدہ عائشہ بھی اسی طرح تھیں (لعنوا فی الدنیاوالاخرة) دنیا میں دُرے لگانے کی صورت میں اور آخرت میں آگ کا عذاب دیا جائے گا (ولھم عذاب عظیم) مقاتل نے کہا یہ عبداللہ بن ابی منافق کے بارے میں ہے۔ خصیف سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے سعید بن جبیر سے کہا کونسی مومنہ عورت ہے جس کو بندہ تہمت زنا لگائے تو اس پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت ہے؟ آپ نے فرمایا یہ ارشاد حضرت عائشہ اور ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہے (1)

عوام بن خوشب عن شیخ مَن بنی کاہل عن ابن عباس کے سلسلہ سے مروی ہے کہ یہ آیت سیدہ عائشہ اور ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہے اس آیت میں توبہ کا ذکر نہیں ہے اور جس نے کسی دوسری عورت پر تہمت لگائی تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے پھر یہ آیت پڑھی والذین یر مون المحصنت .... الا الذین تابوا۔ ان لوگوں کے لئے توبہ کا موقع ہے لیکن ازواج مطہرات پر تہمت لگانے والوں کے لئے توبہ کا موقع نہیں ہے (2)

دوسرے علماء فرماتے ہیں کہ یہ آیت ازواج مطہرات کے حق میں نازل ہوئی پھر یہ حکم جاری رہا حتی کہ اس سورت کی پہلی آیت والذین یر مون المحصنات سے لے کر فان اللہ غفور رحیم تک نازل ہوئی پس اللہ تعالیٰ نے کوڑوں اور توبہ کا حکم بعد میں نازل فرمایا۔ (یوم تشھد) حمزہ اور کسائی نے یاء کے ساتھ یشھد پڑھا ہے کیونکہ فعل مقدم

1۔ الکشف والبیان، ج7، ص82

2۔ ایضاً، ج7، ص82

ہے جبکہ دیگر قراء نے تاء کے ساتھ ہی تلاوت کیا ہے (1)

(علیھم السنتھم) یہ ان کی زبانوں پر مہر لگانے سے پہلے ہوگا **(وایدیھم وارجلھم)** روایت میں ہے کہ زبانوں پر مہر لگادی جائے گی پھر ہاتھ اور پاؤں وہ کچھ بیان کریں گے جوانہوں نے دنیا میں کیا ہوگا۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے کہ ان میں بعض کے ہاتھ پاؤ اور زبان دوسرے بعض کے خلاف گواہی دینگے۔

(یو مئذ یو فیھم اللہ دینھم الحق) دین سے مراد وہ جزاء ہے جو ان پر واجب ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں دین سے مراد ان کا عادلانہ حساب ہے **(ویعلمون ان اللہ ھو الحق المبین)** جس کا اس نے دنیا میں ان سے وعدہ فرمایا ہے اس کو ظاہر فرمانے والا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: عبداللہ بن اُبی دین میں شک کیا کرتا تھا، وہ قیامت کے دن جان لے گا کہ اللہ تعالیٰ ہی صحیح فیصلہ فرمانے والا اور ہر بات واضح فرمانے والا ہے (2)

اَلخَبِيثٰتُ لِلخَبِيثِينَ وَالخَبِيثُونَ لِلخَبِيثٰتِ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبٰتِ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ لَهُم مَّغفِرَةٌ وَّرِزقٌ كَرِيمٌ ﴿26﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَدخُلُوا بُيُوتًا غَيرَ بُيُوتِكُم حَتّٰى تَستَاْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلٰٓى اَهلِهَا ذٰلِكُم خَيرٌ لَّكُم لَعَلَّكُم تَذَكَّرُونَ ﴿27﴾ فَاِن لَّم تَجِدُوا فِيهَا اَحَدًا فَلَا تَدخُلُوهَا حَتّٰى يُؤذَنَ لَكُم وَاِن قِيلَ لَكُمُ ارجِعُوا فَارجِعُوا هُوَ اَزكٰى لَكُم وَاللّٰهُ بِمَا تَعمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿28﴾ لَيسَ عَلَيكُم جُنَاحٌ اَن تَدخُلُوا بُيُوتًا غَيرَ مَسكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ لَّكُم وَاللّٰهُ يَعلَمُ مَا تُبدُونَ وَمَا تَكتُمُونَ ﴿29﴾ قُل لِّلمُؤمِنِينَ يَغُضُّوا مِن اَبصَارِهِم وَيَحفَظُوا فُرُوجَهُم ذٰلِكَ اَزكٰى لَهُم اِنَّ اللّٰهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصنَعُونَ ﴿30﴾

آیات 26 تا 30 کا ترجمہ وتفسیر:

1۔ الحجۃ فی علل القرات السبع، ج4، ص49

2۔ التفسیر البسیط، ج16، ص182

﴿26﴾ ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لئے (مخصوص) ہیں اور پلید مرد پلید عورتوں کے لئے ہیں، اور (اسی طرح) پاک وطیب عورتیں پاکیزہ مردوں کے لئے (مخصوص) ہیں اور پاک وطیب مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے ہیں (سوتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزگی و طہارت کو دیکھ کر خود سوچ لیتے کہ اللہ نے ان کے لئے زوجہ بھی کس قدر پاکیزہ وطیب بنائی ہوگی)، یہ (پاکیزہ لوگ) ان (تہمتوں) سے کلیۃً بری ہیں جو یہ (بدزبان) لوگ کہہ رہے ہیں، ان کے لئے (تو) بخشائش اور عزت و بزرگی والی عطا (مقدر ہو چکی) ہے (تم ان کی شان میں زبان درازی کر کے کیوں اپنا منہ کالا اور اپنی آخرت تباہ و برباد کرتے ہو) ﴿27﴾ اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو، یہاں تک کہ تم ان سے اجازت لے لو اور ان کے رہنے والوں کو (داخل ہوتے ہی) سلام کہا کرو، یہ تمہارے لئے بہتر (نصیحت) ہے تاکہ تم (اس کی حکمتوں میں) غور و فکر کرو ﴿28﴾ پھر اگر تم ان (گھروں) میں کسی شخص کو موجود نہ پاؤ تو تم ان کے اندر مت جایا کرو یہاں تک کہ تمہیں (اس بات کی) اجازت دی جائے اور اگر تم سے کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو تم واپس پلٹ جایا کرو، یہ تمہارے حق میں بڑی پاکیزہ بات ہے، اور اللہ ان کاموں سے جو تم کرتے ہو خوب آگاہ ہے ﴿29﴾ اس میں تم پر گناہ نہیں کہ تم ان مکانات (وعمارات) میں جو کسی کی مستقل رہائش گاہ نہیں ہیں (مثلاً ہوٹل، سرائے اور مسافر خانے وغیرہ میں بغیر اجازت کے) چلے جاؤ (کہ) ان میں تمہیں فائدہ اٹھانے کا حق (حاصل) ہے، اور اللہ ان (سب باتوں) کو جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو ﴿30﴾ آپ مومن مَردوں سے فرما دیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں، یہ ان کے لئے بڑی پاکیزہ بات ہے۔ بیشک اللہ ان کاموں سے خوب آگاہ ہے جو یہ انجام دے رہے ہیں۔

صالح، صالحین کی تعریف کرتے ہیں:

(الخبیثات للخبیثین) اکثر مفسرین فرماتے ہیں کہ خبیث کلمات اور گفتگو خبیث لوگوں کے لئے ہے **(والخبیثون)** لوگ **(للخبیثات)** کلمات اور کلام کے لئے۔

(والطیبون) لوگ **(للطیبات)** کلام کے لئے ہیں۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ بری باتیں

برے آدمی کے لائق اور اچھی باتیں نیک اور پاک آدمی کے لائق ہیں پس حضرت عائشہ کہ آپکے حق میں اچھی تعریف کے کلمات کہے جائیں ۔زجاج کہتے ہیں اس کا معنی ہے کہ خبیث کلمات خبیث مرد اور عورتیں جبکہ پاکیزہ کلمات پاکیزہ مرد اور عورتیں کہتے ہیں (1)

یہ ان لوگوں کی مذمت ہے جنہوں نے سیدہ عائشہ پر زنا کی تہمت لگائی اور ان لوگوں کی تعریف و مدح ہے جن کی برات کو اللہ رب العزت نے بیان فرمایا ہے۔ابن زید آیت کا معنی بیان فرماتے ہیں کہ خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے اور خبیث مرد خبیث عورتیں کے لئے ہیں پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے ہیں ۔پس سیدہ عائشہ طیبہ طاہرہ ہیں اس وجہ سے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے پاک اور طاہر نبی کے لئے منتخب فرمایا ہے۔(اولئک مبرءون) اس سے مراد حضرت عائشہ اور حضرت صفوان ہیں دونوں کو لفظ جمع کے ساتھ ذکر کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان فان کان لہ اخوۃ تو اخوۃ جمع ہے اس سے مراد اخوان ہے (2)

بعض لوگوں نے کہا کہ اس کا معنی ہے پاکیزہ مرد اور عورتیں بری ہیں۔

(مایقولون لھم مغفرۃ و رزق کریم) مغفرۃ کا معنی ہے گناہ معاف کرنا اور رزق کریم سے مراد جنت ہے۔

فضائل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا:

روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا چند چیزوں پر فخر کا اظہار فرماتی تھیں جو ان کے علاوہ کسی اور عورت کو نہیں ملیں۔

1۔جبریل امین ان کی صورت ایک ریشم کے کپڑے میں لپیٹ کر لے آئے اور حضور کی بارگاہ میں عرض کی یہ حضور کی زوجہ محترمہ ہیں (3)

روایت ہے کہ جبریل حضرت عائشہ کی صورت اپنے ہاتھ میں لائے تھے۔

1۔الکشف والبیان، ج 16، ص184

2۔ایضاً، ج7، ص82

3۔سنن الترمذی، ابواب المناقب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب: فضل عائشہ رضی اللہ عنہا، رقم:3879

2۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ کے علاوہ کسی باکرہ عورت سے نکاح نہیں فرمایا تھا۔

3۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو آپکا سرانور حضرت عائشہ کی گود میں تھا۔

4۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپکے حجرہ میں مدفون ہیں۔

5۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کا نزول ہوتا جبکہ آپ حضرت عائشہ کے ساتھ لحاف میں ہوتے۔

6 حضرت عائشہ کی برات آسمان سے نازل ہوئی۔

7 حضرت عائشہ رسول اللہ کے خلیفہ کی صاحبزادی تھیں۔

8۔ آپ صدیقہ طیبہ تھیں۔

9۔ آپکے لیے مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ کیا گیا (1)

حضرت مسروق جب حضرت عائشہ سے روایت فرماتے تو اس طرح کہتے صدیقہ، صدیق کی بیٹی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوبہ جن کی برات آسمان سے نازل ہوئی، انہوں نے مجھ سے بیان کیا (2)

گھروں میں داخل ہونے کے آداب:

(یٰـاَیُّهَا الَّذِینَ اٰمَنُوا لَا تَدخُلُوا بُیُوتًا غَیرَ بُیُوتِکُم حَتّٰی تَستَاٰنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلٰٓی اَهلِهَا ذلکم خیر لکم لعلکم تذکرون) بعض لوگوں نے کہا کہ حتی تستانسوا کا معنی حتی تستاذنوا ہے یعنی یہانتک کہ تم اجازت مانگ لو۔ ابن عباس حتی تستاذنوا پڑھا کرتے اور فرماتے کہ حتی تستائنسوا کاتب کی غلطی ہے حضرت ابی بن کعب سے بھی یہی روایت ہے قراءت مشہورہ حتی تستانسوا ہے جو اجازت طلب کرنے کے معنی میں ہے (3)

بعض نے کہا الاستئناس کا معنی ہے طلب الانس یعنی آدمی دیکھے کہ گھر میں کوئی ہے

1۔ ابویعلی، احمد بن علی بن المثنی بن یحیی، المسند، رقم: 4626، دار المامون التراث، دمشق

2۔ ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، ج2، ص44، دار الکتاب العربی، بیروت

3۔ الکشف والبیان، ج7، ص84

تا کہ اس کو بتا دے کہ میں اندر آ گیا ہوں۔ خلیل نے کہا استئناس کا معنی دیکھنا ہے اسی سے اَنستُ نار اً (۵۲) میں نے آگ دیکھی (1)

بعض نے کہا استئناس کا معنی ہے کہ انسان سبحان اللہ، اللہ اکبر کہے یا کھنگھارے تا کہ گھر والے مطلع ہو جائیں۔ آیت کے حکم کا خلاصہ یہ ہے کہ آدمی اجنبی گھر میں بغیر سلام اور اجازت کے داخل نہ ہو۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ پہلے اجازت طلب کرے یا پہلے سلام کہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ پہلے اجازت طلب کرے اور کہے کیا میں داخل ہو جاؤں؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا حتی تستانسوا یہاںتک کہ تم اجازت طلب کرلو اور گھر والوں پہ سلام کرلو۔ اکثر علما فرماتے ہیں کہ پہلے سلام کرے۔ کہے السلام علیکم ! کیا میں داخل ہو جاؤں؟ اور آیت میں تقدیم و تاخیر ہے اصل عبارت اسطرح ہے حتی تسلموا علی اھلھا و تستا ذنوا حضرت عبداللہ بن مسعود کے مصحف میں اسی طرح مذکور ہے (2)

حضرت کلدۃ بن حنبل سے روایت ہے فرماتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا میں نے سلام کہا اور نہ اجازت طلب کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا واپس جاؤ اور کہو السلام علیکم ! کیا میں اندر آجاؤں؟ (3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ان سے اجازت طلب کی اور کہا کیا میں اندر آ سکتا ہوں ابن عمر نے فرمایا نہیں! آنے والے سے کسی نے کہا (پہلے) سلام کرو اس نے سلام عرض کیا تو اسے اجازت مل گئی (4) حضرت ابوموسی اشعری اور حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ اپنی محارم عورتوں کے پاس جاتے وقت اجازت طلب کرو (5)

1۔ طٰہٰ: 10

2۔ الکشف والبیان، ج7، ص84

3۔ سنن الترمذی، کتاب الاستئذان والاداب ماجاء فی التسلیم قبل الاستئذان، رقم: 2710

4۔ اللباب في علوم الكتاب، ج14، ص343

5۔ الکشف والبیان، ج7، ص84

حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن قیس نے حضرت عمر بن خطاب پر تین مرتبہ سلام پیش کیا لیکن آپ نے اجازت نہیں دی، وہ واپس لوٹ گئے حضرت عمر نے پیچھے پیغام بھیجا کہ واپس کیوں چلے گئے؟ حضرت ابو موسی اشعری نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے جب کوئی شخص تین مرتبہ سلام کرے اور اس کو جواب نہ ملے تو اسے چاہیے کہ وہ لوٹ جائے۔ حضرت عمر نے فرمایا جو تو نے بیان کیا اس پر تو گواہ لائے گا ورنہ میں تیرے ساتھ اس طرح، اس طرح کا سلوک کرونگا، اس کو دھمکی دی۔ راوی فرماتے ہیں ہم بیٹھے تھے کہ حضرت ابو موسی اشعری آئے خوف کی وجہ سے آپکے چہرے کا رنگ بدل چکا تھا ہم نے کہا کیا ہوا؟ آپ نے فرمایا میں نے حضرت عمر کو سلام کیا اور پھر اپنی پوری بات سنا دی پھر فرمایا تم میں سے کوئی ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہو؟ ہم نے کہا ہم نے سنی ہے فرماتے ہیں کہ صحابہ نے آپکے ساتھ ایک صحابی بھیجا وہ حضرت عمر کے پاس آئے اور یہ حدیث بیان کی (1)

بُسر بن سعید نے ابو سعید خدری سے جو روایت کی ہے اس میں ہے کہ ابو موسی اشعری فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص تین مرتبہ اجازت طلب کرے اور اسے اجازت نہ ملے تو اسے چاہیے کہ وہ واپس لوٹ جائے (2)

حسن فرماتے ہیں پہلی مرتبہ اجازت خبر دینے کے لئے، دوسری مرتبہ اجازت مشورہ کے لئے ہے اور تیسری مرتبہ اجازت، واپس لوٹ جانے کی اجازت مانگنے کے لئے ہے۔

(فَإِن لَّم تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدخُلُوهَا) یعنی اگر گھر میں کوئی بھی نہ ہو جو تمہیں اندر آنے کی اجازت دے تو داخل نہ ہو (حَتّٰى يُؤذَنَ لَكُم ۚ وَإِن قِيلَ لَكُمُ ارجِعُوا فَارجِعُوا) اگر گھر میں لوگ ہوں اور وہ کہہ دے کہ لوٹ جاؤ تو چاہیے کہ واپس چلے

1۔الکشف والبیان، ج7،ص850

2۔صحیح بخاری، کتاب الاستئذان، باب: التسلیم والاستئذان ثلاثا، رقم:6245

جائے اور دروازہ پر ایستادہ نہ رہے (هُوَ اَزْکیٰ لَکُم) واپس چلے جانا تمہارے لیے زیادہ بہتر اور مناسب ہے۔قتادہ کہتے ہیں کہ جب اجازت نہ ملے تو دروازہ پر نہ بیٹھے کیونکہ لوگوں کو کام ہوتے ہیں اور جب حاضر ہو جائے اور اجازت مانگے بغیر دروازہ پر بیٹھا انتظار کرتا رہے تو یہ جائز ہے۔

حضرت ابن عباس ایک انصاری کے دروازے پر طلب حدیث کیلئے تشریف لاتے تو دروازہ پر بیٹھ جاتے تاکہ وہ خود باہر تشریف لائیں اجازت طلب نہ کرتے تھے وہ انصاری باہر نکلتے تو کہتے اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کے صاحبزادے کاش آپ مجھے بتا دیتے حضرت ابن عباس فرماتے ہمیں اسی طرح ادب سے علم حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے(1)

حضرت سہل بن سعد الساعدی سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حجرہ مبارکہ کے پردہ سے جھانک کر دیکھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں لوہے یا لکڑی کی دندانے دار کنگھی تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے تو میں کنگھی اسکی آنکھوں میں چبھو دیتا۔جھانکنے سے روکنے کے لیے تو اجازت کو ضروری قرار دیا گیا ہے(2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی شخص بغیر اجازت تم پر تانک جھانک کرے اور تو کسی کنکری سے اسکی آنکھ پھوڑ دے تو تجھ پر کوئی مواخذہ نہیں(3)

(وَاللّٰہُ بِمَا تَعمَلُونَ عَلِیم) با اجازت اور بلا اجازت جو تم داخل ہوتے ہو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔جب گھروں میں داخل ہونے سے پہلے اجازت طلب کرنے کی آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ جو گھر مکہ، مدینہ شام کے درمیان ہیں اور جو راستوں پر

1۔اللباب فی علوم الکتاب، ج14،ص347

2۔صحیح بخاری، کتاب الاستئذان، باب: الاستئذان من اجل البصر، رقم:6241

3۔ایضاً، کتاب الدیات، باب من اطلع فی بیت...: رقم:6902

بنے ہوئے ہیں ان کا کیا حکم ہوگا اس لیے کہ ان میں تو کوئی رہتا نہیں ہے اس پر اللہ رب العزت نے یہ آیت نازل فرمادی (لَیسَ عَلَیکُم جُنَاحٌ اَن تَدخُلوا بُیُوتًا غَیرَ مَسکُونَۃٍ) اجازت طلب کرنے کے بغیر (کوئی حرج نہیں)(فِیھَا مَتَاعٌ لَّکُم) تمہارے لیے نفع ہے۔

بیوت کے متعلق اختلاف ہے قتادہ فرماتے ہیں اس سے مراد سرائیں اور وہ مہمان خانے اور ہوٹل ہیں جو مسافروں کیلئے بنائے جاتے ہیں تاکہ وہ ان میں ٹھہریں اواپنا سامان وغیرہ رکھیں ایسے مکانوں میں بغیر اجازت داخل ہونا جائز ہے۔ اور ان میں منفعت سے مراد ان میں ٹھہرنا، سامان رکھنا، سردی گرمی سے بچاؤ کرنا ہے۔ ابن زید کہتے ہیں ان بیوت سے مراد تاجروں کے گھر اور دکانیں ہیں جو بازاروں میں ہوتی ہیں لوگ ان میں خرید وفروخت کیلئے آتے جاتے ہیں اس سے مراد یہی منفعت ہے(1)

ابراہیم نخعی فرماتے ہیں بازاروں میں موجود دکانوں میں جاتے وقت اجازت طلب کرنے کا حکم نہیں ہے۔

ابن سیرین جب بازار میں کسی دکان پر جاتے تو کہتے السلام علیکم ااَدخُلُ؟ یعنی کیا میں داخل ہو جاؤں؟ پھر داخل ہوتے۔ عطاء فرماتے ہیں اس آیت میں بیوت سے مراد غیر آباد مکان ہیں اور ان میں منفعت سے مراد قضائے حاجت کرنا ہے بعض علماء فرماتے ہیں وہ تمام گھر مراد ہیں جہاں کوئی نہیں رہتا کیونکہ اجازت طلب کرنے کا حکم اس لیے ہے تاکہ کسی کی نگاہ کسی دوسرے کی شرمگاہ پر نہ پڑے تو جب یہ خوف اور اندیشہ نہ ہو تو بغیر اجازت داخل ہونا جائز ہے(2)

احکام پردہ (مردوں کے لئے):

(قُل لِّلمُؤمِنِینَ یَغُضُّوا مِن اَبصَارِھِم) ان چیزوں کی طرف دیکھنے سے جن کی طرف

1۔ الکشف والبیان، ج:7، ص:86

2۔ ایضا، ج:7، ص:86

نظر کرنا جائز نہیں ہے ۔بعض نے کہا کہ مِن صلہ کے لئے یعنی اپنی نظریں نیچی رکھیں۔بعض نے کہا کہ مِن اپنے معنی میں ہے کیونکہ مومنوں کو مطلق نظریں نیچی رکھنے کا حکم نہیں ہے بلکہ ان چیزوں سے نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم ہے جن کی طرف دیکھنا حلال نہیں ہے۔

مردوں کو نیچی نگاہ رکھنے کے متعلق احادیث:

اس سورت کے آغاز میں زنا کی ممانعت ہے اور زنا کا پہلا محرک اور سبب اجنبی عورتوں کو دیکھنا ہے اس لیے اس آیت میں مردوں کو اجنبی عورتوں کے دیکھنے سے منع فرمایا ہے۔
امام بخاری فرماتے ہیں کہ سعید بن ابی الحسن نے حسن بصری سے پوچھا کہ عجمی عورتیں اپنے سینوں اور سروں کو کھلا رکھتی ہیں؟ انہوں نے کہا تم اپنی آنکھوں کو ان سے دور رکھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے آپ مسلمان مردوں سے کہئے کہ اپنی نگاہوں کو نیچے رکھیں۔(1)
زہری نے کہا جن نابالغ لڑکیوں پر شہوت آئے ان کے جسم کے کسی حصہ کو دیکھنا جائز نہیں ہے خواہ وہ کم عمر ہوں۔(2)
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سواری پر اپنے پیچھے حضرت فضل ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بٹھالیا، اور حضرت فضل بن عباس بہت خوب صورت تھے یہ دس ذوالحجہ کا دن تھا لوگ آپ سے مسائل پوچھ رہے تھے اور آپ ان کو جواب دے رہے تھے۔
قبیلہ خثعم کی ایک حسین عورت آئی وہ بھی آپ سے سوال کر رہی تھی حضرت فضل کو اس عورت کی خوب صورتی اچھی لگی وہ اس طرف دیکھنے لگے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مڑ کر حضرت فضل کو اس عورت کی طرف دیکھتے ہوئے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل کی ٹھوڑی اپنے ہاتھ سے پکڑی اور ان کا چہرہ اس عورت کی طرف سے دوسری جانب پھیر دیا

1۔النور:30

2۔صحیح بخاری، کتاب الاستیذان، باب:2

اس عورت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ مسئلہ معلوم کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج فرض کیا ہے اور اس کا باپ بہت بوڑھا ہے وہ سواری پر بیٹھ نہیں سکتا آیا وہ اس کی طرف سے حج ادا کر سکتی ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں!(1)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم راستوں میں بیٹھنے سے بچو، صحابہ کرام نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! راستوں میں بیٹھنے کے سوا تو ہمارا گزارا نہیں ہم وہاں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہارا راستوں میں بیٹھنا ضروری ہے تو پھر تم راستوں کا حق ادا کرو صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! راستوں کا حق کیا ہے؟

آپ نے فرمایا نظر نیچی رکھنا راستہ سے تکلیف وہ چیز کو دور کرنا، سلام کا جواب دینا نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا(2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کا زنا سے حصہ لکھا دیا ہے جس کو وہ لامحالہ پائے گا پس آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، اور زبان کا زنا بات کرنا ہے نفس تمنا کرتا اور خواہش کرتا ہے اور اس کی شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔(3)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اچانک نظر پڑ جانے کے متعلق سوال کیا، آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں فوراً نظر ہٹا لوں۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان بھی کسی عورت کی طرف پہلی نظر ڈال کر نیچی کر لیتا ہے اللہ اس کے لئے ایسی عبادت پیدا

1۔صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، رقم:6228
2۔ایضاً، رقم:6229
3۔ایضاً، باب زنا الجوارح دون الفرج، رقم:6228

کر دیتا ہے جس میں حلاوت ہوتی ہے (1)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میرے لیے چھ چیزوں کے ضامن ہو جاؤ میں تمہارے لیے جنت کا ضامن ہوں جب تم میں سے کوئی شخص بات کرے تو جھوٹ نہ بولے اور جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی نہ کرے اور جب امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت نہ کرے اور اپنی نظریں نیچی رکھو اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو اور اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو (2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن ہر آنکھ رو رہی ہوگی سوائے اس آنکھ کے جو اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو دیکھ کر جھک گئی اور سوائے اس آنکھ کے جو اللہ کی راہ میں بیدار رہی اور سوائے اس آنکھ کے جس سے اللہ کے خوف سے آنسو کا ایک ننھا سا قطرہ بھی ٹپک پڑا۔ (3) (وَیَحفَظُوا فُرُوجَھُم) ان جگہوں سے جو ان کیلئے حلال نہیں ہیں۔ ابو العالیہ فرماتے ہیں سوائے اس مقام کے قرآن پاک میں جہاں بھی شرمگاہ کی حفاظت کا حکم ہے اُس سے مراد زنا اور حرام سے بچنا ہوتا ہے مگر یہاں پر شرمگاہ کی حفاظت سے مراد شرمگاہ کو چھپانا ہے تاکہ اس پر کسی کی نظر نہ پڑے (4)

غیر محرم کی طرف نگاہ کرنا:

(اِنَّ اللہَ خَبِیرٌ بِمَا یَصنَعُونَ) جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے۔ حضرت بریدہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو فرمایا اے علی! یکے بعد دیگرے کسی غیر محرم کو نہ دیکھو کیونکہ پہلی نظر (غیر ارادی) معاف ہے لیکن دوسری نظر نہیں (5)

1۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین، شعب الایمان، رقم: 5431، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

2۔ طبرانی، سلیمان بن احمد، معجم کبیر، رقم: 8018، دار احیاء التراث العربی، بیروت

3۔ دیلمی، ابو شجاع شیرویہ بن شہردار، الفردوس بماثور الخطاب، رقم: 4759، دار الکتب العلمیہ، بیروت

4۔ الکشف والبیان، ج: 7، ص: 86

5۔ سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب مایومر بہ من غض البصر، رقم: 2149

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے غیر محرم پر اچانک نظر پڑ جانے کے متعلق آقا علیہ الصلوۃ والسلام سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنی نظر کو پھیر لو(1)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی مرد، دوسرے مرد کی شرمگاہ نہ دیکھے اور کوئی عورت دوسری عورت کی شرمگاہ نہ دیکھے اور ایک مرد، دوسرے مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں نہ ملے اور نہ ایک عورت دوسری عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں ملے(2)

وَقُل لِّلمُؤمِنٰتِ يَغضُضنَ مِن اَبصَارِهِنَّ وَيَحفَظنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبدِينَ زِينَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنهَا وَليَضرِبنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبدِينَ زِينَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ اَو اٰبَآئِهِنَّ اَو اٰبَآءِ بُعُولَتِهِنَّ اَو اَبنَآئِهِنَّ اَو اَبنَآءِ بُعُولَتِهِنَّ اَو اِخوَانِهِنَّ اَو بَنِىٓ اِخوَانِهِنَّ اَو بَنِىٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَو نِسَآئِهِنَّ اَو مَا مَلَكَت اَيمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِينَ غَيرِ اُولِى الاِربَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفلِ الَّذِينَ لَم يَظهَرُوا عَلٰى عَورٰتِ النِّسَآءِ وَلَا يَضرِبنَ بِاَرجُلِهِنَّ لِيُعلَمَ مَا يُخفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ ۚ وَتُوبُوا اِلَى اللّٰهِ جَمِيعًا اَيُّهَ المُؤمِنُونَ لَعَلَّكُم تُفلِحُونَ ﴿31﴾

آیت نمبر 31 کا ترجمہ وتفسیر:

﴿31﴾ اور آپ مومن عورتوں سے فرمادیں کہ وہ (بھی) اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی آرائش وزیبائش کو ظاہر نہ کیا کریں سوائے (اسی حصہ) کے جو اس میں سے خود ظاہر ہوتا ہے اور وہ اپنے سروں پر اوڑھے ہوئے دوپٹے (اور چادریں) اپنے گریبانوں اور سینوں پر (بھی) ڈالے رہا کریں اور وہ اپنے بناؤ سنگھار کو (کسی پر) ظاہر نہ کیا کریں سوائے اپنے شوہروں کے یا اپنے باپ دادا یا اپنے شوہروں کے باپ دادا کے یا اپنے بیٹوں یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجوں یا اپنے بھانجوں کے

1۔ سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب مایومر بہ من غض البصر، رقم: 2148

2۔ سنن ترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی کراھیۃ مباشرۃ الرجل والمرءۃ المرءۃ، رقم: 2793

یا اپنی (ہم مذہب، مسلمان) عورتوں یا اپنی مملوکہ باندیوں کے یا مردوں میں سے وہ خدمت گار جو خواہش و شہوت سے خالی ہوں یا وہ بچے جو (کم سنی کے باعث ابھی) عورتوں کی پردہ والی چیزوں سے آگاہ نہیں ہوئے (یہ بھی مستثنیٰ ہیں) اور نہ (چلتے ہوئے) اپنے پاؤں (زمین پر اس طرح) مارا کریں کہ (پیروں کی جھنکار سے) ان کا وہ سنگھار معلوم ہو جائے جسے وہ (حکمِ شریعت سے) پوشیدہ کئے ہوئے ہیں، اور تم سب کے سب اللہ کے حضور توبہ کرو اے مومنو! تا کہ تم (ان احکام پر عمل پیرا ہو کر) فلاح پا جاؤ۔

خواتین کے لئے احکام پردہ:

(وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ) ان سے جن کو دیکھنا جائز نہیں (وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ) ان مقامات سے جو اس کیلئے حلال نہیں۔ بعض نے کہا یحفظن فروجھن کا معنی ہے کہ وہ اپنی شرمگاہوں کو چھپا کے رکھیں تا کہ اس کو کوئی اور نہ دیکھے۔

مروی ہے کہ حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھیں کہ عبداللہ بن ام مکتوم آگئے جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا ان سے پردہ کرلو ! ام سلمہ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ وہ تو ہمیں نہیں دیکھ رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم بھی نابینا ہو؟ تم اسے نہیں دیکھ رہی ہو (1)

مخلوط تعلیم میں نظر کی حفاظت:

اہلِ مغرب نے حقوق کی رٹ لگا کر مسلمانوں کو ایسی فحاشی و عریانی کی طرف دھکیل دیا ہے کہ اس کے تصور سے بھی انسانیت شرما جاتی ہے، آج کل مسلمان اسے گناہ ہی نہیں سمجھتا بلکہ ان کی اندھی تقلید کر کے اس پر فخر کرتا ہے، اب جبکہ عورتیں بے حجابانہ چار دیواری سے باہر دفاتر، کالجوں، اسکولوں اور سڑکوں پر آ گئی ہیں تو مرد پر لازم ہے کہ وہ

1۔ سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی قول عز وجل (وقل للمومنت یغضضن من ابصارھن) رقم: 4112

اپنی نظروں کی پوری پوری حفاظت کرے، اگر اچانک کسی پر نظر پڑ جائے تو یہ معاف ہے البتہ دوبارہ قصداً دیکھنا جائز نہیں۔ لیکن ایسے معاشرہ کی وجہ سے دنیوی فنون کو بالکل ترک کر دینا بھی صحیح نہیں بلکہ مسلمانوں کے ایک طبقہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ امورِ دنیویہ میں بھی مہارت حاصل کرے۔ لہذا اگر آپ کسی ایسے کالج میں پڑھ سکتے ہیں جہاں غیر مخلوط تعلیم ہے تو وہاں پڑھیں ورنہ بامر مجبوری یہاں پڑھنے کی گنجائش ہے، بشرطیکہ بدنظری کے گناہ سے بچنے کا پورا اہتمام کریں۔

مرد اساتذہ کا نوجوان لڑکیوں کو پڑھانا:

مرد اساتذہ کا بے پردہ نوجوان لڑکیوں کو پڑھانا ناجائز اور خطرناک عمل ہے یہ بے حیائی اور برائی پھیلنے کا بہت بڑا دروازہ ہے اس سے ہر حال میں احتراز لازم ہے۔ ہاں پردے میں رہ کر اپنی عزت وعظمت کا لحاظ رکھتے ہوئے سنجیدگی سے پڑھانا جائز ہے۔ بعض بزرگوں نے فرمایا کہ پڑھانے والا جنید بغدادی ہو پڑھنے والی رابعہ بصریہ ہو، کعبہ اللہ میں پڑھایا جارہا ہو پھر بھی خطرے سے خالی نہیں۔

خواتین کو سورہ یوسف کی تعلیم دینا:

اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ چند بزرگان کی روایات میں عورتوں کو اس سورہ کی تعلیم دینے سے منع کیا گیا ہے، شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ عزیز مصر کی بیوی اور مصر کی ہوس باز عورتوں سے مربوط آیات اگرچہ پورے عفتِ بیان کے ساتھ ہیں مگر ہوسکتا ہے بعض عورتوں کے لئے تحریک کا باعث ہوں اور اس کے برعکس تاکید کی گئی ہے کہ عورتوں کو سورۂ نور کی تعلیم دی جائے کہ جس میں حجاب کے بارے آیات ہیں۔

لیکن ان روایات کی اسناد جن میں خواتین کو سورت یوست کی تعلیم سے روکا گیا، ہرگز قابلِ اعتماد نہیں ہیں۔ علاوہ ازیں اس سورہ میں غور وخوض کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں نہ صرف یہ کہ عورتوں کے لئے کوئی نقطہ ضعف موجود نہیں ہے بلکہ عزیزِ مصر کی بیوی کا واقعہ ان سب کے لئے درسِ عبرت ہے کہ جو شیطانی وسوسوں میں گرفتار ہوتی ہیں۔

خواتین کا مزارات اور قبرستان جانا:

ابتدائے اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مطلقاً مرد و عورت سب کو قبرستان جانے سے منع فرمایا تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے (ابتداء) تمہیں قبرستان جانے سے منع کیا تھا، مگر اب (میں اجازت دیتا ہوں کہ) وہاں جایا کر۔(1) ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا: قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ تمہیں موت کی یاد دلاتی ہیں۔(2)

حدیث کے ظاہری الفاظ سے یہ اجازت عام ہے، مردوں کے ساتھ بظاہر تخصیص کا کوئی قرینہ نہیں ہے مگر اس کے باوجود فقہائے کرام نے عورتوں کو قبرستان جانے سے اس لئے منع کیا ہے کہ کہیں وہ بے پردہ نہ ہو کر جائیں۔ غیر محرم مردوں کے سامنے نہ آئیں وہاں جا کر نوحہ خوانی نہ کریں۔ الغرض شریعت کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ ہو اور دعا، ایصال ثواب تو گھر بیٹھ کر بھی کیا جا سکتا ہے مرد و عورت کا اختلاط کسی مقام پر بھی جائز نہیں ہے، حیات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جب خواتین مسجد نبوی میں نماز با جماعت ادا کرتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھوڑی دیر اپنی جگہ ٹھہرے رہتے تا کہ خواتین اپنے گھروں کو چلی جائیں۔

حضرت ام سلمہ بیان کرتی ہیں:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سلام پھیرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلام پھیرنے کے بعد عورتیں کھڑی ہو جاتی تھیں اور آپ کھڑے ہونے سے پہلے تھوڑی دیر اپنی جگہ پر رُکے رہتے تھے، زہری نے کہا اللہ زیادہ جانتا ہے ہمارا گمان یہ ہے کہ آپ اس لئے رکے رہتے تھے کہ عورتیں مردوں کے اختلاط سے پہلے گزر جائیں۔(3)

فقہائے کرام نے شرعی احتیاط کے پیش نظر عورتوں کو قبرستان جانے اور مساجد میں آنے سے بھی منع کیا ہے لیکن آج کل دین کی طرف رغبت دلانے اور دینی مسائل سے آگہی کے لئے مساجد میں عورتوں کے لئے نماز جمعہ اور تراویح میں شرکت کی اجازت دینا

1۔ صحیح مسلم، رقم: 2258

2۔ صحیح مسلم، رقم: 2257

3۔ صحیح بخاری، رقم: 870

ہمارے نزدیک دین کی حکمت کے مطابق ہے اور مستحسن ہے، بشرطیکہ وہ باپردہ ہوں ان کے آنے جانے کا راستہ جدا ہو، مردوں سے میل جول نہ ہو اور ان کی نماز کی جگہ میں پردے کا اہتمام ہو اور انہیں تاکید کی جائے کہ وہ ایسے چھوٹے بچوں کو لے کر نہ آئیں جنہیں مسجد کے آداب کا شعور نہ ہو جو مسجد میں شور مچا کر لوگوں کی نماز میں خلل ڈالیں اور مسجد کو آلودہ کریں۔ انہی شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے معمر عورتوں کو اپنے کسی عزیز کی قبر پر جانے کی اجازت دی جاسکتی ہے جبکہ وہاں جا کر نوحہ خوانی اور ادب میں حد سے تجاوز نہ ہو، لیکن خواتین سے ایسی احتیاط کی توقع کم ہوتی ہے اس لئے احتیاط کے پیش نظر علماء عورتوں کو مطلقاً مزارات پر جانے سے منع فرماتے ہیں۔ (1)

گرل فرینڈ، بوائے فرینڈ ایک گھناؤنا رشتہ:

اسلام میں عورت کو بہت عزت کا مقام دیا گیا ہے، عورت کا ہر روپ (ماں، بہن، بیٹی، بیوی) خوبصورت اور قابل احترام ہے۔

مگر آج کل بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں عورت سے ایک اور غلط رشتہ جوڑ دیا گیا ہے جسے (Girl friend) کہتے ہیں، یہ ایک انتہائی غلیظ رشتہ ہے، ہر شریف لڑکی ایسے گھناؤنے رشتے سے دور رہتی ہے اور ہر شریف لڑکا اس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

ایک بات ہمیشہ یاد رکھئے گا کہ لڑکیاں اپنی عزت ووقار کے ساتھ ہی اچھی لگتی ہیں کسی لڑکی کے لئے اس سے بڑھ کر ذلت کی کیا بات ہوگی کہ کوئی مرد محض اپنے وقت کو رنگین بنانے کے لئے اسے استعمال کر رہا ہو، مرد جسے عزت بنا کر اپنے گھر لے جانا چاہتا ہو اسے لے کر وہ کبھی ہوٹلوں یا پارکوں میں نہیں گھومتا اسے وہ گرل فرینڈ نہیں، بیوی بناتا ہے اور اس کے لیے باعزت راستہ اختیار کرتا ہے، ایک شریف لڑکا جو لڑکی کو سچ میں پسند کرتا ہوگا وہ اس کے گھر اپنے والدین کو بھیج کر رشتہ مانگے گا۔

جو لڑکا یا مرد آپ سے صرف گرل فرینڈ کا رشتہ رکھنا چاہے تو اس لڑکے، مرد سے

1۔ مفتی، منیب الرحمٰن، تفہیم المسائل، ج:6 ص:176، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

دور رہیے، جو شخص آپ کو جائز مقام نہیں دے سکتا اس کی نظروں میں اپنی ماں بہن کی بھی کوئی عزت نہیں ہوگی۔ اوباش لڑکے معصوم لڑکیوں کو پھنسا کر ان کی عزت سے کھیلتے ہیں اور ان نادان لڑکیوں کو ہوش تب آتا ہے جب پانی سر سے گذر چکا ہوتا ہے، خدانخواستہ اگر آپ ایسے کسی مرد کے جھانسے میں آ کر ناجائز تعلقات قائم کر لیتی ہیں تو یہ مت بھولیں کہ اگر وہ انسان اچھا نہ ہوا تو کل سارا خمیازہ آپ کو بھگتنا پڑے گا کیونکہ ہمارے معاشرے میں مردوں کی غلطی قابل معافی ہوتی ہے مگر لڑکی کوئی غلط قدم اٹھالے تو معاشرہ تو معاشرہ لڑکی کے اپنے گھر والے بھی ساتھ دینے سے انکار کر دیتے ہیں اور ایسی صورت میں زبردستی کرائی گئی شادی میں سسرال والے بھی ایسی بہو کو دل سے قبول نہیں کرتے، یہ ہمارے معاشرے کی ایک تلخ سچائی ہے۔

میری عزت دار بہنو، ردائے فاطمہ کا صدقہ اللہ تمہاری عزتیں اور عصمتیں سلامت رکھے! براہ کرم نیٹ پر لڑکوں سے رشتے داریاں نہ بناؤ، نہ ہی ان کو اپنی تصاویر وغیرہ دکھاؤ، ضرورت کیا ہے آخر، خود کو نمائش کیلئے پیش کرنے کی؟

کیا آپ کو ہونے والے ان نقصانات کا اندازہ ہے جو کل آپ کی آنے والی زندگی تک تباہ کر سکتے ہیں؟ اپنی تصاویر اپنی فیملی کے لئے رکھیں، نیٹ پر ان تصاویر کا بلا اجازت کاپی کر کے غلط استعمال بھی ہو سکتا ہے اور آپ کو خبر تک نہیں ہوتی۔ ایسے کئی واقعات سامنے آئے ہیں جہاں لڑکیوں کی تصاویر یا ویڈیو بنائی گئی اور پھر انھیں بلیک میل کر کے غلط کام کرنے پر مجبور کیا گیا جس کے نتیجے میں کئی لڑکیاں جان کی بازی ہار گئیں۔

بس اتنا کہنا ہے کہ آپ مسلمان ہیں، غیر مسلم قوموں کا فعل اختیار نہ کریں جو اخلاقی پستیوں میں گر کر تباہ ہو چکی ہیں، اس مغربی کلچر کی یلغار کا مقصد صرف اور صرف ہماری روحانی تباہی ہے تا کہ ہم بھی اس مادی دنیا کے بھنور میں پھنس کر رہ جائیں! اس لئے اپنے آپ کو ایسا چاند نہ بناؤ جس پر ہر کسی کی نظر پڑے بلکہ ایسا سورج بنو جس پر نظر پڑتے ہی جھک جائے۔

اور دعا کیجئے کہ یا رب العزت سب کو امی عائشہ صدیقہ اور سیدہ فاطمۃ الزہرہ جیسی سیرت و کردار عطا فرما کر ایک ایسی اچھی بیٹی، بہن، بیوی اور ماں بننے کی توفیق دے جس سے تو اور تیرا پیارا حبیب علیہ وسلم صلی اللہ راضی ہو جائیں اور دعا ہے مولا امت محمد یہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزندوں کو باحیاء زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرما!

(آمین یا رب العالمین)

عورت کا مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا:

ابتدائی دور میں خواتین کو مسجد میں آنے، نماز باجماعت ادا کرنے کی اجازت تھی، اسی لئے حدیث پاک میں جماعت کی صفوں میں مرد اور عورت کی صف کے درمیان افضلیت اس طرح بیان فرمائی گئی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (نمازِ باجماعت میں اجر کے اعتبار سے) مردوں کی بہترین صف پہلی صف ہے اور بری صف آخری صف ہے (یعنی پہلی صف کی بہ نسبت اس کا اجر اور فضیلت کم ہے)۔ عورتوں کی بہترین صف آخری صف ہے اور بری صف پہلی صف ہے (یعنی وہ صف جو مردوں کی صف کے متصل ہے، کیونکہ اس میں نفس کے بہکاوے یا توجہ بٹنے کا اندیشہ ہو سکتا ہے)۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی صفوں کی ترتیب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں؛

ترجمہ: (جماعت میں ترتیب کے اعتبار سے) پہلے مردوں کی صف، پھر بچوں کی پھر خنثیٰ اور پھر عورتوں کی صفیں بنائی جائیں (1)

لیکن عہد فاروقی میں خلیفہ دوم حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فساد زمانہ کے سبب عورتوں کے مسجد آنے پر پابندی لگادی تھی۔

عمرہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

1۔ رد المحتار علی الدر المختار، ج2، ص270

عورتوں کے اس بناؤ سنگھار کو دیکھ لیتے جو انہوں نے اب ایجاد کیا تو ان کو (مسجد میں آنے سے) منع فرما دیتے، جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کیا گیا تھا۔ میں نے عمرہ سے پوچھا: کیا ان کو منع کر دیا گیا تھا؟ انہوں نے فرمایا: ہاں۔(1)

علامہ غلام رسول سعیدی (علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی 855ھ کے حوالے سے) لکھتے ہیں: اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عورتوں کے اس بناؤ سنگھار کو دیکھ لیتیں جو انہوں نے ہمارے زمانے میں ایجاد کر لیا ہے اور اپنی زیبائش اور نمائش میں غیر شرعی طریقے اور مزموم بدعات نکال لی ہیں، تو یقیناً اپنے موقف میں اور شدت اختیار فرماتیں"۔(2)

میں (علامہ غلام رسول سعیدی) کہتا ہوں اگر علامہ عینی ہمارے زمانے کی فیشن زدہ عورتوں کو دیکھ لیتے تو حیران رہ جاتے، اب اکثر عورتوں نے برقع لینا چھوڑ دیا ہے، سر کو دوپٹہ سے نہیں ڈھانپتیں۔ تنگ اور چست لباس پہنتی ہیں۔ بیوٹی پارلر میں جا کر جدید طریقوں سے میک اپ کراتی ہیں، مردوں کے ساتھ مخلوط اجتماعات میں شرکت کرتی ہیں میراتھن دوڑ میں حصہ لیتی ہیں، بسنت پر پتنگ اڑاتی ہیں، ویلنٹائن ڈے مناتی ہیں اس قسم کی آزاد منش عورتوں کے مسجد میں جانے کا تو کوئی امکان نہیں ہے البتہ چند اللہ سے ڈرنے والی خواتین ضرور مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے یا رمضان کے مہینے میں تراویح کی نماز پڑھنے جاتی ہیں، جہاں ان کی نماز کے لئے باپردہ جگہ بنائی جاتی ہے۔ سو جو خواتین پردہ کی حدود و قیود سے مسجدوں میں جائیں تا کہ وہ درس قرآن وحدیث، وعظ اور نصیحت سن سکیں تو میری رائے ہے کہ ان کو منع نہیں کرنا چاہیے جبکہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ایک قول میں اس کی گنجائش بھی ہے۔

علامہ زین الدین بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی 795ھ لکھتے ہیں مردوں کے ساتھ جماعت میں خواتین کے مسجد میں نماز پڑھنے کے مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف رہا

1۔ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب انتظار الناس قیام الامام العالم، رقم: 869

2۔ عینی، بدرالدین محمود بن احمد عمدۃ القاری، جلد 6، ص: 227، مطبوعہ ادارہ الطباعۃ المنیر، مصر

ہے، بعض فقہاء نے اس کو ہر حال میں مکروہ کہا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی موقف ہے۔ امام احمد بن حنبل نے کہا: میں اس زمانہ میں عورتوں کے نکلنے کو مکروہ کہتا ہوں کیونکہ وہ فتنہ اور آزمائش ہیں۔ امام ابو حنیفہ سے ایک روایت یہ ہے کہ وہ عیدین کے سوا گھروں سے نہ نکلیں۔ بعض فقہاء نے بوڑھی عورتوں کو نکلنے کی اجازت دی ہے اور جوان عورتوں کو منع کیا ہے یہ امام مالک کا قول ہے اور ایک روایت کے مطابق امام شافعی امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول اور ہمارے اصحاب حنبلیہ کا بھی یہی قول ہے۔

بخاری و مسلم میں روایت ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کی بیوی مسجد میں آنے کی اجازت مانگے تو اسے منع نہ کرو۔

اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں ظاہر ہے کہ یہ حکم اس وقت کے لئے تھا جب عورتوں کو مسجد میں حاضری کی اجازت تھی، عہد فاروقی سے اس کی ممانعت کر دی گئی کیونکہ عورتوں میں فساد بہت آ گیا، اب فی زمانہ عورتوں کو باپردہ مسجدوں میں آنے اور علیحدہ بیٹھنے سے نہ روکا جائے۔ کیونکہ اب عورتیں سینماؤں، بازاروں میں جانے سے تو رکتی نہیں، مسجدوں میں آ کر کچھ دین کے احکام سن لیں گی، عہد فاروقی میں عورتوں کو مطلقا گھر سے نکلنے کی ممانعت تھی"۔

مرد ڈاکٹر سے عورت کا علاج کرانا:

برونائی دارالسلام میں منعقدہ آٹھویں اسلامی فقہی کانفرنس کے متفقہ فیصلے کے مطابق اگر مریضہ کے طبّی چیک اَپ کے لیے سپیشلسٹ لیڈی ڈاکٹر موجود ہو تو اس کا فرض بنتا ہے کہ وہ بذاتِ خود چیک اَپ کا فریضہ سرانجام دے اور اگر مسلمان لیڈی ڈاکٹر میسّر نہ ہو تو غیر مسلم لیڈی ڈاکٹر بھی اُسے چیک کر سکتی ہے اور اگر غیر مسلم لیڈی ڈاکٹر میسر نہ ہو تو مسلمان ڈاکٹر یہ فریضہ سرانجام دے سکتا ہے اور اگر مسلمان ڈاکٹر میسر نہ ہو تو پھر غیر مسلم ڈاکٹر چیک اَپ کا فریضہ سرانجام دے سکتا ہے اس شرط کے ساتھ کہ وہ مرض کی تشخیص اور علاج کی

غرض سے عورت کے بدن کے متاثرہ حصے کو ہی دیکھے اور حتی المقدور غض بصر سے کام لے اور پھر عورت کے علاج معالجے کا معاملہ، خلوتِ محرّمہ کے ارتکاب سے بچنے کے لئے خاوند یا محرم یا قابل اعتماد عورت کی موجودگی میں ہو۔

مزید برآں فقہی کانفرنس محکمہ صحت کے ذمہ داران کو تلقین کرتی ہے کہ وہ طبّی علوم کے شعبوں میں عورتوں کی اسپیشلائزیشن کی حوصلہ افزائی کریں خصوصاً تولید ووضع حمل جیسے نسوانی معاملات کے شعبے میں، اس بات کے پیش نظر کہ ان کے آپریشن کے لیے عورتیں بہت کم ہیں اور اس وجہ سے بھی کہ استثنائی قاعدے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔

اور بسا اوقات بعض مریض خواتین ڈاکٹر کے کہنے سے پہلے ہی بغیر کسی مصلحت اور ضرورت کے اپنے بدن کا کوئی حصہ کھول دینے میں حرج محسوس نہیں کرتیں حالانکہ اُنہیں ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔

علماء فرماتے ہیں:

لیڈی ڈاکٹر دستیاب نہ ہونے کی صورت میں مرد ڈاکٹر سے عورت کے علاج میں کوئی حرج نہیں اور اہل علم نے جائز قرار دیا ہے کہ ایسی صورت میں مرد طبیب سے علاج کروا سکتی ہے۔ عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ ڈاکٹر کے سامنے اپنے بدن کا وہ حصہ کھول دے جس کے کھولے بغیر تشخیص اور علاج ممکن نہ ہو، البتہ اس صورت میں اس کے ساتھ محرم کا ہونا ضروری ہے، کیونکہ غیر محرم طبیب کے ساتھ عورت کا علیحدگی میں ہونا حرام ہے۔

لیڈی ڈاکٹر سے مرد کا علاج کرانا:

بعض کامل ایمان والے لیڈی ڈاکٹر سے اپنا علاج کروانے سے منع بھی کرتے ہیں جبکہ بعض کے طبائع نفسانی ہوتے ہیں اور وہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے یا وہ سمجھتے ہیں کہ جب لیڈی ڈاکٹر موجود ہے تو اس سے چیک اَپ کروانا جائز ہے اگرچہ ایمرجنسی کی صورت نہ بھی ہو۔ بعض ضعیف الایمان اور بے علم وعمل مریض بذاتِ خود نرس یا لیڈی ڈاکٹر سے چیک اَپ کروانے میں عار محسوس نہیں کرتے۔

اگر بالغ مریض مردوں کے لئے نرس یا لیڈی ڈاکٹر سے چیک اَپ کروانا ممنوع قرار دے دیا جائے تو اُن کے لئے اور اُن کے بعد والوں کے لیے معاملہ آسان ہو جائے گا اور ڈاکٹروں کی ایک بڑی تعداد کو ہر رورل ہیلتھ سنٹر اور شہری ہسپتالوں میں کھپایا جاسکے گا۔

اسلام میں خواتین کی فعالیت وملازمت:

اسلام بوقتِ حاجت وضرورت خواتین کے کام اور ملازمت کرنے سے انکار نہیں کرتا۔ عورت کی اہم ترین ذمے داري تربیت اولاد اور خاندان کی حفاظت ہے۔ اگر بامر مجبوری ملازمت کرنی پڑ جائے تو شرط یہ ہے کہ یہ ملازمت اور فعالیت، عورت کی معنوي اور انسانی کرامت وبزرگی اور قدر وقیمت سے منافات نہ رکھتے ہوں، کوئی اُس کی تذلیل وتحقیر نہ کرے اور اُسے اپنے سامنے تواضع اور جھکنے پر مجبور نہ کرے۔ تکبر تمام انسانوں کیلئے مذموم اور بدترین صفت ہے سوائے خواتین کے اور وہ بھی نامحرم مردوں کے مقابل! عورت کو نامحرم مرد کے سامنے متکبر ہونا چاہئے۔ "فلا یَخضَعنَ فِي القَولِ" عورت کو نامحرم مرد کے سامنے نرم وملائم لہجے میں بات نہیں کرنی چاہیے، اس لیے کہ یہ عورت کی عزت وعصمت کی حفاظت کیلئے لازم ہے۔ اسلام نے عورت کیلئے اِسی کو پسند کیا ہے اور یہ ایک مسلمان عورت کیلئے مثالی نمونہ ہے۔

عورت کی ملازمت کی جائز صورتیں:

اسلامی تقاضوں کے مطابق باپردہ اور محفوظ رہتے ہوئے باعزت طریقے سے عورتیں ملازمت کرسکتی ہیں مگر اس میں بھی چند باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے:

1۔ ملازم عورتیں مرد افسروں کے ماتحت نہ ہوں۔

2۔ عورتوں کے کام کے شعبے مردوں سے الگ ہوں۔

3۔ کسی بھی حوالہ سے مردوں کو عورتوں تک رسائی نہ دی جائے۔

درج بالا امور کا لحاظ رکھنا انتہائی ضروری ہے تاکہ مرد افسران ملازم خواتین کو غلط مقاصد

کے لیے استعمال نہ کرسکیں۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ مرد افسران غریب عورتوں کو تنخواہوں میں اضافے، ملازمت میں ترقی اور اعلیٰ عہدوں کا لالچ دے کر ان کے جذبات سے کھیلتے ہیں۔

ایسی اور اس جیسی برائیوں سے ممکنہ حد تک پاک شعبہ جات میں خواتین ملازمت کرسکتی ہیں۔

خاتون کا عزت بچانے کے لیے خودکشی کرنا:

خودکشی کے بارے میں اسلامی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ فعل حرام ہے اور اِس کا مرتکب اللہ تعالیٰ کا نافرمان اور جہنمی ہے۔

زندگی اور موت کا مالکِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ جس طرح کسی دوسرے شخص کو موت کے گھاٹ اتارنا پوری انسانیت کو قتل کرنے کے مترادف قرار دیا گیا ہے، اُسی طرح اپنی زندگی کو ختم کرنا یا اسے بلاوجہ تلف کرنا بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں ناپسندیدہ فعل ہے۔ ارشا ربانی ہے:

وَلَاتُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (1)

اور اپنے ہی ہاتھوں خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو، اور صاحبانِ اِحسان بنو، بے شک اللہ اِحسان والوں سے محبت فرماتا ہے۔

امام بغوی نے سورۃ النساء کی آیت نمبر 30 کی تفسیر کے ذیل میں سورۃ البقرۃ کی مذکورہ آیت نمبر 195 بیان کر کے لکھا ہے: **وقیل: أراد به قتل المسلم نفسه.**

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد کسی مسلمان کا خودکشی کرنا ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **لَا تَقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ (2)** اپنی جانوں کو مت ہلاک کرو! امام فخر الدین رازی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

1۔ البقرۃ،:195

2۔ النساء،:29

{وَلاتَقْتُلو اأَنفُسَكُمْ} يدل على النهى عن قتل غيره وعن قتل نفسه بالباطل.

{اور اپنی جانوں کومت ہلاک کرو} یہ آیت مبارکہ کسی شخص کو ناحق قتل کرنے اور خودکشی کرنے کی ممانعت پر دلیل شرعی کا حکم رکھتی ہے۔(1)

درج بالا آیات اوران کی تفاسیر سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں خودکشی قطعاً حرام ہے۔ اس لیے اگر کسی لڑکی پر خدانخواستہ حملہ ہو اور اسے عزت کے لٹنے کا ڈر ہو تو لڑکی اپنی بساط کے مطابق مزاحمت کرے، نہ کہ اپنی جان لے۔ کیوں کہ دورانِ جہاد بھی خودکشی کرنے والا جہنمی ہے، جس پر حدیثِ مبارکہ گواہ ہے۔ کسی غزوہ کے دوران میں مسلمانوں میں سے ایک شخص نے خوب بہادری سے جنگ کی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اس کی شجاعت اور ہمت کا تذکرہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علمِ نبوت سے انہیں آگاہ فرمادیا کہ وہ شخص دوزخی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ سن کر بہت حیران ہوئے۔ بالآخر جب اس شخص نے زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے خودکشی کرلی تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ حقیقت واضح ہوئی کہ خودکشی کرنے والا چاہے بظاہر کتنا ہی جری و بہادر اور مجاہد فی سبیل اللہ کیوں نہ ہو، وہ ہرگز جنتی نہیں ہوسکتا۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

ایک غزوہ (غزوہ خیبر) میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مشرکین کا آمنا سامنا ہوا اور فریقین میں خوب لڑائی ہوئی، پھر (شام کے وقت) ہر فریق اپنے لشکر کی جانب واپس لوٹ گیا۔ پس مسلمانوں میں ایک ایسا آدمی بھی تھا جو کسی اِکا دُکا مشرک کو زندہ نہ چھوڑتا بلکہ پیچھا کر کے اسے تلوار کے ذریعے موت کے گھاٹ اتار دیتا تھا۔ لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! آج جتنا کام فلاں نے دکھایا ہے اتنا اور کسی سے نہیں ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ تو جہنمی ہے۔ پس لوگ کہنے لگے کہ اگر وہ جہنمی ہے تو ہم میں سے جنتی کون ہوگا! مسلمانوں میں سے ایک آدمی کہنے لگا: میں صورتِ حال کا جائزہ لینے کی

1۔رازی، فخرالدین، محمد بن عمر، التفسیر الکبیر، 10:57، مکتبہ علوم الاسلامیہ، لاہور

غرض سے اس کے ساتھ رہوں گا خواہ یہ تیز چلے یا آہستہ۔ یہاں تک کہ وہ آدمی زخمی ہوگیا، پس اس نے مرنے میں جلدی کی یعنی اپنی تلوار کا دستہ زمین پر رکھا اور نوک اپنے سینے کے درمیان میں رکھ کر خود کو اس پر گرالیا اور یوں اس نے خودکشی کر لی۔ جائزہ لینے والے آدمی نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض کیا: میں گواہی دیتا ہوں کہ واقعی آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: بات کیا ہوئی ہے؟ اس شخص نے سارا واقعہ عرض کر دیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک ایک آدمی جنتیوں جیسے عمل کرتا رہتا ہے جیسا کہ لوگ دیکھتے ہیں لیکن درحقیقت وہ جہنمی ہوتا ہے؛ اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لوگوں کے دیکھنے میں وہ جہنمیوں جیسے کام کرتا رہتا ہے لیکن درحقیقت وہ جنتی ہوتا ہے۔(1)

درج بالا حدیث میں آقا علیہ السلام نے واضح طور پر فرما دیا کہ مشکلات کا مقابلہ کرنا جنتیوں والا، اور مشکلات میں خودکشی کر لینا جہنمیوں کا کام ہے۔ اگر مذکورہ لڑکی یا کوئی بھی فرد اپنی عزت، حرمت اور نظریات کے لیے مارا جائے تو وہ شہید ہے۔

حدیثِ مبارکہ ہے:

حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو اپنے مال کی حفاظت کرنے کے باعث قتل کر دیا جائے تو وہ شہید ہے۔ جو اپنی بیوی، اپنے خون اور اپنے دین کی حفاظت کرنے کے باعث قتل کر دیا جائے تو وہ شہید ہے۔(2)

اگر کوئی فرد اپنے اہلِ خانہ، اپنی جان اور دین کے تحفظ میں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے، تو وہ شہید کہلائے گا، تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ عورت اپنی عزت کی حفاظت کرتے ہوئے مزاحمت میں ماری جائے، تو اس کو بھی مرتبہ شہادت نصیب ہوگا۔ یہ صرف ایسے لوگوں کے لئے جواب ہے جو" اگر ہو جائے" پر اصرار کرتے ہیں۔

1۔صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة خيبر، رقم:3970

2۔أحمد بن حنبل، المسند، رقم:1652، موسسة قرطبة، مصر

عورت کی امامت کا حکم:

علامہ غلام سعیدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر تبیان القرآن جلد، 01،ص:393-97 میں اس مسئلے پر تفصیلی بحث کی ہے اور مذاہب اربعہ ان کے اصل مآخذ کے حوالہ جات کے ساتھ بیان کئے ہیں اس بحث کے شروع میں انہوں نے خلاصہ ان کلمات میں بیان فرمایا:

"جماعت کے مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ عورتوں کی جماعت ہے۔امام شافعی کے نزدیک عورت کا عورتوں کو نماز پڑھانا اوران کا باجماعت نماز پڑھنا جائز ہے امام احمد کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ عورتوں کی جماعت مستحب ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ غیر مستحب ہے امام مالک کے نزدیک عورتوں کا عورت کی اقتدا میں نماز پڑھنا ناجائز ہے۔امام ابوحنیفہ کے نزدیک عورت کا عورتوں کے لئے امام ہونا مکروہِ تحریمی ہے ہرچند کہ امام احمد اور امام شافعی کے نزدیک عورت کا عورتوں کے لئے امام ہونا جائز ہے لیکن انہوں نے یہ تصریح کی ہے کہ عورتوں کا مردوں کے لئے امام ہونا ناجائز ہے اور مردوں کے لئے عورت کی امامت باطل ہونے پر ائمہ اربعہ کا اجماع ہے"۔

عورت کی امامت کے بارے اصل یہ حدیث ہے:

"عبدالرحمٰن بن خلاد سے روایت ہے: ام ورقہ بنت نوفل بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غزوہ بدر کے لئے تشریف لے جانے لگے تو میں نے ان سے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے اپنے ساتھ جہاد میں جانے کی اجازت عنایت فرمائیں، میں بیماروں کی تیمارداری کروں گی، شاید اللہ تعالیٰ مجھے شہادت عطا فرما دے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے گھر میں سکون سے رہو، اللہ عزوجل آپ کو یقیناً شہادت عطا فرمائے گا عبدالرحمٰن بن خلاد کہتے ہیں کہ انہیں لوگ "شہیدہ" کہہ کر پکارتے تھے۔

عبدالرحمٰن کہتے ہیں: ام ورقہ بنت نوفل نے قرآن پڑھا ہوا تھا، تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت مانگی کہ وہ اپنے گھر میں ایک موذن رکھ لیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اس کی

اجازت دے دی۔

عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ ام ورقہ کا ایک غلام اور ایک باندھی تھی، ان دونوں کو انہوں نے مدبر بنالیا تھا (یعنی یہ کہا کہ میری موت کے بعد تم دونوں آزاد ہو گے)، ایک رات وہ دونوں کھڑے ہوئے اور ان کی چادر میں انہیں لپیٹ کر دبوچ لیا، یہاں تک کہ وہ وصال فرما گئیں اور وہ دونوں بھاگ گئے۔ صبح کے وقت جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے قتل کی اطلاع ملی تو انہوں نے لوگوں سے کہا: جس شخص کو ان دونوں کے بارے میں کچھ معلوم ہو یا جس نے ان دونوں کو دیکھا ہو، وہ انہیں پکڑ کر لے آئے (قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس قتل کا اعتراف کر لیا تھا)، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم پر ان دونوں کو سولی چڑھا دیا گیا اور مدینہ منورہ میں یہ پہلے دو شخص تھے جنہیں سولی چڑھایا گیا۔

(نوٹ: "اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں جو" شہیدہ" قرار دیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ بشارت پوری ہوئی اور انہیں ان کے مدبر غلام اور باندھی نے ظلماً قتل کر دیا)" ..... اگلی حدیث میں عبدالرحمٰن بن خلاد بیان کرتے ہیں: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام ورقہ بن نوفل سے ملنے ان کے گھر جایا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے ایک موذن مقرر کر دیا تھا اور انہیں حکم فرمایا کہ اپنے گھر والوں کی امامت کیا کریں.... عبدالرحمٰن بن خلاد بیان کرتے ہیں: میں نے دیکھا کہ ان کا موذن ایک بوڑھا شخص تھا (1)

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

" رائطہ حنفیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے فرض نمازوں میں عورتوں کی امامت کی اور ان کے وسط میں کھڑی ہوئیں" ۔

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما اذان دیتی تھیں، اقامت کہتی تھیں اور عورتوں کی امامت کرتی تھیں اور ان کے وسط میں کھڑی ہوتی تھیں" (2)

1۔ سنن ابی داؤد، رقم: 93-592

2۔ سنن کبریٰ للبیہقی، جلد 03، ص: 131 نشر السنہ، ملتان

اس طرح حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی عورتوں کی امامت کی روایت بھی سنن کبریٰ میں موجود ہے اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عورت ،عورتوں کی امامت کرے اوران کے وسط میں کھڑی ہو۔

اس پر سب کا اجماع ہے کہ عورت مردوں کی امامت نہیں کرسکتی اور جمعہ کی امامت بھی نہیں کرسکتی۔ ہمارے ائمہ میں سے علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی صاحبِ ہدایہ نے عورت کی امامت کو مکروہ تحریمی کہا ہے اور علامہ کمال الدین بن ہمام صاحبِ فتح القدیر نے لکھا ہے کہ یہ زیادہ سے زیادہ مکروہِ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ہے۔

تاہم اگر کہیں کوئی عورت ،عورتوں کی امامت کرے تو وہ آگے نہ کھڑی ہو بلکہ عورتوں کی صف کے درمیان میں کھڑی ہو۔

امام ابن ہمام کا عورتوں کے لئے عورت کی امامت کو مکروہِ تنزیہی قرار دینے کا سبب وہ احادیث ہیں جو اوپر مذکور ہوئیں ،جن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ام ورقہ کو امامت کی اجازت دی اور حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے عورتوں کی امامت فرمائی۔ امام ابن نجیم اور صاحب ہدایہ ودیگر فقہاء امت کا عورت کی امامت کو مکروہِ تحریمی قرار دینا فقہی اصول کی بنا پر ہے، جسے "البحر الرائق" میں بیان کیا گیا ہے اور شاید ان ائمہ کے نزدیک وہ اجازت ام ورقہ اور بعض صحابیات کے ساتھ خاص یا ان کے نزدیک یہ منسوخ ہے۔

ہمارے عہد کے مفتیانِ کرام دین حکمت اور ضرورت کے تحت موقع کی مناسبت سے کسی ایک موقف پر رائے دے سکتے ہیں۔ (واللہ اعلم)

وَ لَا يُبْدِينَ زِينَتَهُن) اپنی زیب وزینت محرموں کے علاوہ کسی کیلئے ظاہر نہ کریں! اس زینت سے مراد پوشیدہ زینت ہے کیونکہ زینت کی دو قسمیں ہیں۔ زینت خفی اور زینت ظاہری۔ زینت خفی جیسا کہ پازیب، پاؤں کی مہندی، ہاتھوں کے کنگن، بالیاں، ہار وغیرہ ان چیزوں کا ظاہر کرنا جائز ہے اور نہ ہی اجنبی آدمی کیلئے ان کی طرف دیکھنا جائز ہے۔ زینت سے مراد زینت کی جگہیں ہیں۔

(الا ما ظهر منها) اس سے مراد زینت ظاہرہ ہے۔ اہل علم نے اس ظاہری زینت میں اختلاف کیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ فرمایا ہے۔ سعید بن جبیر اور ضحاک کہتے ہیں اس سے مراد چہرہ اور ہتھیلیاں ہیں ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سے مراد لباس ہے اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان خذوا زینتکم عند کل مسجد (1) ہے۔ یہاں پر بھی زینت سے مراد لباس ہے۔ حسن فرماتے ہیں اس سے مراد چہرہ اور کپڑے ہیں۔ ابن عباس فرماتے ہیں۔ سرمہ، انگوٹھی اور ہاتھوں پر مہندی مراد ہے (2)

بناؤ سنگھار کے جواز کی صورت:

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور آپ مومن عورتوں سے فرما دیں کہ وہ (بھی) اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی آرائش و زیبائش کو ظاہر نہ کیا کریں سوائے (اسی حصہ) کے جو اس میں سے خود ظاہر ہوتا ہے اور وہ اپنے سروں پر اوڑھے ہوئے دوپٹے (اور چادریں) اپنے گریبانوں اور سینوں پر (بھی) ڈالے رہا کریں اور وہ اپنے بناؤ سنگھار کو (کسی پر) ظاہر نہ کیا کریں سوائے اپنے شوہروں کے یا اپنے باپ دادا یا اپنے شوہروں کے باپ دادا کے یا اپنے بیٹوں یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجوں یا اپنے بھانجوں کے یا اپنی (ہم مذہب، مسلمان) عورتوں یا اپنی مملوکہ باندیوں کے یا مردوں میں سے وہ خدمت گار جو خواہش و شہوت سے خالی ہوں یا وہ بچے جو (کمسنی کے باعث ابھی) عورتوں کی پردہ والی چیزوں سے آگاہ نہیں ہوئے (یہ بھی مستثنیٰ ہیں) اور نہ (چلتے ہوئے) اپنے پاؤں (زمین پر اس طرح) مارا کریں کہ (پیروں کی جھنکار سے) ان کا وہ سنگھار معلوم ہو جائے جسے وہ (حکم شریعت سے) پوشیدہ کیے ہوئے ہیں، اور تم سب کے سب اللہ کے حضور توبہ کرو اے مومنو! تاکہ تم (ان احکام پر

1۔ الاعراف:31

2۔ اللباب فی علوم الکتاب، ج14، ص456

عمل پیرا ہو کر) فلاح پا جاؤ''۔(1)

معلوم ہوا عورت کی زیب و زینت، Make up، بناؤ سنگھار سارا کا سارا صرف شوہر کے لئے ہے۔ اس عورت پر دوزخ کا عذاب ہوگا جو گھر شوہر کے دکھانے کے لئے کپڑے ہی نہ بدلے وہی پرانے میلے کچیلے کپڑوں کے ساتھ پھرتی رہے کہ میں کچن میں مصروف ہوں اور جب باہر جانے کا وقت آئے خواہ شادی بیاہ، شاپنگ، کسی کے گھر جانا ہو یا کوئی کلچر فنکشن ہو تو پھر نہائے دھوئے، شاندار کپڑے بھی پہنے، خوشبو بھی لگائے اور Make up کرے اس انداز کے ساتھ جائے کہ فاصلے سے بھی Smell آئے۔

اب وہ کس کے لئے بناؤ سنگھار کر کے جا رہی ہے؟ جس کے لئے اللہ نے حلال کیا تھا اس کو تو سب کچھ دکھایا نہیں۔ جس کے دل کو خوش کرنا تھا، جس کی محبت کو کھینچنا تھا، جس کے درمیان آپس میں مودت پیدا کرنی تھی۔ زیب و زینت، بناؤ سنگھار، کپڑے، فیشن سب کچھ جائز ہے مگر گھر میں اپنے شوہر کے لئے جب عورت یہ سب اپنے خاوند کے لئے نہ کرے اور گھر سے باہر نکلتے وقت لوگوں کو دکھانے کے لئے کرے تو یہ حرام ہے۔ باہر والوں کے لئے زیب و زینت اور گھر والے کو نظر انداز کرنا۔ یہ فیشن عذاب آخرت کا باعث ہوگا۔

بیوی کا فرض ہے کہ اپنے خاوند کے لیے بناؤ سنگھار کرے، میک اپ اس کے لئے حلال ہے، زیور حلال ہے، بناؤ سنگھار حلال ہے، زیب و زینت حلال ہے مگر جس کے لئے حلال کیا گیا ہے اس کا دل خوش کرے۔ غیروں کے لئے باہر کی مجالس کے لئے نہیں۔ بیٹیوں بہوؤں اور خواتین کو اس امر کا خیال رکھنا چاہیے۔

پلکوں، ابروؤں کا بنوانا، کٹوانا، چھیدوانا اور اکھاڑنا:

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت نے حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری لڑکی دلہن بنی ہے اور اسے چیچک نکل

1۔ النور، 31:24

آئی ہے جس کی وجہ سے اس کے بال جھڑ گئے ہیں۔کیا میں اس کے بالوں کے ساتھ بال ملا کر پیوند کر دوں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بال جوڑنے اور بال جڑوانے والی پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے،(1)

علامہ علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں:

ایک آدمی کا اپنے بالوں کے ساتھ دوسرے آدمی کے بالوں کو ملانا (پیوند کرنا) حرام ہے خواہ وہ اسی عورت کے بال ہوں یا کسی اور کے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: اللہ تعالیٰ نے بال ملانے والی، ملوانے والی، گودنے والی، گدوانے والی، دانتوں کو مصنوعی طریقے سے تیز کرنے والی اور کروانے والی اور بال نوچنے والی اور نچوانے والی پر لعنت فرمائی ہے(2)

اس مسئلے کی تفصیل علامہ غلام رسول سعیدی نے اپنی تصنیف شرح صحیح مسلم، جلد 6، صفحہ 481 تا 487 پر اس طرح بیان کی ہے:۔

"لیکن آج کل چونکہ شعبہ طب نے کافی ترقی کر لی ہے اور آدمی کے اپنے بالوں کو طبی عمل سے سر پر اُگایا جاتا ہے، جسے ہیئر پلانٹیشن (Hair Plantaion) کہتے ہیں۔لہذا میرے نزدیک یہ عمل جائز ہے کیونکہ ہمارے فقہاء نے عورت کے لئے اپنے گیسوؤں کے ساتھ (حلال) جانور کے بال جوڑنے کی اجازت دی ہے اور انہوں نے حدیث پاک میں بال جوڑنے کی ممانعت کو اس بات پر محمول کیا ہے کہ دوسرے انسانوں کے بالوں سے فائدہ اٹھایا جائے"۔

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں

اس میں کوئی حرج نہیں کہ عورت اپنے گیسوؤں کے ساتھ (حلال) جانور کے بال جوڑے۔جب حلال جانور کے بال یا رُواں جوڑا جا سکتا ہے تو پاک چیز سے بنے ہوئے مصنوعی بال بھی جوڑے جا سکتے ہیں۔

1۔صحیح مسلم، رقم:،5458، دار الکتب العلمیہ، بیروت

2۔رد المحتار علی الدر المختار، جلد 9، ص 454

اسی طرح علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

حدیث پاک میں بال نوچنے کی ممانعت شاید اس بات پر محمول ہے کہ کوئی عورت اجنبی مردوں کے سامنے اپنے آپ کو دلکش بنا کر آئے، لیکن اگر عورت کے چہرے پر اس طرح کے بال ہیں کہ جس سے اس کے شوہر کو نفرت پیدا ہوتی ہے تو اس صورت میں بال نوچنے (یا کسی پاک کیمیکل، پاؤڈر یا کریم سے صاف کرنے) کو حرام قرار دینا (حکمت دین اور فطرت سے) بعید بات ہے، کیونکہ خواتین کو تزئین کی ضرورت ہوتی ہے"۔(1)

خلاصہِ کلام یہ ہے کہ پلکیں اور ابرو بنوانے کو رواج نہیں دینا چاہیے، جو کہ آج کل بہت عام ہوتا جا رہا ہے۔ اس کو ایک فیشن بنا دیا گیا ہے۔ ضرورت ہو یا نہ ہو اکثر عورتیں اس فیشن کو اپنا رہی ہیں۔ جس کے لیے انہیں بیوٹی پارلرز کا رخ بھی کرنا پڑتا ہے، جو ایک تکلیف دہ عمل اور فضول خرچی کا ایک نیا راستہ بھی ہے۔ اس لیے اگر پلکوں یا ابروؤں کے بال بدصورتی کا سبب نہ ہوں، تو ان کو کٹوانا، چھیدوانا یا اکھاڑنا بالکل جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر یہ بال کسی کے چہرے کی بدصورتی کا سبب بن رہے ہوں، تو اس کو اجازت ہے کہ وہ ان اضافی بالوں کو مناسب طریقے سے ختم کردے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:

لا بأس بأخذ الحاجبين و شعر و جهه مالم يشبه بالمخنث

ابرو اور چہرے کے بال اکھاڑنے میں کوئی حرج نہیں، جب تک کہ ہیجڑوں سے مشابہت نہ ہو۔

کس طرح کا عبایا اور برقعہ پہنا جائے:

عورت کے لئے چہرہ، ہاتھ، اور پاؤں کے علاوہ سارا جسم چھپانا لازمی ہے۔ اب وہ کس طرح چھپایا جائے اس کے لیے کوئی مخصوص لباس نہیں ہے۔ کیونکہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔ پوری دنیا کے کونے کونے میں قیامت تک قائم رہنے والا ہے، اس لیے کوئی

1۔ ردالمحتار علی الدرالمختار، جلد 9، ص 455

پابندی نہیں لگائی گئی کہ فلاں کپڑا اور فلاں فلاں ڈیزائن ہی پہننا ضروری ہے کیونکہ علاقے، رسم ورواج اور گرمی سردی کی وجہ سے ہر ایک کی ضرورت مختلف ہو سکتی ہے۔ کشمیر، مری، انگلینڈ، امریکہ، اور اسٹریلیا میں رہنے والے ایک جیسا لباس نہیں پہن سکتے ہیں، لیکن اسلام نے یہ بتا دیا کہ لباس ایسا ہونا چاہیے جس میں پردہ ہو، گرمی سردی سے بچائے اور ستر کی حفاظت کرے۔ ایسا عبایا یا برقعہ جو اعضائے انسانی چھپانے کی بجائے واضح کرے، قطعاً برقعہ یا عبایا کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔

پوشیدہ زینت ظاہر کرنے کا حکم:

جب فتنے اور شہوت کا خوف نہ ہو تو بوقتِ حاجت وضرورت عورت کی ظاہری زینت کی طرف دیکھنا جائز ہے اور اگر شہوت کا خوف ہو تو نظریں نیچی رکھنے کا حکم ہے۔ اتنی مقدار میں عورت کو رخصت دی گئی ہے کہ یہ چیزیں عورت اپنے بدن سے ظاہر کر سکتی ہے۔ ان چیزوں کو نماز میں چھپانے کا حکم بھی نہیں ہے۔ ان اعضاء کے علاوہ عورت کا سارا بدن عورت ہے اور اس کا چھپانا فرض ہے۔ (وَلیَضرِبنَ بِخُمُرِھن) چاہیئے کہ اپنے دوپٹوں کو (عَلٰی جُیُوبِھن) اپنے سینوں پر ڈال لیں تا کہ اس کے ساتھ ان کے بال سینہ، گردن اور بالیاں چھپ جائیں۔ جب ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن کا حکم نازل ہوا تو انہوں نے اپنی چادریں پھاڑیں اور ان کو اوڑھنیاں بنالیا (وَلَا یُبدِینَ زِینَتَھُن) یعنی جو مخفی زینت ہے اس کا ظاہر کرنا نماز میں جائز ہے اور نا ہی غیر محرم کے سامنے۔ چہرے، پاؤں اور ہتھیلیوں کے علاوہ باقی سب پوشیدہ زینت ہے۔

(اِلَّا لِبُعُولَتِھِنَّ) ابن عباس اور مقاتل فرماتے ہیں اپنی چادر اور اوڑھنیاں صرف اپنے خاوند کے لئے اتار سکتی ہیں (1)

مرد اور عورت کا شادی سے پہلے ایک دوسرے کو دیکھنا:

فرمان الٰہی ہے: فَانْکِحُوْا مَاطَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ. ''اپنی پسند کی عورتوں سے نکاح

1۔ اللباب فی علوم الکتاب، ج 14، ص 357

کرو"۔(1)

یہ پسند دوطرفہ ہوگی، لڑکے کی طرف سے بھی اور لڑکی کی طرف سے بھی، کسی پر اس کی مرضی کے خلاف کوئی فیصلہ مسلط نہیں کیا جاسکتا

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک اور مقام پر شادی کا مقصد بیان فرمایا:

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ o

"اور یہ (بھی) اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے پیدا کیے تا کہ تم ان کی طرف سکون پاؤ اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کردی، بے شک اس (نظامِ تخلیق) میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں"۔(2)

اس ضمن میں چند احادیث درج ذیل ہیں:

"حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو پیغامِ نکاح دے اگر اس کی ان خوبیوں کو دیکھ سکتا ہو جو اسے نکاح پر مائل کریں، تو ضرور ایسا کرے۔ حضرت جابر کا بیان ہے کہ میں نے ایک لڑکی کو پیغام دیا اور چھپ کر اسے دیکھ لیا یہاں تک کہ میں نے اس کی وہ خوبی بھی دیکھی جس نے مجھے نکاح کی جانب راغب کیا لہٰذا میں نے اس کے ساتھ نکاح کرلیا"۔(3)

"حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مغیرہ بن شعبہ نے ایک عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جاؤ اسے دیکھ لو کیونکہ اس سے شاید اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں محبت پیدا کردے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا، پھر اس

1۔النساء:4

2۔الروم:21

3۔ابوداؤد، رقم:2082

سے نکاح کرلیا، بعد میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انہوں نے اپنی بیوی کی موافقت اور عمدہ تعلق کا ذکر کیا۔‘‘(1)

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بیوہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے اور کنوای لڑکی (بالغہ) کا نکاح بھی اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے۔لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! کنواری کی اجازت کیسے معلوم ہوتی ہے؟ فرمایا اگر پوچھنے پر وہ خاموش ہوجائے تو یہ بھی اجازت ہے۔‘‘(2)

مذکورہ بالا تصریحات کی روشنی میں لڑکے اور لڑکی کی پسند کا خیال رکھنا والدین پر لازم ہے ان کی مرضی کے خلاف شادی مسلط نہیں کی جانی چاہئے۔اسلام کی رو سے لڑکے کے لیے لڑکی کو دیکھنا اور لڑکی کے لیے لڑکے کو دیکھنے کی اجازت ہے۔اگر دیکھ کر جاننے کی کوشش کریں گے تو پھر حدود عبور ہوتی ہیں۔ جہاں Limit Cross ہونے کا ڈر ہو، وہاں سے بچنا بہتری ہے۔شادی سے پہلے ایک دوسرے کو دیکھنا بھالنا مغربی دنیا سے زیادہ تو کوئی نہیں کرتا۔شادی سے پہلے وہ سال دوسال دوست رہتے ہیں۔جب ایک دوسرے کو اچھی طرح دیکھ اور سمجھ لیتے ہیں، تو پھر شادی کرتے ہیں۔اس کے باوجود سب سے زیادہ طلاقیں اور علیحدگیاں مغربی دنیا میں ہی ہوتی ہیں۔آپ کو سو (100) میں سے دو (2) جوڑے ہی ایسے نظر آئیں گے جو بڑھاپے تک اکٹھے رہ رہے ہوں۔

ہمارے ہاں دو طبقے ہیں، ایک والدین کا ہے جو لڑکے لڑکی کی رائے لینا پسند ہی نہیں کرتا۔ دوسری طرف اولاد کا ایک ایسا طبقہ ہے جو والدین کی رائے لینا پسند نہیں کرتا۔وہ شادی سے پہلے ہی کبھی شاپنگ کے لیے جارہے ہیں اور کبھی سیر وتفریح کے لیے کئی کئی دن رات گھر سے غائب رہتے ہیں۔ والدین کو پوچھنے کی جرات تک نہیں۔ لیکن یہ دونوں انتہائیں ہیں، اسلام ان دونوں کو پسند نہیں کرتا۔آسان اور بہترین حل یہ ہے کہ دونوں خاندان ایک دوسرے کو کھانے پر مدعو کریں، اس طرح لڑکا لڑکی ایک دوسرے کو دیکھ بھی

لیں گے اور کوئی خرابی بھی پیدا نہیں ہوگی۔ مگر افسوس ایسا بہت کم لوگ ہی کرتے ہیں۔
اللہ ہدایت عطا فرمائے!

(اَو اٰبَآئِهِنَّ اَو اٰبَآءِ بُعُولَتِهِنَّ اَو اَبنَآئِهِنَّ اَو اَبنَآءِ بُعُولَتِهِنَّ اَو اِخوَانِهِنَّ اَو بَنِی اِخوَانِهِنَّ اَو بَنِی اَخَوٰتِهِن)

ان تمام کیلئے عورت کے باطنی زینت کی طرف نظر کرنا جائز ہے لیکن وہ حصہ جو ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے اسکی طرف دیکھنا جائز نہیں۔ خاوند کیلئے بیوی کے سارے بدن کو شرمگاہ کے علاوہ دیکھنا جائز ہے کہ خاوند کیلئے اسکی طرف دیکھنا مکروہ (ناپسندیدہ) ہے۔

(اَو نِسَآئِهِن) عورت کیلئے دوسری عورت کے ناف سے لے کر گھٹنے تک کے حصہ کے علاوہ اس کے باقی بدن کی طرف دیکھنا (بضرورت) جائز ہے جیسا کہ محرم مرد کا حکم ہے یہ اس وقت جائز ہے جب عورت مسلمان ہو۔ لیکن اگر غیر مسلم عورت ہو تو اس کے آگے مسلمان عورت کا اپنا بدن ظاہر کرنا جائز ہے یا نہیں اس میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ جس طرح مسلمان عورت کے سامنے مسلمان عورت کا اپنا بدن ظاہر کرنا جائز ہے اسی طرح غیر مسلمہ کے آگے بھی اپنا بدن ظاہر کرنا جائز ہے کیونکہ وہ بھی عورت ہے۔ جبکہ دیگر علماء نے فرمایا کہ مسلمان عورت کیلئے اپنا بدن کافرہ کے سامنے ظاہر کرنا جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا او نسائھن اور کافرہ ہماری عورتوں میں سے نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ دین میں اجنبیہ ہے لہذا یہ اجنبی مرد سے بھی دور ہوگی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو خط لکھا کہ اہل کتاب کی عورتوں کو مسلمان عورتوں کے ساتھ حمام میں داخل ہونے سے منع کیا جائے (1)

(اَو مَا مَلَکَت اَیمَانُهنُ) علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ غلام عورت کے لئے محرم ہے لہذا اگر غلام نیک ہو تو وہ عورت کے پاس آ سکتا ہے اور محارم کی طرح

1۔ الکشف والبیان، ج7، ص88

ناف سے لے کر گھٹنوں کے علاوہ اس کے باقی بدن کی طرف نظر بھی کرسکتا ہے قرآن پاک کے ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے یہی حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس غلام کے ساتھ حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لائے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ہبہ کیا تھا حضرت فاطمہ کے اوپر ایک کپڑا تھا جب آپ اسے سر پر ڈالتیں تو پاؤں نہیں ڈھانپے جاتے تھے جب آپ پاؤں ڈھانپتیں تو سر نہیں ڈھانپا جاتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی پریشانی دیکھی تو فرمایا اے فاطمہ اتنے اہتمام کی ضرورت نہیں ہے تیرا غلام اور تیرے والد تیرے پاس آئے ہیں (1)

بعض علماء نے فرمایا غلام عورت کیلئے اجنبی کی طرح ہے سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کا یہی مذہب ہے فرماتے ہیں کہ او ما ملکت ایما نھن سے مراد لونڈیاں ہیں غلام نہیں ہیں۔

ابن جریج سے مروی ہے کہ او نسائھن او ما ملکت ایما نھن کا معنی ہے کہ کسی مسلمان عورت کیلئے جائز نہیں کہ وہ مشرکہ عورت کے سامنے لباس اتارے لیکن جب مشرکہ لونڈی ہو تو اسکے سامنے زینت ظاہر کرنا جائز ہے۔

لونڈی سے بلا نکاح مباشرت کا مسئلہ:

عام طور سے لوگ یہ سوال کرتے ہی کہ بغیر نکاح کے لونڈیوں سے مباشرت کرنا ایک غیر اخلاقی فعل ہے حالانکہ اسلام میں اس کو روا رکھا گیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نکاح کے بعد بیوی سے مباشرت کرنا اور ان کے جسم پر خواہی نخواہی مالکانہ تصرف کرنا کیونکر اخلاقی فعل ہو گیا؟

1۔ احمد بن حنبل، المسند، 4:246، رقم:18179، نسائی، رقم:1865، دار الکتب العلمیہ، بیروت

نکاح کی حقیقت یہ ہے کہ دو مسلمان گواہوں کے سامنے ایک عورت خود یا اس کا وکیل کہے کہ میں اس شخص کے ساتھ اتنے مہر کے عوض خود کو یا اپنی موکلہ کو نکاح دیتا ہوں اور مرد کہے میں نے قبول کیا اور امام مالک کے نزدیک گواہوں کا ہونا بھی شرط نہیں ہے کسی مجمع عام میں ایجاب وقبول کر لیا جائے تو نکاح ہو جاتا ہے آخر ایجاب وقبول کے ان کلمات میں کیا تاثیر ہے کہ ایک عورت بالکلیہ مرد پر حلال ہو جاتی ہے؟

اصل واقعہ یہ ہے کہ محض ایجاب وقبول سے عورت مرد پر حلال نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے حلال ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے نکاح کی اس خاص صورت میں عورتوں کو مردوں پر حلال کر دیا ہے ورنہ تنہائی میں اگر عورت اور مرد ایجاب وقول کے یہی کلمات کہہ لیں تو وہ ایک دوسرے پر حلال نہیں ہیں، بلکہ نکاح کے بعد بھی بیوی کے ساتھ مباشرت کرنا مطلقاً حلال نہیں ہے۔ حیض اور نفاس کے ایام میں اللہ تعالیٰ نے اس کو بیوی سے مباشرت کی اجازت نہیں دی اس لئے ان ایام میں بیوی سے مباشرت کرنا مرد کے لئے جائز نہیں ہے، اس سے واضح ہو گیا کہ عورت کے مرد پر حلال ہونے کا سبب نکاح نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی اجازت ہے، اگر اللہ تعالیٰ نکاح کی صورت میں اجازت دے تو بیویاں شوہروں پر حلال ہو جاتی ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ ملک یمین کی صورت میں اجازت دے تو باندیاں مالکوں پر حلال ہو جاتی ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بعد وہ قابل اعتراض نہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بعد یہ بھی قابل اعتراض نہیں ہے۔

اب ہم آپ کے سامنے وہ آیت پیش کرتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے باندیوں کو مالکوں پر حلال کر دیا ہے بشرطیکہ اس کا باندی ہونا شرعاً صحیح ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ تم ایک سے زیادہ بیویوں میں عدل نہیں کر سکو گے تو ایک بیوی پر قناعت کرو یا اپنی باندیوں پر اکتفاء کرو۔(1)

اس کے علاوہ قرآن مجید میں اور بھی بہت سی آیات ہیں جن میں باندیوں کے ساتھ

1۔ النساء:3

مباشرت کی اجازت دی گئی ہے اب صرف ایک بات رہ جاتی ہے کہ عقد نکاح میں عورت اپنے اختیار سے یہ عقد کرتی ہے جب کہ جب باندی کو ہبہ کیا جاتا ہے یا اس کو فروخت کیا جاتا ہے تو اس میں اس کا کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کی پاداش میں بہ طور سزا اس کا یہ اختیار سلب کر لیا گیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جب سے دنیا میں لونڈی اور غلام بنانے کا رواج ہوا لونڈیوں کے ساتھ یہی معاملہ روا رکھا گیا ہے اس لئے اگر کافر مسلمانوں کے ساتھ یہ معاملہ کریں تو ان کے ساتھ بھی عمل مکافات کے طور پر یہی معاملہ روا رکھا گیا، لیکن جو شخص کسی باندی کے ساتھ مباشرت کرتا ہے اور اس سے اولاد ہو جاتی ہے تو وہ اس کی حقیقی اولاد اور اس کی وارث ہوتی ہے اور وہ باندی ام ولد ہو جاتی ہے اور اس شخص کے مرنے کے بعد وہ آزاد ہو جاتی ہے اسلام نے غلامی کی رواج کو ختم کرنے کے لئے بہت اقدامات کئے ہیں اور غلاموں کو آزاد کرنے کے لئے بہت بشارتیں دی ہیں۔ (1)

(اَوِ التّٰبِعِينَ غَيرِ اُولِی الاِربَةِ مِنَ الرِّجَالِ) اربة اور ارب کا معنی حاجت، خواہش ہے ، او التابعین غیر اولی الاربة سے مراد وہ لوگ ہیں جو قوم کی اتباع کرتے ہیں تا کہ قوم کا بچا کھچا مال انہیں مل جائے ان کا مقصود صرف یہی چیز ہو اور عورتوں کی خواہش بھی نہ رکھتے ہوں۔ مجاہد عکرمہ اور شعبی کا بھی یہی قول ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں اس سے مراد عنین (نامرد) احمق ہے۔ حسن فرماتے ہیں تابعین سے مراد ایسے مرد ہیں جن کا ذکر منتشر نہ ہوتا ہو، وہ جماع پر قادر ہوں اور نہ ہی عورتوں کی خواہش رکھتے ہوں۔ سعید بن جبیر فرماتے ہیں اس سے مراد نیم پاگل ہے۔ عکرمہ نے اس سے مراد مجبوب (ذکر کٹا ہوا) لیا ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں اس سے مراد مخنث ہے۔ مقاتل کا کہنا ہے کہ اس سے مراد بوڑھا، نامرد، خصی اور ذکر کٹا ہوا شخص ہے (2)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک ہیجڑا تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج

1۔ سعیدی، غلام رسول، علامہ، تبیان القرآن، ج2، ص629، فرید بک سٹال، لاہور

2۔ الکشف والبیان، ج7، 88

مطہرات کے پاس آتا تھا اور وہ اس کو غیر اولی الاربۃ میں شمار کرتے تھے۔ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے وہ ازواج مطہرات میں سے ایک زوجہ محترمہ کے پاس بیٹھا ہوا ایک عورت کے متعلق باتیں کر رہا تھا کہ وہ عورت جب آتی ہے تو چار کے ساتھ آتی ہے اور جب لوٹتی ہے تو آٹھ کے ساتھ لوٹتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نہیں جانتا تھا کہ یہ ان باتوں کو پہچانتا ہے یہ آئندہ تمہارے پاس نہ آئے! پھر ازواج مطہرات نے اس سے پردہ کرنا شروع کر دیا (1)

(اَوِ الطِّفلِ الَّذِینَ لَم یَظھَرُ وا عَلٰی عَوزٰتِ النِّسَآءِ) طفل سے مراد اطفال ہیں یہ مفرد اور جمع دونوں طرح مستعمل ہے معنی یہ ہے کہ وہ بچے جن کو عورتوں کی پوشیدہ باتوں کی خبر نہیں۔ بعض نے کہا ہے اس کا معنی ہے کہ جو عورتوں کی باتوں کا شعور نہیں رکھتے بعض نے کہا ہے کہ جو ابھی حد شہوت کو نہ پہنچے ہوں۔

(وَلَا یَضرِبنَ بِاَرجُلِھِنَّ لِیُعلَمَ مَا یُخفِینَ مِن زِینَتِھِنَّ) عورت جب چلتی تھی تو اپنے پاؤں زمین پر مارتی تھی تا کہ اس کے پازیب کی جھنکار سنی جائے یا اس کا پازیب ظاہر ہو جائے، اس فعل سے وہ منع کی گئی۔

(جب عورت کے لئے جائز نہیں تو مرد کے لئے پازیب بطریق اولیٰ جائز نہیں ہے۔ بعض لوگ بابا بلھے شاہ صاحب کا حوالہ دیتے ہیں کہ گھنگرو پہنتے تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ بالفرض اگر یہ ثابت بھی ہو جائے تو شاہ صاحب مجذوب تھے اور مجازیب مرفوع القلم ہوتے ہیں۔ شریعت سے متصادم افعال میں کسی کی پیروی کرنا جائز نہیں ہے)

عورت کا غیر محرم کے ساتھ مشترکہ خاندان میں رہنا:

ہمارے ہاں مشترکہ خاندانی نظام (Joint Family) میں جہاں بہت سی خوبیاں ہیں وہاں ایک خامی یہ ہے کہ شرعی حجاب، غیر محرم مرد سے اجتناب اور دونوں کے مابین خلوت سے کامل اجتناب کا اہتمام نہیں کیا جاتا ہے، بشری کمزوریوں کے تحت بعض اوقات اس

1۔ سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی قولہ، غیر اولی الاربۃ، رقم: 4107

صورتِ حال سے مفاسد جنم لیتے ہیں شرعی احتیاط کا تقاضا تو یہ ہے کہ حقیقی بھائی (جسے عینی بھی کہا جاتا ہے) کی بیوی بھی اگر اپنے دیور یا جیٹھ کے ساتھ بعض مجبوریوں کے تحت ایک ہی مکان میں رہ رہی ہو، جسے عربی میں دار یا ہمارہاں عرف میں حویلی کہتے ہیں، اس میں اس خاتون کا یونٹ یا حجرہ الگ ہونا چاہیے، جس میں غیر محرم لوگوں کے بے تکلف آنے جانے پر پابندی ہو اور گھریلو کام کاج اور ضروریات کے لئے جب وہ خاتون اپنے "بیت سُکنیٰ" یا حجرے سے باہر آئے تو ستر و حجاب کے شرعی حکم کا مکمل اہتمام کرے، ضرورت کی حد تک بات کرے بے تکلف میل جول، خوش گپیاں اور آمنے سامنے آنے سے اجتناب کرے۔

(وَتُوبُوا اِلَى اللهِ جَمِيعًا) اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی میں جو کوتاہی واقع ہوئی ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں تو بوا الی اللہ کا مطلب یہ ہے کہ اس سورۃ پاک میں جو آداب معاشرات سکھائے گئے ہیں انکی اطاعت کرو!

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا اے لوگو! اپنے رب کی بارگاہ میں توبہ کرو میں ہر روز اپنے رب کی بارگاہ میں سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں (1)

دوسری حدیث بھی ابن عمر سے مروی ہے فرماتے ہیں ہم مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استغفار شمار کرتے تھے آپ سو مرتبہ اس طرح استغفار کرتے تھے۔ رب اغفر لی وتب علی انک انت التواب الرحیم (2)

احکام پردہ کا خلاصہ:

پردہ کے بارے میں خلاصہ کلام یہ ہے کہ مرد کیلئے دوسرے مرد کی شرمگاہ کی طرف دیکھنا جائز نہیں، اسکی شرمگاہ ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے اسی طرح عورت کا عورت کو دیکھنا

1۔ صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبہ والاستغفار، باب: استحباب الاستغفار والاستکثار منہ، رقم: 2702

2۔ سنن ابی داود، کتاب الصلوۃ، باب، فی الاستغفار، رقم: 1516

بھی اسی حکم میں ہے۔اس کے علاوہ اگر فتنہ کا خوف نہ ہوتو (مرد، مرد کو اور عورت، عورت کو) اسکے باقی بدن کی طرف نظر کر سکتا ہے۔

مالک اور ابن ذئب کہتے ہیں کہ مرد کی ران پردہ نہیں ہے۔عبد العزیز بن صہیب حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ خیبر کے راستہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم ایک گھوڑے پر سفر فرمارہے تھے اور میرا گھٹنہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی ران مبارک کو مس کر رہا تھا پھر آپ کے ران مبارک سے کپڑا ہٹ گیا یہاںتک کہ مجھے آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی ران مبارک کی سفیدی نظر آرہی تھی۔اکثر اہل علم کا مذہب یہ ہے کہ ران شرمگاہ ہے(1)

دلیل وہ حدیث ہے جو محمد بن جحش سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم حضرت معمر کے پاس سے گزرے، ان کی ران نظر آرہی تھی۔حضور نے فرمایا اے معمر! اپنی رانوں کو چھپالو کیونکہ ران شرمگاہ ہے(2)

ابن عباس اور جرہد بن خویلد رضی اللہ عنہم جو اصحاب صفہ میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ران شرمگاہ ہے(3)

محمد بن اسماعیل بخاری فرماتے ہے کہ حضرت انس کی حدیث سند کے اعتبار سے صحیح ہے اور جرہد کی حدیث احتیاط پر مبنی ہے۔عورت اگر اجنبیہ ہوتو اس کا سارا بدن اجنبی آدمی کے لیے شرمگاہ ہے چہرے اور ہتھیلیوں کے علاوہ اسکے کسی عضو کی طرف دیکھنا جائز نہیں اور اگر عورت لونڈی ہوتو اسکی شرمگاہ مرد کی شرمگاہ کی طرح یعنی ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے۔

اسی طرح محارم کا ایک دوسرے کو دیکھنے کا بھی یہی حکم ہے عورت اجنبی آدمی کی طرف دیکھنے میں اس طرح ہے جیسا کہ مرد عورت کی طرف دیکھنے میں۔مرد کیلئے اپنی لونڈی اور بیوی کے تمام بدن کی طرف دیکھنا جائز ہے اسی طرح عورت کیلئے بھی اپنے خاوند کے تمام

1۔صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب مایذکر فی الفخذ، رقم:371

2۔المسند، باب، حدیث محمد بن عبداللہ جحش، رقم:22495

3۔سنن ترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء ان الفخذ عورۃ، رقم:2796

بدن کی طرف دیکھنا جائز ہے سوائے فرج کے کہ فرج کو دیکھنا مکروہ ہے۔اسی طرح آدمی جب اپنی لونڈی کا نکاح کسی اور کے ساتھ کرادے تو اجنبی لونڈی کی طرح اس کی شرمگاہ کو دیکھنا بھی جائز نہیں ہے۔

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنے غلام کا اپنی لونڈی کے ساتھ نکاح کردے تو ناف سے لے کر گھٹنوں تک کے حصہ کی طرف نہ دیکھے۔

وَاَنكِحُوا الاَيَامٰى مِنكُم وَالصّٰلِحِينَ مِن عِبَادِكُم وَاِمَآئِكُم اِن يَكُونُوا فُقَرَآءَ يُغنِهِمُ اللهُ مِن فَضلِهٖ وَاللهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿32﴾

آیت نمبر 32 کا ترجمہ وتفسیر:

﴿32﴾ اور تم اپنے مردوں اور عورتوں میں سے ان کا نکاح کردیا کرو جو (عمرِ نکاح کے باوجود) بغیر ازدواجی زندگی کے (رہ رہے) ہوں اور اپنے باصلاحیت غلاموں اور باندیوں کا بھی (نکاح کردیا کرو)، اگر وہ محتاج ہوں گے (تو) اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کردے گا، اور اللہ بڑی وسعت والا بڑے علم والا ہے O

حکمِ نکاح:

(وَاَنكِحُوا الاَيَامٰى مِنكُم) ایامی، ایم کی جمع ہے، ایم اس شخص کو کہتے ہیں جس کا رفیق حیات نہ ہو خواہ مرد یا عورت۔

کہا جاتا ہے رجل ایم، امرءۃ ایمۃ آیت کا معنی یہ ہے کہ اے مومنو! تم میں سے جو آزاد مرد اور عورتیں ہیں وہ نکاح کریں (وَالصّٰلِحِينَ مِن عِبَادِكُم وَاِمَآئِكُم) یہ حکم استحباب کیلئے ہے۔جن کا نفس نکاح کی خواہش کرے اور اس کے اندر مہر ادا کرنے کی طاقت بھی ہو تو اس کیلئے مستحب ہے کہ وہ نکاح کرلے اور اگر مہر ادا کرنے کی طاقت نہ رکھے تو پھر شہوت کو توڑنے کیلئے روزے رکھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

ارشاد فرمایا اے گروہِ جواناں! تم میں سے جو طاقت رکھتا ہو وہ شادی کرے کیونکہ شادی نگاہ اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہے اور اگر کوئی شادی کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ روزے رکھے کیونکہ روزہ شہوت کو کم کر دیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نکاح کرو تعداد بڑھاؤ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کرونگا یہانتک کہ گرے ہوئے (اسقاط حمل) بچے کے ساتھ بھی (1)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو میری فطرت کے ساتھ محبت کرتا ہے اسکو چاہیے کہ وہ میری سنتوں پر عمل کرے اور نکاح میری سنت ہے (2)

لڑکے، لڑکی کی شادی میں تاخیر کرنا:

حدیث پاک میں ہے کہ تین چیزوں میں تاخیر مت کرو، نماز جب اس کا وقت آجائے، جنازہ جب تیار ہو جائے لڑکی یا لڑکے کی شادی جبکہ جوڑ کا رشتہ مل جائے۔

دورِ حاضر میں لڑکے ہوں یا لڑکیاں، ان کی شادی کرانے میں والدین بعض اوقات محض مال کی ہوس اور غیر شرعی دنیوی مصلحتوں کی بناء پر بہت زیادہ تاخیر کرتے ہیں، حتیٰ کہ بعض کی عمریں چالیس سال ہو جاتی ہیں اور اس ظلم کے نتیجہ میں بعض غیر فطری طریقوں سے اپنی خواہش کو تسکین دیتے ہیں، بعض نشہ کے عادی ہو جاتے ہیں بعض سلیم الطبع یا دیندار ذہن رکھنے والے اگر برائی سے بچ بھی جائیں تو کُڑھتے رہتے ہیں جس سے ان کی صحت کو سخت نقصان پہنچتا ہے اور مزاج میں چڑچڑا پن پیدا ہوتا ہے اور وہ نفسیاتی مریض بن جاتے ہیں۔

غرض حبِ دنیا کے مہلک مرض میں مبتلا والدین کے اس طرز عمل سے لڑکے اور لڑکیاں مختلف برائیوں اور جنسی بے راہ دیوں کا شکار ہو کر اپنی دنیا و آخرت بھی تباہ کر دیتے ہیں اور والدین کے لئے بھی پریشانی کا ذریعہ بنتے ہیں، مگر والدین اپنے خود ساختہ معیار کا رشتہ نہ ملنے کا غیر معیاری عذر پیش کرتے رہتے ہیں۔ اگر شادی میں بلاوجہ تاخیر کی وجہ

1۔ البیہقی، احمد بن حسین الخراسانی، معرفۃ السنن والآثار، باب الترغیب فی النکاح، رقم: 13448

2۔ عبد الرزاق، ابوبکر بن ہمام صنعانی، المصنف، باب وجوب النکاح وفضلہ، رقم: 10378، المکتب الاسلامی، بیروت،

سے وہ کسی گناہ میں مبتلا ہو گئے تو حدیث کے مطابق اس گناہ میں والد بھی شریک ہوگا۔(1)

اگر والدین مال و دولت اور دنیوی جاہ وجلال سے بے نیاز ہو کر محض دینداری کو پیش نظر رکھیں تو ایسے رشتے بہت آسانی سے میسر آ سکتے ہیں جو دنیا میں بھی چین وسکون کا ذریعہ ہوں گے اور ان کے اور ان کی اولاد کے دین کی حفاظت کا ذریعہ بھی۔

بعض احباب یہ سوچ کر لڑکے کی شادی نہیں کرتے کہ آنے والی آئے گی تو کھلائیں گے کہاں سے جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اگر وہ فقیر ہوں گے تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے گا۔اپنے خود ساختہ اندیشوں کی بجائے اللہ پر بھروسہ رکھنا مومن کی شان ہے۔

نکاح کے متعلق مسائل:

امام شافعی رحمۃ اللہ کے نزدیک جو نکاح کرنے پر قادر ہو مگر اس کا نفس نکاح کی خواہش نہ رکھے تو اس کا نفلی عبادت میں مصروف ہونا نکاح سے افضل ہے جبکہ احناف کے نزدیک نکاح افضل ہے۔امام شافعی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک مکرم بندے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا سیدأو حصوراًو نبیامن الصالحین (2)

حصور کا معنی ہے قدرت کے باوجود عورتوں سے رغبت نہ رکھنا۔اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قواعد من النساء کا ذکر فرمایا لیکن ان کو نکاح کا حکم نہیں دیا۔آیت اس بات پر دلیل ہے کہ آزاد عورتوں کے نکاح کرانے کی ولایت ان کے اولیاء کو ہے جیسا کہ غلام اور لونڈی کے نکاح کرانے کی ولایت ان کے آقا کو ہے۔

(وَالصّٰلِحِينَ مِن عِبَادِ کُم وَاِمَآئِکُم)اکثر صحابہ اور تابعین کا یہی قول ہے حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت علی عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، ابو ہریرہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنھم کا یہی مذہب ہے۔سعید بن مسیب، حسن، شریح، ابراہیم نخعی، عمر بن

1۔بیہقی فی شعب الایمان، المرقاۃ:6/300

2۔آل عمران:39

عبدالعزیز کا بھی یہی قول ہے۔ثوری، اوزاعی، عبداللہ بن مبارک شافعی، احمد، اسحاق بھی اسی طرف گئے ہیں۔احناف کے نزدیک اپنے نفس کا نکاح خود کرنا جائز ہے۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہے اگر عورت ادنیٰ ہو تو اس کیلئے اپنے نفس کا نکاح خود کرنا جائز ہے اور اگر شریف عورت ہو تو جائز نہیں۔احادیث میں ہے کہ ولی شرط ہے وہ حدیث جو اس بات پر دلالت کرتی ہے وہ حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہے (1)

ولی کے بغیر نکاح:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے اس کا نکاح باطل ہے آپ نے تین مرتبہ یہ جملہ ارشاد فرمایا۔اگر خاوند اس عورت کے ساتھ جماع کرے تو اس کی فرج کو حلال سمجھنے کی وجہ سے عورت کیلئے حق مہر ہوگا اور اگر وہ آپس میں جھگڑ پڑیں تو بادشاہ وقت اس شخص کا ولی ہوگا جس کا کوئی ولی نہ ہو (2)

خفیہ نکاح اور سول میرج کا شرعی حکم:

خفیہ نکاح سے مراد اگر یہ ہے کہ لڑکا اور لڑکی تنہائی میں ایجاب وقبول کرلیں تو ایسا نکاح فاسد ہے کیونکہ صحت نکاح کے لئے دو عاقل و بالغ مسلمان مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی شرط ہے، یعنی یہ کہ وہ ایسے دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کریں خواہ بذات خود لڑکا اور لڑکی ایجاب وقبول کریں یا اپنے مجاز وکیل کے ذریعے۔

یہاں تک کہ علامہ علاؤالدین حصکفی نے فتاویٰ درمختار میں لکھا ہے کہ اگر لڑکا اور لڑکی نے خلوت میں ایجاب وقبول کیا اور یہ کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گواہ بنا کر نکاح کرتے ہیں تو نکاح جائز نہیں۔اگر خفیہ نکاح سے مراد یہ ہے کہ کسی نے والدین کی

1۔سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی الولی، رقم:2085

2۔سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب لانکاح الابولی، رقم:1880

رضا مندی اور اجازت کے بغیر نکاح کرلیا، نکاح کرنے والی لڑکی بالغہ ہے، اس نے نکاح اپنے ہم منصب کے ساتھ یعنی کفو میں کیا ہے نکاح کا انعقاد مجلس میں گواہوں کی موجودگی میں ہوا ہے اور لڑکی نے برضا و رغبت براہ راست یا اپنے وکیل مجاز کی معرفت ایجاب و قبول کیا ہے تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ اخلاقاً ایسا نہیں ہونا چاہیے بہت سے امور اخلاقی اقدار کے خلاف ہونے کے باوجود قانونی اور شرعی طور پر نافذ ہو جاتے ہیں لیکن جس معاشرے میں دفاتر اور اداروں میں مرد و زن کا آزادنہ اختلاط ہو، تعلیمی اداروں میں مخلوط تعلیم ہو لڑکیوں کے گھروں سے باہر حجاب شرعی کے بغیر آزادانہ آمد و رفت ہو تو ایسے معاشرے میں اعلیٰ اخلاقی اقدار کی توقع کیسے کی جا سکتی ہے فقط اس کی تمنا اور آرزو کی جا سکتی ہے۔ البتہ اگر لڑکی نے اپنا نکاح برضا و رغبت کیا ہے مگر غیر کفو میں کیا ہے یعنی وہ رشتہ داری، حسن و جمال، منصب اور پیسے کے اعتبار سے اس کے خاندان کے لئے باعث عار ہے تو اس سلسلے میں فقہاء کرام کی مختلف آراء ہیں بعض کے نزدیک یہ نکاح جائز ہی نہیں ہے جب کہ ولی اس پر راضی نہ ہو وہ اسے فسخ کر سکتا ہے، بعض کے نزدیک ولی کو اس سلسلے میں عدالت کے ذریعے نکاح کو فسخ کرانے کا حق حاصل ہے، بعض کے نزدیک ہم کفو ہونے کے لئے اسلام ہی کافی ہے تاہم موجودہ شہری معاشرے میں جہاں انسان مخلوط ہوں، دین داری اور تقویٰ کو چھوڑ کر دولت ہی معیارِ عزت قرار پائے وہاں یہ ثابت کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ کون کس کا ہم کفو ہے اور کون نہیں ہے، بلکہ یہ بحث ہی بے معنی ہو جاتی ہے اگر ہمیں ان نتائج سے بچنا ہے تو اپنی اولاد کی دینی تربیت کا اہتمام کرنا چاہیے۔

رہا سول میرج کا معاملہ تو اس میں لڑکی اپنا شناختی کارڈ، میڈیکل سرٹیفکیٹ یا کوئی بھی دستاویزی ثبوت پیش کر کے کسی مجاز عدالت کے سامنے اپنے آپ کو شناخت کرا کے اپنی بلوغت کا ثبوت پیش کر دے اور عدالت کو مطمئن کر دے کہ وہ اپنی آزادانہ مرضی سے بلا جبر کسی سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ عدالت اس کو مطمئن ہونے کے بعد اجازت دے

دے اور وہ اپنے پسندیدہ شخص سے باقاعدہ نکاح کر لے تو اسے عرف عام اور قانون کی اصطلاح میں" سول میرج" کہتے ہیں۔ظاہر ہے کہ اس میں والدین اور سرپرست کی مرضی اور اجازت شامل نہیں ہوتی۔تاہم قانوناً یہ شادی منعقد ہوجاتی ہے۔فقہ حنفی کی رو سے شادی کے لئے عاقلہ وبالغہ لڑکی کی رضامندی ضروری ہے۔لہذا والدین کو چاہیے کہ وہ شادی کے لئے لڑکی کی آزادانہ مرضی ضرور معلوم کرلیں۔لڑکی کو بھی چاہیے کہ وہ جذباتی فیصلہ نہ کرے کیونکہ جذباتی فیصلے بعض اوقات تباہ کن ثابت ہوتے ہیں اور ایسی شادیاں اکثر ناکام رہتی ہیں۔لڑکی اگر ولی کی اجازت کے بغیر غیر کفو کے ساتھ شادی کر لے تو ولی کو عدالت کے ذریعے نکاح فسخ کرانے کا حق حاصل ہے۔کفو سے مراد یہ ہے کہ لڑکا اور لڑکی کی حسب نسب مال و دولت، دین داری اور صنعت وحرفت یعنی پیشہ کے لحاظ سے ہم پلہ ہوں۔آج کل کے جدید شہری ماحول میں عہدہ ومنصب اور تعلیم بھی اس معیار میں شامل ہے۔(1)

(اِن یَکُونُوا فُقَرَآءَ یُغنِہِمُ اللہُ مِن فَضلِہٖ وَ اللہُ وَاسِعٌ عَلِیمٌ) بعض علماء فرماتے ہیں یہاں غنی سے مراد قناعت ہے۔بعض علماء فرماتے ہیں غنی سے مراد خاوند اور بیوی کے رزق کا مجتمع ہونا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تعجب ہے اس شخص پر جو بغیر نکاح کے غنا کا متمنی ہو حالانکہ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا اِن یَکُونُوا فُقَرَآءَ یُغنِہِمُ اللہُ مِن فَضلِہٖ۔بعض صحابہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نکاح اور تفرق کے ساتھ غنا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اللہ رب العزت نے فرمایا:اِن یَکُونُوا فُقَرَآءَ یُغنِہِمُ اللہُ مِن فَضلِہٖ اسی طرح فرمایا:وَان یَتَفرقا یغنِ اللہ کُلامِن سَعتِہ(2)

.وَ لیَستَعفِفِ الَّذِینَ لَا یَجِدُونَ نِکَاحًا حَتّٰی یُغنِیَہُمُ اللہُ مِن فَضلِہٖ وَ الَّذِینَ یَبتَغُونَ الکِتٰبَ مِمَّا مَلَکَت اَیمَانُکُم فَکَاتِبُوھُم اِن عَلِمتُم فِیہِم خَیرًا وَّ اٰتُوھُم مِن مَّال

1۔منیب الرحمٰن، مفتی، تفہیم المسائل، ج1،ص241

2۔النساء:130

اللہِ الَّذِی اٰتٰکُم وَ لَا تُکرِ ھُوا فَتَیٰتِکُم عَلَی البِغَآءِ اِن اَرَدنَ تَحَصُّنًا لِّتَبتَغُوا عَرَضَ

الحَیوٰۃِ الدُّنیَاؕ وَ مَن یُّکرِ ھُّھُنَّ فَاِنَّ اللہَ مِن بَعدِ اِکرَاھِھِنَّ غَفُورٌ رَّحِیمٌ ﴿33﴾

آیت نمبر 33 کا ترجمہ وتفسیر:

﴿33﴾ اور ایسے لوگوں کو پاک دامنی اختیار کرنا چاہئے جو نکاح (کی استطاعت) نہیں پاتے یہاں تک کہ اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی فرما دے، اور تمہارے زیردست (غلاموں اور باندیوں) میں سے جو مکاتب (کچھ مال کما کر دینے کی شرط پر آزاد) ہونا چاہیں تو انہیں مکاتب (مذکورہ شرط پر آزاد) کردو اگر تم ان میں بھلائی جانتے ہو، اور تم (خود بھی) انہیں اللہ کے مال میں سے (آزاد ہونے کے لئے) دے دو جو اس نے تمہیں عطا فرمایا ہے، اور تم اپنی باندیوں کو دنیوی زندگی کا فائدہ حاصل کرنے کے لئے بدکاری پر مجبور نہ کرو جبکہ وہ پاک دامن (یا حفاظت نکاح میں) رہنا چاہتی ہیں، اور جو شخص انہیں مجبور کرے گا تو اللہ ان کے مجبور ہو جانے کے بعد (بھی) بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

(وَ لیَستَعفِفِ الَّذِینَ لَا یَجِدُونَ نِکَاحًا) تاکہ حرام اور زنا سے بچے اور نہ اتنا مال پائے کہ نکاح کر کے اس کو مہر اور نفقہ میں دے سکے (حَتّٰی یُغنِیَھُمُ اللہُ مِن فَضلِہٖ) یہاںتک کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنا رزق وسیع فرمادے۔

(وَ الَّذِینَ یَبتَغُونَ الکِتٰبَ) جو مکاتب بننے کا سوال کریں (مِمَّا مَلَکَت اَیمَانُکُم فَکَاتِبُو ھُم) اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ حویطب بن عبدالعزی کا ایک غلام تھا اس نے اپنے آقا سے مکاتب بنانے کا سوال کیا حویطب نے اس کو سو دینار پر مکاتب بنایا اور ان میں سے بیس دینار اس کو ہبہ کر دیے اس غلام نے بدل کتابت ادا کر دی اور حنین کی جنگ میں قتل ہوئے۔

کتابت یہ ہے کہ مولی اپنے غلام سے کہے میں نے تجھے اتنے مال پر مکاتب بنایا اور معین مال ذکر کرے تو یہ بدل کتابت غلام دو قسطوں میں یا کئی قسطوں میں معین مال ادا کرے گا جب وہ اس بدل کتابت کو ادا کر دے گا تو اس وقت آزاد ہو جائے گا اور کتابت کے بعد اپنی کمائی کا مالک ہوگا جب مال ادا کرنے کے بعد آزاد ہو جائے تو آزادی کے بعد اس

کے ہاتھ میں جو مال ہے وہ اسی کا ہوگا کتابت کی حالت میں جو اسکے بچے پیدا ہوئے ہوں وہ اس کے تابع ہو کر آزاد ہونگے اور اگر مکاتب غلام بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز آ جائے تو مولی کیلئے جائز ہے کہ بدل کتابت فسخ کر دے، اس کو واپس غلام بنا لے اور جو کچھ اس کے پاس مال ہوگا اب وہ اس کے مولی کیلئے ہوگا کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما نے فرمایا مکاتب غلام پر جب تک بدل کتابت باقی ہو وہ غلام ہی رہتا ہے۔

اور عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے واسطہ سے مرفوع حدیث ہے فرمایا: مکاتب غلام پر جب تک بدل کتابت باقی ہو اس وقت تک وہ غلام ہی رہتا ہے (1)

بعض علماء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان فکاتبو ھم، یہ امر ایجاب کیلئے ہے یعنی جب غلام مولی سے مکاتب بنانے کی درخواست کرے اور مولی غلام کے اندر خیر دیکھے تو مولی پر واجب ہے کہ غلام کو مکاتب بنا دے خواہ اسکی قیمت پر مکاتب بنائے یا قیمت زیادہ کر دے اور اگر غلام یہ کہے کہ مجھے اپنی قیمت سے کم پر مکاتب بنا دو تو پھر مکاتب بنانا واجب نہیں عطاء اور عمرو بن دینار کا یہی قول ہے۔

روایت ہے کہ سیرین نے انس بن مالک سے سوال کیا کہ مجھے مکاتب بنا دو تو انہوں نے انکار کر دیا سیرین نے حضرت عمر سے شکایت کر دی۔ حضرت عمر نے درہ اٹھا کر کہا کہ سیرین کو مکاتب بناؤ! تو انہوں نے مکاتب بنا دیا (2)

بعض علماء فرماتے ہیں کہ فکاتبو ھم کا امر ندب اور استحباب کیلئے ہے۔ امام شافعی کے نزدیک دو قسطوں سے کم پر مکاتب بنانا جائز نہیں کیونکہ کتابت کا قانون غلام پر نرمی اور آسانی پیدا کرنے کیلئے شروع کیا گیا ہے اور کامل نرمی یہ ہے کہ بدل کتابت کے ادا کرنے میں وقت ہو تاکہ غلام اس کو آسانی کے ساتھ ادا کر سکے اور مقصود حاصل ہو جائے جیسا کہ دیت، قتل خطاء میں برادری کی وجہ سے عاقلہ پر واجب ہوتی ہے لہذا دیت ان

1۔ سنن ابی داود، کتاب الصلوۃ، باب فی المکاتب یؤدی بعض کتابتہ فیعجز او یموت، رقم: 3926

2۔ الکشف والبیان، ج 7، ص 95

میں اور بدل کتابت فی الفور ادا کرنے کی شرط کے ساتھ صحیح ہے۔
(اِن عَلِمتُم فِیهِم خَیرًا) علماء نے خیر کے معنی میں اختلاف کیا ہے ابن عمر نے خیرًا کا معنی کمانے پر قدرت کیا ہے۔ امام مالک اور ثوری کا یہی قول ہے۔ حسن، مجاہد اور ضحاک نے اس کا معنی مال کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
ان ترک خیرا، خیرًا کا معنی مال ہے(1)
روایت میں ہے کہ سلمان فارسی کا ایک غلام تھا۔ غلام نے انہیں کہا آپ مجھے مکاتب بنا دیں! جناب سلمان فارسی نے پوچھا تیرے پاس مال ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ سلمان نے کہا تیرا ارادہ ہے کہ تو مجھے لوگوں کا میل کچیل کھلائے یہ کہہ کر انہوں نے اسے مکاتب نہیں بنایا۔ زجاج نے کہا اگر خیرًا سے مراد مال ہوتا تو اللہ رب العزت اس طرح فرماتا ان علمتم لھم خیرا، ابراہیم ابن زید، عبیدہ نے خیرًا کا معنی صدق اور امانت کیا ہے۔ طاؤس اور عمرو بن دینار کے نزدیک خیرًا کا معنی مال اور امانت ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں غلام میں خیر کا اظہر معنی امانت کے ساتھ اکتساب ہے بہتر یہ ہے کہ جب غلام کمانے پر قادر ہو اور امین بھی ہو تو اس کو کتابت سے نہ روکا جائے(2)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں کا اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرے (۱) مکاتب غلام جو بدل کتابت ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو (۲) نکاح کرنے والا جو پاکدامنی کی نیت سے نکاح کرے (۳) مجاہد فی سبیل اللہ۔(3)
حضرت عبیدہ فرماتے ہیں ان علمتم فیھم خیرًا کا معنی ہے اگر وہ نماز قائم کرتے ہوں۔ بعض علماء فرماتے ہیں اس کا مطلب ہے کہ وہ عاقل بالغ ہو لہذا بچے اور مجنون کا مکاتب بنانا صحیح نہیں کیونکہ ان سے مطالبہ ہی صحیح نہیں ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے

1۔ الکشف والبیان، ج7، ص96
2۔ ایضا، ج7، ص96
3۔ نسائی، احمد بن شعیب، سنن نسائی، کتاب النکاح، باب معونۃ اللہ الناکح الذی یرید العفاف، رقم:3215

بچے اور مجنون کی کتابت کو جائز قرار دیا ہے(1)

(وَ اٰتُوھُم مِن مَالِ اللہِ الَّذِی اٰتٰکُم) علماء نے اس کے معنی میں اختلاف کیا ہے بعض نے کہا یہ آقاؤں کو خطاب ہے کہ وہ اپنے مکاتب غلام کے بدلے کتابت سے کچھ معاف کردے، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت زبیر اور ایک جماعت کا یہی قول ہے اور امام شافعی صاحب کا بھی یہی مذہب ہے۔

پھر بدل کتابت میں سے ساقط کی جانے والی مقدار میں بھی علماء کا اختلاف ہے بعض علماء فرماتے ہیں، کتابت کا چوتھا حصہ ساقط کردے یہ مولا علی کا قول ہے، بعض نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعا یہی روایت کیا ہے جبکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ تیسرا حصہ ساقط کردے۔ بعض کے نزدیک اس کیلئے کوئی حد نہیں ہے بلکہ جتنا چاہے ساقط کردے۔ نافع فرماتے ہیں عبداللہ بن عمر نے اپنے ایک غلام کو پینتیس ہزار درہم پر مکاتب بنایا پھر آخری قسط میں پانچ ہزار درہم معاف کردیے(2)

سعید بن جبیر فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر ابتداء میں مال معاف نہ کرتے تاکہ غلام کے ادائیگی سے عاجز آنے کی صورت میں صدقہ کیا ہوا مال واپس نہ آجائے بلکہ جتنا چاہتے آخر میں معاف کردیتے۔ بعض نے کہا کہ آتوا کا حکم استحباب کیلئے ہے جبکہ وجوب کیلئے ہونا زیادہ واضح ہے۔ بعض علماء نے فرمایا و آتو ھم کا مطلب یہ ہے کہ مالِ زکوۃ میں اللہ تعالیٰ نے غلاموں کا جو حصہ مقرر کیا ہے وہ حصہ ان کو دو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وفی الرقاب حسن اور زید بن اسلم کا یہی قول ہے۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ اس کلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کو مکاتب غلاموں کی معاونت کرنے پر ابھارا ہے(3)

اگر مکاتب بدل کتابت کی قسطیں ادا کرنے سے پہلے وفات پا جائے تو علماء کا اس میں اختلاف ہے بعض علماء کا مذہب یہ ہے کہ وہ غلام ہو کر مرے گا اور کتابت ختم ہو جائے گی

1۔ الکشف والبیان، ج7، ص97

2۔ ایضاً، ج7، ص97

3۔ ایضاً، ج7، ص98

خواہ اس نے مال چھوڑا ہو یا نہ چھوڑا ہو جیسا کہ اگر مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے مبیع ہلاک ہو جائے تو بیع فسخ ہو جاتی ہے حضرت عمر ابن عمر، زید بن ثابت، عمر بن عبدالعزیز، زہری ،قتادہ، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ اگر مکاتب غلام نے مرنے کے بعد اتنا مال چھوڑا ہو جس سے بدل کتابت پورا ہو جائے تو وہ آزاد ہوگا اور اگر ترکہ بدل کتابت سے زیادہ ہو تو اکثر مال اس کی آزاد اولاد کیلئے ہوگا۔ عطاء، طاؤس، نخعی، حسن، مالک، ثوری اور احناف کا یہی مذہب ہے۔

.اگر مولیٰ اپنے غلام کے ساتھ کتابت فسخ کردے پھر بھی غلام بدل کتابت کے ادا کرنے کے ساتھ آزاد ہو جائے گا، اولاد اس کے تابع ہوگی اور وہ اپنے کمائے ہوئے مال کا مالک ہوگا جیسا کہ کتابت صحیحہ میں ہوتا ہے۔ کتابت صحیحہ اور کتابت فاسدہ بعض احکام میں جدا ہیں وہ یہ ہیں کہ جب تک غلام قسطیں ادا کرنے سے عاجز نہ آجائے اس وقت تک مولی کتابت کے فسخ کرنے کا مالک نہیں ہوتا۔

کتابت صحیحہ مولی کے مرنے کے ساتھ باطل نہیں ہوتی اور اگر مولی غلام کو بدل کتابت سے بری کردے تو وہ بری ہو جاتا ہے جبکہ کتابت فاسدہ میں مولی غلام کے بدل کتابت ادا کرنے سے پہلے پہلے اس کے فسخ کا مالک ہوتا ہے اور مولی کے مرنے کے ساتھ وہ باطل ہو جاتی ہے۔ اگر مولی بدل کتابت کی قسطیں معاف کردے پھر بھی غلام آزاد نہیں ہوتا۔ کتابت صحیحہ میں جب ایک مرتبہ غلام مال ادا کر کے آزاد ہو جائے تو مولی دوبارہ رجوع نہیں کرسکتا جبکہ کتابت فاسدہ میں اگر مولی چاہے تو غلام کو اپنی قیمت کے ساتھ دوبارہ لے سکتا ہے اور غلام نے مولی کو جو مال دیا ہو وہ اس سے واپس لے سکتا ہے۔

زنا کی کمائی:

(ولاتکرھوا فتیاتکم علی البغاء ان اردن تحصنا) یہ آیت عبداللہ بن ابی بن سلول منافق کے بارے نازل ہوئی اسکی دو لونڈیاں مسیکۃ اور معاذہ تھیں وہ انہیں زنا پر مجبور کرتا

اورزنا سے جوکمائی حاصل ہوتی ان سے لے لیتا تھا۔زمانہ جاہلیت میں لوگ اسی طرح کیا کرتے تھے کہ اپنی لونڈیوں کو کرایہ پہ دے دیتے تھے جب اسلام آیا تو معاذہ نے مسیکۃ سے کہا کہ جوکام ہم کررہی ہیں اس میں دو چیزیں ہیں اگر یہ اچھا کام ہے تو ہم اس سے زیادہ کمائی کریں گی اور اگر یہ برا کام ہے تو وقت آچکا ہے کہ ہم اس کو چھوڑ دیں اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

روایت میں ہے کہ ایک دن ایک لونڈی چادر لے آئی اور دوسری دینار لے آئی عبداللہ بن ابی نے دونوں سے کہا کہ چلی جاؤ اور زنا کرو۔دونوں نے کہا واللہ! ہم ایسا نہیں کریں گی۔اسلام آچکا ہے اور زنا حرام قرار دیا جاچکا ہے۔وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور اپنی شکایت عرض کی اللہ تعالیٰ نے اس وقت یہ آیت نازل فرما دی (1)

(ولا تکرھوا فتیاتکم) فتیاتکم کا معنی لونڈیاں ہیں (علی البغاء) البغاء کا معنی زنا ہے (اِن اردن تحصنا) جب پاکدامن رہنے کا ارادہ کریں۔اس مقام پر اِن شرطیہ نہیں ہے کیونکہ اگر لونڈیاں پاکدامن رہنا نہ بھی چاہیں پھر بھی ان کو زنا پہ مجبور کرنا جائز نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وانتم الاعلون اِن کنتم مومنین (2)

یہاں پر بھی اِن کنتم ،اذا کنتم مومنین کے معنی میں ہے۔بعض کہتے ہیں کہ پاکدامن رہنے کو شرط قرار دیا گیا کیونکہ مجبور کرنا اسی وقت ہوگا جب وہ پاکدامن رہنے کا ارادہ کریں اور اگر پاکدامن نہ رہنا چاہیں تو پھر وہ اپنی مرضی سے گناہ کرتی ہیں۔تحصن کا معنی پاک دامن رہنا ہے۔

حسن بن فضل کہتے ہیں کہ آیت میں تقدیم اور تاخیر ہے اصل عبارت اسطرح ہے
وانکحو الایامی منکم ان اردان تحصنا ولا تکرھوا فتیاتکم علی البغاء۔

1۔الکشف والبیان، ج7،ص99

2۔آل عمران:139

(لِتبتغوا عَرضَ الحیاۃالدنیا) تاکہ تم دنیا کا مال طلب کرو۔

عرض الحیاۃ الدنیا سے مراد لونڈیوں کی کمائی اور ان کی اولاد کی فروخت ہے۔

(ومن یکرھن فان اللہ من بعد اکراھھن غفور رحیم) مجبور کی ہوئی لونڈیوں کو بخشنے والا ہے گناہ مجبور کرنے والے پر ہوگا۔

حسن جب یہ آیت پڑھتے تو کہتے :

لھن واللہ لھن واللہ (1)

وَلَقَد اَنزَلنَا اِلَیکُم ایٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِینَ خَلَوا مِن قَبلِکُم وَمَوعِظَۃً

لِّلمُتَّقِینَ ﴿34﴾ اَللّٰہُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ مَثَلُ نُورِہٖ کَمِشکٰوۃٍ فِیھَا مِصبَاحٌ

المِصبَاحُ فِی زُجَاجَۃٍ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوقَدُ مِن شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ

زَیتُونَۃٍ لَّا شَرقِیَّۃٍ وَّلَا غَربِیَّۃٍ یَّکَادُ زَیتُھَا یُضِیٓءُ وَلَو لَم تَمسَسہُ نَارٌ نُورٌ عَلٰی نُورٍ

یَھدِی اللّٰہُ لِنُورِہٖ مَن یَّشَآءُ وَ یَضرِبُ اللّٰہُ الاَمثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیءٍ

عَلِیمٌ ﴿35﴾ فِی بُیُوتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَن تُرفَعَ وَیُذکَرَ فِیھَا اسمُہٗ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیھَا بِالغُدُوِّ

وَالاٰصَالِ ﴿36﴾

34 تا 36 آیات کا ترجمہ وتفسیر:

﴿34﴾ اور بیشک ہم نے تمہاری طرف واضح اور روشن آیتیں نازل فرمائی ہیں اور کچھ ان لوگوں کی مثالیں (یعنی قصہ عائشہ کی طرح قصہ مریم اور قصہ یوسف) جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں اور (یہ) پرہیزگاروں کے لئے نصیحت ہے

﴿35﴾ اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثال (جو نورِ محمدی کی شکل میں دنیا میں روشن ہے) اُس طاق (نما سینہ اقدس) جیسی ہے جس میں چراغ (نبوت روشن) ہے؛ (وہ) چراغ (قلبِ محمدی کے) فانوس میں رکھا ہے۔ (یہ) فانوس (نورِ الٰہی کے پَرتو سے اس قدر منور ہے) گویا ایک درخشندہ ستارہ ہے (یہ چراغِ نبوت) جو زیتون کے مبارک درخت سے (یعنی عالم قدس کے بابرکت رابطہ وحی سے یا انبیاء ورُسل ہی کے مبارک شجرۂ نبوت سے) روشن ہوا

1۔ الکشف والبیان، ج 7، ص 99

ہے نہ (فقط) شرقی ہے اور نہ غربی (بلکہ اپنے فیضِ نور کی وسعت میں عالم گیر ہے)۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تیل (خود ہی) چمک رہا ہے اگرچہ ابھی اسے (وحیِ ربانی اور معجزاتِ آسمانی کی) آگ نے چھوا بھی نہیں۔(وہ) نور کے اوپر نور ہے (یعنی نورِ وجود پر نورِ نبوت گویا وہ ذات دوہرے نور کا پیکر ہے)۔اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور (کی معرفت) تک پہنچا دیتا ہے، اور اللہ لوگوں (کی ہدایت) کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے، اور اللہ ہر چیز سے خوب آگاہ ہے۔

﴿36﴾ (اللہ کا یہ نور) ایسے گھروں (مساجد اور مراکز) میں (میسر آتا ہے) جن (کی قدر و منزلت) کے بلند کئے جانے اور جن میں اللہ کے نام کا ذکر کئے جانے کا حکم اللہ نے دیا ہے (یہ وہ گھر ہیں کہ اللہ والے) ان میں صبح و شام اس کی تسبیح کرتے ہیں۔

(ولقد انزلنا الیکم آیات مینات)

حلال اور حرام کو۔

(ومثلاًمن الذین خلوا من قبلکم)

اے جھٹلانے والو!

تمہاری حالت گزرے ہوئے لوگوں کی طرح ہے۔یہاں خوفزدہ مقصود ہے کہ جو عذاب ان پر آیا کہیں تم پہ بھی وہی عذاب نہ آجائے۔

(وموعظة للمتقین) مومنین کے لئے جو شرک اور گناہ کبیرہ سے بچتے ہیں۔

(اللہ نور السموت والارض) ابن عباس نے فرمایا اس کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین والوں کا ہادی ہے، اسی کے نور ہدایت سے مخلوق حق کی جانب راہنمائی پاتی ہے اور گمراہی کی حیرانی سے نجات ملتی ہے۔

لفظ اللہ کا معنی اور اس کے وصف یا علم ہونے کی تحقیق:

علامہ مکی بن ابی طالب لکھتے ہیں:

لفظ اللہ اصل میں "الاہ" ہے پھر اس پر الف لام داخل کیا گیا تو "الالاہ" ہو گیا پھر تخفیفاً الف کو حذف کیا اور اس کی حرکت پہلے لام پر داخل کر دی اور پہلے لام کا دوسرے لام میں

ادغام کر دیا تو یہ لفظ اللہ ہو گیا۔ایک قول یہ ہے کہ یہ اصل "لاہ" ہے اس پر الف لام داخل کیا اور لام کا لام میں ادغام کیا تو یہ لفظ" اللہ " ہو گیا اور خلیل سے منقول ہے کہ اس کی اصل" ولاہ" ہے(1)

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

"الہ" کا معنی ہے حیرت زدہ ہونا، کیونکہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال میں غور کرتا ہے تو حیرت زدہ ہو جاتا ہے اور" لاہ" سریانی زبان کا لفظ ہے جو چیز بلند اور محجوب ہو اس کو" لاہ" کہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ انسانی آنکھوں سے محجوب (چھپا ہوا) ہے اور جو چیز اس کے لائق نہ ہو اس سے بلند ہے اور" ولاہ" کا معنی ہے بچہ کا خوف زدہ ہو کر ماں کی طرف لپکنا اور تمام مخلوق اپنے مصائب اور پریشانیوں میں گھبرا کر اللہ تعالیٰ کی طرف لپکتی ہے۔

ان وجوہ سے کہا جاتا ہے کہ لفظ اللہ" الہ" سے" لاہ" سے یا" ولاہ" سے بنا ہے۔ابن اثیر نے کہا: یہ" الہ" سے بنا ہے اور منذری نے کہا: یہ" الالہ" سے بنا ہے۔(2)

اور علامہ فیروز آبادی لکھتے ہیں:

سیبویہ نے کہا کہ لفظ اللہ کا "لاہ" سے بننا جائز ہے اس کا معنی بلندی اور ارتفاع ہے۔(3)

علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک تحقیق یہی ہے کہ لفظ اللہ کسی لفظ سے نہیں بنا اور یہ اصل میں علم (نام) ہے وصف نہیں ہے کیونکہ لفظ اللہ موصوف ہوتا ہے اور کسی موصوف کی صفت نہیں بنتا، نیز اللہ تعالیٰ کی متعدد صفات ہیں اور ان صفات کے عمل کے لئے کسی موصوف کی ضرورت

1۔مشکل اعراب القرآن، مطبوعہ انتشارات نور، ایران، 1362ھ

2۔لسان العرب، ج13، ص469 / 467 مطبوعہ نشر ادب الحوذۃ، قم، ایران

3۔قاموس ج4، ص416، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، 412ھ

ہے اور لفظ اللہ کے علاوہ کوئی اور لفظ اس کی صلاحیت نہیں رکھتا، اگر لفظ اللہ مشتق اور صفت ہوتو پھر لا الہ الا اللہ سے توحید ثابت نہیں ہوگی کیونکہ صفت کلی ہوتی ہے جبکہ شرکت کثیرین سے مانع نہیں ہوتی اور علامہ بیضاوی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ لفظ اصل میں وصف تھا اور غلبہء استعمال کی وجہ سے بہ منزل علم ہوگیا کیونکہ پھر مرتبہ وضع میں توحید ثابت نہیں ہوگی اور "الہ" اور "لاہ" کے ساتھ لفظی مناسبت سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ لفظ ان میں سے کسی ایک لفظ سے بنا ہو اور حق یہ ہے کہ جس طرح اللہ کی ذات کسی سے نہیں بنی اسی طرح اس کی ذات پر دلالت کرنے والا بھی کسی لفظ سے نہیں بنا۔(1)

اسمِ اعظم کونسا اسم ہے:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم یہی اسم (اللہ) ہے، امام طحاوی، دیگر کثیر علماء اور عارفین کا یہی قول ہے۔(2)

نورالٰہی کی مثال:

ضحاک کہتے ہیں کہ اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا روشن فرمانے والا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو فرشتوں کے ساتھ اور زمین کو انبیاء کے ساتھ روشن کیا ہے۔

مجاہد کے نزدیک اس کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین میں تصرف کرنے والا ہے۔ ابی بن کعب، حسن اور ابوالعالیہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو مزین کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو سورج، چاند، ستاروں کے ساتھ خوبصورت کیا ہے اور زمین کو انبیاء علماء اور مومنین کے ساتھ روشن کیا ہے۔

بعض کہتے ہیں زمین کو نباتات اور اشجار کے ساتھ جمیل بنایا ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں اس کا مطلب ہے کہ تمام ذکر کیا جاتا ہے مثلاً کوئی کہے۔

1۔تبیان القرآن، ج1، ص148-149، فرید بک سٹال، لاہور

2۔ردالمحتار، ج1، ص5، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ، استنبول، 1327ھ

؎ اذا سار عبداللہ من مروَ لیلۃً   قدسار منہا نورہا و جمالہا

ایک رات عبداللہ مرو سے چلا تو مرو سے اس کا نور و جمال بھی چلا گیا (1)

(مثل نورہ) بندہ مومن کا دل اللہ تعالیٰ کے نور کی مثل ہے، وہ نور جس کے ذریعے ہدایت حاصل کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: فھو علی نور من ربہ (2)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس آیت کو مَثلُ نورِہ فی قلب المومن پڑھا کرتے تھے۔ سعید بن جبیر حضرت ابن عباس سے اس کا مفہوم اس طرح روایت فرماتے ہیں۔ مَثلُ نورِہ الذی اعطی المومن یعنی اللہ تعالیٰ کے نور کی صفت جو مومن کو عطا ہوئی ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں نورہ کی ہ ضمیر کا مرجع مومن ہے۔ حضرت ابی مَثلُ نورِہ مَن امن پڑھتے تھے یعنی وہ آدمی جس کے سینے میں اللہ رب العزت نے ایمان اور قرآن یکجا کر دیا ہو۔ حسن اور زید بن اسلم کہتے ہیں نور سے مراد قرآن ہے۔ سید بن جبیر اور ضحاک کے نزدیک مراد ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جبکہ بعض علماء فرماتے ہیں نور سے مراد طاعت ہے۔ اطاعت الہیہ کو نور کہا اور فضیلت کے لئے اپنی طرف منسوب کر دیا (3)

(کمشکاۃ) دیوار میں چراغ رکھنے کی جگہ کو مشکوۃ کہتے ہیں ایسی جگہ جو تمام اطراف سے بند ہو اگر دیوار کا وہ سوراخ آر پار ہو تو اسے کوۃ کہتے ہیں بعض علماء فرماتے ہیں یہ حبشی زبان کا لفظ ہے۔ مجاہد فرماتے ہیں اس سے مراد قندیل ہے۔ (فیھا مصباح) مصباح سے چراغ مراد ہے اور اس کا معنی روشنی ہے۔ الصبح کا معنی بھی یہی ہے معنی ہوگا جیسا کہ طاق میں چراغ ہو (المصباح فی زجاجۃ) یعنی قندیل۔ زجاج فرماتے ہیں یہاں زجاجۃ کا ذکر اس لیے فرمایا کہ آگ کی ضیاء اور فانوس کی روشنی بہت زیادہ ہو جاتی ہے پھر زجاجۃ کی صفت بیان فرمائی (زجاجۃ کانھا کوکب دُری) ابوعمر اور

1۔ اللباب فی علوم الکتاب، ج14، ص381

2۔ الزمر:22

3۔ الکشف والبیان، ج7، ص101

کسائی نے ذِرِی کو دال کے کسرہ اور ہمزہ کے ساتھ دِرِی پڑھا ہے حمزہ اور ابوبکر نے دال کے ضمہ اور ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے تو جو قراء دال کے نیچے کسرہ پڑھتے ہیں ان کے مذہب پر یہ درء سے مشتق اور فعیل کے وزن پر ہوگا (1)

درء کا معنی دفع کرنا ہوتا ہے کیونکہ ستارے بھی شیطانوں کو آسمان سے دور بھگاتے ہیں فانوس کو ستاروں کی حالت دفع کے ساتھ تشبیہ دی کیونکہ حالت دفع میں ستارے زیادہ روشن اور چمک دار ہوتے ہیں۔ بعض فرماتے ہیں یہ درء الکوکب سے مشتق ہے جب وہ دور ہوتا ہے اس وقت اسکی روشنی زیادہ ہوتی ہے۔ بعض فرماتے ہیں دری، طلوع کے معنی میں ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے درء النجم یعنی ستارہ طلوع اور بلند ہوا اسی طرح کہتے ہیں درء علینا فلان یعنی فلاں ہمارے پاس حاضر ہوا۔ بعض قراء نے دال کے ضمہ، یاء مشدد، بدون ہمزہ کے پڑھا ہے یعنی زیادہ روشنی والا اپنی صفائی اور حسن کی وجہ سے موتی کی طرف منسوب ہے اگرچہ ستارہ موتی سے زیادہ روشن ہوتا ہے لیکن وہ ستارہ باقی تمام ستاروں سے زیادہ منور ہوتا ہے جیسا کہ موتی تمام موتیوں سے زیادہ خوبصورت ہوتا ہے۔ بعض نے کہا کہ کوکب پانچ ستاروں میں سے ایک ستارہ ہے پانچ ستارے یہ ہیں زحل، مریخ، مشتری، زہرہ، عطارد بعض نے کہا ہے کہ زجاج کو کوکب کے ساتھ تشبیہ دی، سورج اور چاند کے ساتھ تشبیہ نہیں دی اسلئے کہ سورج اور چاند کو گہن لگتا ہے لیکن کوکب کو گہن نہیں لگتا۔

(یُوقَدُ) ابوجعفر، ابن کثیر ابوعمر، یعقوب نے تا کے ساتھ، واؤ کے فتحہ اور قاف مشدد کے ساتھ تَوَقَدَ ماضی کا صیغہ پڑھا ہے مراد چراغ ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے توقدت النار یہ اتقدت النار کے معنی میں ہے۔ اہل کوفہ نے سوائے حفص کے توقد تاء کے ضمہ اور قاف کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے اس وقت اس کا مرجع زجاج ہوگا مراد زجاج کی آگ ہے کیونکہ زجاج خود تو جلائی نہیں جاتی۔ جبکہ اکثر قراء (بشمول حفص) نے یاء کے ضمہ کے

1۔ الحجۃ فی علل القراءات السبع، ج4، ص55

ساتھ پڑھا ہے مرجع چراغ ہوگا(1)

(من شجرۃ مبارکۃ) اصل عبارت ہے من زیت شجرۃ مبارکۃ مضاف کو حذف کیا گیا ہے۔حذف مضاف پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے (یَکَادُ زَیتُھَا یُضِیءُ)

زیتون کے فوائد:

شجرۃ مبارکۃ سے مراد زیتون کا درخت ہے یہ درخت بڑی برکتوں والا اور بہت زیادہ نفع دینے والا ہے زیتون کا تیل چراغ میں جلایا جاتا ہے جو کہ انتہائی صاف ہوتا ہے، تمام تیلوں سے اسکی روشنی زیادہ چمکدار ہوتی ہے، زیتون کا تیل بطور سالن بھی استعمال ہوتا ہے اور بطور پھل بھی، اسکے تیل کو کسی نچوڑنے والے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ ہر کوئی نکال سکتا ہے۔حدیث شریف میں ہے کہ یہ ناسور کو درست کرتا ہے یہ ایسا درخت ہے جو اوپر سے نیچے تک جلایا جاتا ہے(2)

ابو اسلم انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا زیتون کھاؤ اور اس کا تیل لگاؤ کیونکہ یہ برکت والا درخت ہے(3)

زیتون زیادہ تر بحیرہ روم کے ساحلی علاقہ جات میں پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً فلسطین اور اسپین وغیرہ، اس کا پھل قدرے کسیلا ہوتا ہے جس سے تیل نکالا جاتا ہے، اس کا مزاج گرم تر ہے، زیتون کا تیل نسیان اور جوڑوں کے درد میں مفید ہے، یہ اعصاب کو مضبوط کرتا ہے، کلسٹر ول کو حل کرتا ہے اگر فالج زدہ حصے پر زیتون کے تیل کی مالش کی جائے تو افاقہ ہوتا ہے۔

(لا شرقیۃ ولا غربیۃ) یعنی صرف شرقی نہیں ہے کہ سورج کے غروب ہونے کے وقت اسے سورج کی شعاعیں نہ پہنچیں اور صرف غربی بھی نہیں ہے کہ صبح ،سورج کے طلوع ہونے کے وقت اسے سورج کی شعاعیں نہ پہنچیں بلکہ پورا دن اس پر سورج کی شعاعیں

1۔الحجۃ فی علل القراءات السبع ،ج4،ص55

2۔سیوطی،حافظ جلال الدین عبدالرحمن،جامع صغیر،رقم:3794،دارالفکر 1401ھ

3۔سنن ترمذی،کتاب الاطعمۃ،باب ماجاء فی الزیت،رقم:1851

پڑتی ہیں خواہ سورج طلوع ہو رہا ہو یا غروب ہو رہا ہو۔ لہذا یہ شرقی بھی ہے اور غربی بھی، دونوں اطراف سے حصہ لیتا ہے اس وجہ سے اس کا تیل زیادہ روشن ہوتا ہے یہ عرب کے اس قول کی طرح ہے کہ فلان لیس باسود ولا بابیض یعنی فلاں نہ بالکل سفید ہے اور نہ بالکل سیاہ ہے بلکہ اس میں دونوں رنگوں کی آمیزش ہے اسی طرح کہتے ہیں هذاالرمان لیس بحلو ولا حامض یعنی یہ انار نہ کھٹا اور نہ میٹھا بلکہ اس میں کھٹاس اور مٹھاس دونوں جمع ہیں یہ ابن عباس کا قول ہے جسے عکرمہ نے روایت کیا، کلبی اور اکثر مفسرین کا یہی مذہب ہے۔ سدی اور چند دوسرے علماء نے کہا کہ اس کا معنی ہے نہ وہ نچلی زمین میں ہے کہ اس کو سورج کی شعاعیں ہی نہ پہنچیں اور نہ ہی وہ بالکل ہموار زمین پر ہے کہ اس پر کبھی سایہ ہی نہ آئے بلکہ اس کو نہ تو دھوپ کی تمازت کوئی ضرر دیتی ہے اور نہ ہی سایہ۔ بعض علماء نے معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ نہ تو مشرق میں ہے کہ گرمی اس کے لیے مضر ہو اور نہ مغرب میں ہے کہ ٹھنڈک اس کیلئے ضرر رساں ہو۔ بعض نے کہا کہ وہ شامی درخت ہے کیونکہ شام شہر شرقی ہے نہ غربی ہے۔ حسن نے کہا کہ یہ دنیا کے درختوں میں سے نہیں ہے اگر ہوتا تو شرقی یا غربی ہوتا اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کی مثال جنت کے زیتون کے درخت کے ساتھ دی ہے (1)

(یکاد زیتھا) زیتھا سے مراد زیتون کا تیل ہے (یُضِیءُ) صاف اور شفاف ہونے کی وجہ سے روشن ہو جائے (وَلَو لَم تَمسَسهُ نَار) آگ کے چھونے سے پہلے پہلے (نُور عَلٰی نُورٍ) چراغ کی ضیاء، فانوس کی ضیاء کے اوپر ہے۔

مَثَلُ نورہٖ سے مراد ذات مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

اہل علم کا اس مثال کے معنی کو بیان کرنے میں اختلاف ہے بعض علماء فرماتے ہیں یہ تمثیل نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے بیان کی گئی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کعب الاحبار سے مثل نورہ کمشکوۃ کے ارشاد کے متعلق پوچھا تو حضرت کعب نے فرمایا یہ ایک مثال ہے

1۔ الکشف والبیان، ج7، ص103

جو اللہ پاک نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے بیان فرمائی ہے مشکوۃ سے مراد حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا سینہ مبارک ہے اور زجاج سے مراد آپکا قلب اقدس ہے جبکہ مصباح سے مراد نبوت ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بلند شان خود بخود لوگوں پر عیاں تھی اگر چہ آپ اعلان نبوت نہ بھی فرماتے جیسا کہ وہ تیل اتنا روشن تھا کہ اگر اس کو آگ نہ بھی چھوئے تو وہ خود بخود روشن ہو جائے (1)

سالم نے ابن عمر سے اس آیت کے متعلق روایت کیا ہے کہ ابن عمر نے فرمایا مشکوۃ سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جوف ہے، زجاج سے مراد آپ کا قلب منور ہے اور مصباح سے مراد وہ نور ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر ودیعت فرمایا لاشرقیہ ولا غربیۃ کا مطلب ہے کہ وہ نصرانی ہے اور نہ یہودی، شجرۃ مبارکہ سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات ہے نور علی نور یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب اطہر کا نور، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کے نور کے اوپر ہے (2)

محمد بن کعب القرظی فرماتے ہیں مشکوۃ سے مراد ابراہیم علیہ السلام، زجاجۃ سے مراد اسماعیل علیہ السلام اور المصباح سے مراد محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپکو مصباح فرمایا جیسا کہ آپکو سراج بھی فرمایا ہے وسراجا منیراً شجرۃ مبارکۃ سے مراد ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ آپ کو مبارک کی صفت سے اس لیے یاد فرمایا کیونکہ اکثر انبیاء آپکی پشت سے ہیں، لاشرقیۃ ولا غربیۃ یعنی ابراہیم علیہ السلام یہودی ہیں اور نہ نصرانی بلکہ آپ ہر مذہب کو چھوڑ کر دین اسلام پر قائم رہنے والے ہیں کیونکہ یہود مغرب کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں نصاریٰ مشرق کی طرف منہ کرتے ہیں، یکاد زیتھا یضیء ولو لم تمسسہ نار یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محاسن عالیہ آپ پر وحی کے آغاز سے پہلے ہی لوگوں پر ظاہر تھے، نور علی نور یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

1۔ الکشف والبیان، ج7، ص105

2۔ ایضا، ج7، ص105

نسل سے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور ابراہیم علیہ السلام کے نور پر ہے۔

مَثَل نورہٖ سے مراد بندہ مومن:

علماء فرماتے ہیں یہ بندہ مومن کے دل کے نور کی مثال ہے ابوالعالیہ حضرت ابی بن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا یہ بندہ مومن کی مثال ہے مشکوۃ سے مراد اسکی ذات ہے زجاجۃ سے مراد اس کا سینہ ہے، مصباح سے مراد ایمان وقرآن ہے جو اللہ تعالیٰ نے بندہ مومن کے دل میں ثبت فرمایا ہے شجرۃ مبارکۃ سے مراد اللہ تعالیٰ کیلئے اخلاص ہے پھر اس کی مثال اس درخت کے مانند ہے جو درختوں میں گھرا، سرسبز شاداب ہے سورج کے طلوع ہونے کے وقت تو اسے دھوپ لگتی ہے اور نہ غروب ہونے کے وقت اس پر دھوپ پڑتی ہے اسی طرح مومن فتنوں سے محفوظ ہوتا ہے۔

بندہ مومن چار خصلتوں کا حامل ہوتا ہے جب اسے نعمتیں حاصل ہوں تو شکر ادا کرتا ہے جب کسی مصیبت میں گرفتار ہو تو صبر کرتا ہے جب فیصلہ کرتا ہے تو عدل کرتا ہے اور جب بولتا ہے تو سچ بولتا ہے یکاد زیتھا یضیء یعنی قریب ہے کہ بندہ مومن کا دل حق کے ظہور سے پہلے حق کو پہچان لے کیونکہ وہ اس کے موافق ہوتا ہے۔

(نور علی نور) اُبی فرماتے ہیں بندہ مومن پانچ نوروں کے درمیان ہوتا ہے اس کی بات نور ہوتی ہے اس کا علم نور ہوتا ہے، جہاں وہ داخل ہوجائے وہ جگہ نور ہوتی ہے اور جہاں سے خارج ہوتا ہے وہ جگہ بھی نور ہوتی ہے اور قیامت کے روز اس کا لوٹنا بھی نور کی طرف ہوگا۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے نور اور ہدایت کی مثال ہے جو بندہ مومن کے دل میں ہوتا ہے جیسا کہ زیتون کے خالص تیل میں۔ قریب ہے کہ آگ چھونے سے پہلے پہلے وہ روشن ہوجائے اور اگر آگ اس کو چھو لے پھر تو اس کی روشنی مزید زیادہ ہوگی۔ اسی طرح قریب ہے کہ بندہ مومن کا دل ہدایت پر عمل پیرا ہو اور جب اس کے پاس علم آتا ہے تو اس کی ہدایت پر ہدایت کا اضافہ ہوتا ہے یعنی نور پر نور ہوتا ہے

(نور علی نور) یعنی مومن کا ایمان اور اس کا عمل۔

مثل نورہٖ سے مراد قرآن حکیم:

سدی کہتے ہیں نور ایمان اور نور قرآن مراد ہے حسن اور ابن زید کہتے ہیں یہ قرآن کی مثال ہے مصباح سے مراد قرآن ہے جس طرح چراغ سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اسی طرح قرآن سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے زجاجة سے مراد بندہ مومن کا دل ہے مشکوۃ سے مراد اسکا منہ اور اسکی زبان ہے شجرۃ مبارکة سے مراد وحی ہے یکاد زیتھا یعنی قریب ہے کہ قرآن کی محبت خود بخود واضح ہوجائے اگرچہ اس کو پڑھا نہ بھی جائے۔ یعنی قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کیلئے نور ہے حالانکہ نزول قرآن سے پہلے بھی بندوں کیلئے اس نے اپنی توحید کی طرف راہنمائی اور علامات بیان فرمادی تھیں ،نزولِ قرآن سے انکے نور میں اضافہ ہوا۔ (یَهدِی اللّٰہُ لِنُورِہٖ مَن یَّشَآءُ) ابن عباس فرماتے ہیں لنورہ سے مراد دین سلام ہے یہی نور بصیرۃ ہے۔ بعض نے کہا کہ لنورہ سے مراد قرآن ہے(1)

(وَیَضرِبُ اللّٰہُ الاَمثَالَ لِلنَّاسِ) اللہ تعالیٰ لوگوں کیلئے مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ سمجھ جائیں اور سمجھنے کے راستے آسان ہوجائیں (فِی بُیُوتٍ اَذِنَ اللّٰہُ) یعنی وہ چراغ گھروں میں ہے۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے کہ وہ چراغ گھروں میں روشن کیے جاتے ہیں (جبکہ) یہاں پر بیوت سے مراد مساجد ہیں۔

مساجد اوران کوآباد کرنے والوں کی عظمت:

سعید بن جبیر حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ مساجد زمین میں اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں اور آسمان والوں کو یہ اس طرح روشن دکھائی دیتی ہیں جس طرح زمین والوں کو ستارے چمکتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

حضرت صالح بن حبان نے حضرت بریدہ سے اس آیت کے متعلق روایت فرمایا کہ چار

1۔اللباب فی علوم الکتاب، ج14،ص390

مساجد ایسی ہیں جنہیں انبیاء کرام نے تعمیر فرمایا ہے: کعبہ کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل نے تعمیر فرمایا اور اس کو قبلہ بنا دیا، بیت المقدس کو حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر فرمایا، مسجد نبوی اور مسجد قبا کی بنیاد تقوٰی پر رکھی گئی ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعمیر فرمایا۔(أَن تُرفَعَ) مجاہد نے ان ترفع کا معنی ان تبنی (تعمیر کرنا) بیان فرمایا ہے۔اس معنی کی مثال اللہ پاک کا یہ ارشاد ہے و اذیر فع ابراھیم القواعد من البیت و اسمعیل (1)

حضرت حسن نے ان ترفع کا معنی ان تعظم (عزت واحترام کرنا) فرمایا یعنی مساجد میں کوئی بری بات نہ کی جائے (2)

(وَیذکَرَ فِیهَا اسمُهٗ) حضرت ابن عباس معنی فرماتے ہیں کہ اس کے قرآن کی تلاوت کی جائے۔

(یُسَبِّحُ لَهٗ)تسبیح کو مردوں کی صفت بنایا ہے۔اہل تفسیر فرماتے ہیں ذِکر سے مراد فرض نمازیں ہیں بوقت صبح، فجر کی نماز، شام میں ظہر، عصر، مغرب، عشا ادا کی جاتی ہیں کیونکہ اصیل کالفظ ان تمام کو جمع کرتا ہے۔بعض لوگوں نے کہا کہ غدو اور الآصال سے صبح اور عصر کی نماز مراد ہے۔

نماز کی اہمیت وفضیلت:

عبداللہ بن قیس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے فجر اور عصر کی نمازیں پڑھیں وہ جنت میں داخل ہوگا(3)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں۔صبح کے وقت تسبیح سے مراد چاشت کی نماز پڑھنا ہے(4)

1۔البقرۃ:127

2۔الکشف والبیان، ج7،ص108

3۔صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصلوۃ، باب فضل صلاۃ الفجر، رقم:574

4۔الکشف والبیان، ج7،ص108

ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے پاکیزگی کی حالت میں فرض نماز ادا کی اس کا اجر محرم حاجی کے اجر کی طرح اور جو چاشت کی نماز کے لئے جائے اور صرف نماز کے لئے کھڑا ہو اس کا اجر عمرہ ادا کرنے والے کے اجر کی طرح ہے ایک نماز کے پیچھے دوسری نماز علیین میں لکھی جاتی ہے بشرطیکہ درمیان میں کوئی لغو بات نہ ہو(1)

رِجَالٌ لا لَّا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيۡتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوۡنَ يَوۡمًا تَتَقَلَّبُ فِيۡهِ الۡقُلُوۡبُ وَالۡاَبۡصَارُ ﴿37﴾ لِيَجۡزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحۡسَنَ مَا عَمِلُوۡا وَيَزِيۡدَهُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ وَاللّٰهُ يَرۡزُقُ مَنۡ يَّشَآءُ بِغَيۡرِ حِسَابٍ ﴿38﴾

37 تا38 آیات کا ترجمہ وتفسیر:

﴿37﴾ (اللہ کے اس نور کے حامل) وہی مردانِ (خدا) ہیں جنہیں تجارت اور خرید وفروخت نہ اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے اور نہ نماز قائم کرنے سے اور نہ زکوۃ ادا کرنے سے (بلکہ دنیوی فرائض کی ادائیگی کے دوران بھی) وہ (ہمہ وقت) اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں (خوف کے باعث) دل اور آنکھیں (سب) الٹ پلٹ ہو جائیں گی ﴿38﴾ تاکہ اللہ انہیں ان (نیک) اعمال کا بہتر بدلہ دے جو انہوں نے کئے ہیں اور اپنے فضل سے انہیں اور (بھی) زیادہ (عطا) فرمادے، اور اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق (وعطا) سے نوازتا ہے

(رِجَال) یہاں صرف مردوں کا ذکر فرمایا کیونکہ خواتین پر مسجد میں جمعہ یا جماعت لازم نہیں (لَّا تُلۡهِيۡهِمۡ) تجارت ان کو غافل نہیں کرتی (تِجَارَةٌ) بعض علماء فرماتے ہیں تجارۃ کو خاص اس لیے کیا کہ جو چیزیں آدمی کو نماز اور باقی عبادات سے غافل کرتی ہیں ان میں سب سے بڑی چیز تجارت ہے، تجارت سے مراد شراء (خریدنا) ہے اگرچہ تجارت کے اسم کا اطلاق بیع وشراء دونوں پر ہوتا ہے دلیل یہ ہے کہ بیع کا ذکر اس کے بعد علیحدہ فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان و اذا راَو اتجارۃ کی طرح ہے اس مقام پر بھی تجارت سے مراد شراء ہے۔ فراء کہتا ہے اہل جلب کیلئے تجارت کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور بیع وہ ہوتی

1۔ مسند احمد بن حنبل، رقم: 22304

ہے جس کو آدمی اپنے سامنے طے کرے (ولا بیع عن ذکر اللہ) مساجد میں نماز قائم کرنے سے (وَاِقَام) اقامة کے معنی میں ہے (الصَّلٰوۃِ) اقام کے آخر سے ۃ کو حذف کر دیا ہے اقام الصلوۃ سے مراد نماز کی اپنے وقت پر ادائیگی ہے کیونکہ جو نماز کو اپنے وقت سے موخر کرتا ہے وہ نماز کو قائم کرنے والا نہیں ہوتا۔ نماز کا ذکر دوسری مرتبہ بھی کر دیا اگرچہ ذکر اللہ سے مراد بھی پانچ نمازیں ہیں بدیں وجہ کہ اقام الصلوۃ سے مراد نماز کے اوقات کی حفاظت ہے۔

مروی ہے کہ حضرت سالم حضرت ابن عمر سے روایت فرماتے ہیں کہ ابن عمر بازار میں تھے نماز کی تکبیر ہو گئی سب لوگ کھڑے ہوئے اور اپنی دکانیں بند کر کے مسجد میں داخل ہو گئے عبداللہ بن عمر نے فرمایا یہ ارشاد (لا تلهیهم الخ) ان لوگوں کے متعلق نازل ہوا (وَاِیتَآءِ الزَّکٰوۃ) فرض زکوۃ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کا مطلب بیان فرماتے ہیں کہ جب زکوۃ ادا کرنے کا وقت آجائے تو اس کو روکتے نہیں بعض نے کہا اس سے مراد اعمال صالحہ ہیں (1)

(یخافونَ یوماً تتقلب فیه القُلوبُ والابصار) بعض علماء فرماتے ہیں کفار کے دل دنیا میں کفر و تشکیک میں زندگی بسر کرنے کی وجہ سے کانپ رہے ہونگے اور اس دن انکی آنکھوں سے کفر کی پٹی اتر جائے گی۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ دل خوف اور رجا کے درمیان پلٹ رہے ہونگے کبھی ہلاکت کا خوف طاری ہوگا اور گاہے نجات کی امید بر آتی نظر آئے گی۔ آنکھیں ادھر اُدھر گھوم رہی ہونگی کہ نامہ اعمال دائیں ہاتھ ملتا ہے یا بائیں ہاتھ، دائیں جانب سے پکڑا جاتا ہے یا بائیں جانب سے۔ بعض علماء فرماتے ہیں دل خوف سے گلے میں اٹک جائیں گے نہ نیچے جائیں گے اور نہ باہر نکلیں گے، اس ہولناک منظر کو دیکھ کر آنکھیں پتھر ہو جائیں گی (لِیَجزِیَهُمُ اللہُ اَحسَنَ مَا عَمِلُوا) یعنی مومنین اللہ پاک کے ذکر، نماز کے قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے میں مشغول ہوتے ہیں تاکہ اللہ

1۔ الکشف والبیان، ج 7، ص 109

تعالیٰ ان کو اپنے کیے کی اچھی جزاء دے یعنی ان کو ثواب عطا فرمادے اور ان کا کوئی عمل ایسا نہیں ہوگا جس کی اللہ تعالیٰ ان کو جزاء نہ دے (وَيَزِيدَهُم مِّن فَضۡلِهِ) جن کے وہ اپنے اعمال کی وجہ سے مستحق نہیں ہونگے (وَٱللَّهُ يَرۡزُقُ مَن يَشَآءُ بِغَيۡرِ حِسَابٍ)۔

پھر اللہ تعالیٰ نے کفار کے اعمال کی مثالیں بیان فرمائی۔

وَٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ أَعۡمَٰلُهُمۡ كَسَرَابِۭ بِقِيعَةٖ يَحۡسَبُهُ ٱلظَّمۡـَٔانُ مَآءً حَتَّىٰٓ إِذَا جَآءَهُۥ لَمۡ يَجِدۡهُ شَيۡـٔٗا وَوَجَدَ ٱللَّهَ عِندَهُۥ فَوَفَّىٰهُ حِسَابَهُۥۗ وَٱللَّهُ سَرِيعُ ٱلۡحِسَابِ ﴿39﴾ أَوۡ كَظُلُمَٰتٖ فِي بَحۡرٖ لُّجِّيّٖ يَغۡشَىٰهُ مَوۡجٞ مِّن فَوۡقِهِۦ مَوۡجٞ مِّن فَوۡقِهِۦ سَحَابٞۚ ظُلُمَٰتُۢ بَعۡضُهَا فَوۡقَ بَعۡضٍ إِذَآ أَخۡرَجَ يَدَهُۥ لَمۡ يَكَدۡ يَرَىٰهَاۗ وَمَن لَّمۡ يَجۡعَلِ ٱللَّهُ لَهُۥ نُورٗا فَمَا لَهُۥ مِن نُّورٍ ﴿40﴾

39 تا 40 آیات کا ترجمہ وتفسیر:

﴿39﴾ اور کافروں کے اعمال چٹیل میدان میں سراب کی مانند ہیں جس کو پیاسا پانی سمجھتا ہے۔ یہاں تک کہ جب اس کے پاس آتا ہے تو اسے کچھ (بھی) نہیں پاتا (اسی طرح اس نے آخرت میں) اللہ کو اپنے پاس پایا مگر اللہ نے اس کا پورا حساب (دنیا میں ہی) چکا دیا تھا، اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے ﴿40﴾ یا (کافروں کے اعمال) اس گہرے سمندر کی تاریکیوں کی مانند ہیں جسے موج نے ڈھانپا ہوا ہو (پھر) اس کے اوپر ایک اور موج ہو (اور) اس کے اوپر بادل ہوں (یہ تہ درتہ) تاریکیاں ایک دوسرے کے اوپر ہیں، جب (ایسے سمندر میں ڈوبنے والا کوئی شخص) اپنا ہاتھ باہر نکالے تو اسے (کوئی بھی) دیکھ نہ سکے، اور جس کے لئے اللہ ہی نے نورِ (ہدایت) نہیں بنایا تو اس کے لئے (کہیں بھی) نور نہیں ہوتا o

(وَٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ أَعۡمَٰلُهُمۡ كَسَرَابِۭ بِقِيعَةٖ) سراب وہ چمک جو گرمیوں میں دوپہر کے وقت ریت کے صحرا میں دکھائی دے ایسے لگتا ہے جیسے زمین پر پانی جاری ہو اس کو دیکھنے والا پانی خیال کرتا ہے مگر جب قریب پہنچتا ہے تو یہ دیکھ کر حیران و ششدر رہ جاتا ہے کہ وہاں پر تو کچھ نہیں ہے۔

الآل: ان بخارات کو کہتے ہیں جو زمین سے اٹھتے ہیں یہ بخارات سراب کی طرح ہوتے

ہیں جو دن کے وقت آسمان اور زمین کے درمیان دکھائی دیتے ہیں اس میں چھوٹا بڑا نظر آتا ہے اور بڑا چھوٹا دکھائی دیتا ہے۔

الرقراق: شام کے وقت ہوتے ہیں یہ سراب سے اٹھنے والے بخارات کو کہتے ہیں۔ آجاتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔

القیعه: قاع کی جمع ہے قاع کشادہ اور ہموار زمین کو کہتے ہیں اور اسی میں سراب ہوتا ہے (یَحسَبُهُ الظَّمانُ) پیاسا اسے گمان کرتا ہے (مَآءً حَتّٰی اِذَا جَآءَہ) یہانتک کہ جب وہ اس جگہ آتا ہے جہاں اس نے پانی دیکھا تھا۔ بعض نے کہا جب وہ سراب کی جگہ پر آتا ہے (لَم یَجِدہُ شَيٍ) جس چیز کا اس نے اندازہ لگایا تھا اور گمان کیا تھا۔ اسی طرح کافر بھی گمان کرتا ہے کہ اس کے اعمال اس کو فائدہ دینگے پس جب ملک الموت اس کے پاس آئے گا اور وہ اپنے اعمال کو دیکھے گا تو اس کے اعمال اس کو کسی چیز سے بچا سکیں گے اور نہ ہی اس کے اعمال اسے کسی چیز کا نفع دینگے (وَ وَجَدَ اللهَ عِندَہٗ) اپنے عمل کے پاس یعنی وہاں اللہ تعالیٰ کو پائے گا جو اعمال کی جزاء دے گا۔ بعض نے کہا کہ اللہ رب العزت کو آگے پائے گا (فَوَفّٰهُ حِسَابَه) اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اعمال کی جزاء دے گا۔

(اَو کَظُلُمٰتٍ) یہ دوسری مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے کفار کے اعمال کیلئے بیان فرمائی، فرمایا ان کے اعمال فساد اور جہالت کی وجہ سے اندھیروں کے مشابہ ہیں

(فِی بَحرٍ لُّجِّيٍ) لجی گہرے اور زیادہ پانی کو کہتے ہیں، لجة البحر سمندر کی بڑی لہر اور موج کو کہتے ہیں (یَغشَاہُ) اوپر ہے (مَوجٌ مِن فَوقِه مَوجٌ) وہ موجیں تہہ بہ تہہ ہیں (سَحَاب) بادل، بعض کی قراءت کے مطابق کلام سحاب پر مکمل ہو جائے گا اور ظلمات بعضها فوق بعض سے نیا کلام شروع ہوگا (ظُلُمٰتٌ بَعضُهَا فَوقَ بَعضٍ) بادلوں، موجوں، اور سمندر کی تاریکیوں میں سے بعض بعض کے اوپر ہیں۔ سمندر کی تاریکی کے اوپر موجوں کی تاریکی ہے ایک موج کی تاریکی کے اوپر دوسری موج کی تاریکی ہے موجوں کی تاریکی کے اوپر بادلوں کی تاریکی ہے۔ اس مقام پر ظلمات سے

مراد کفار کے اعمال ہیں،

بحر لجی سے مراد ان کا دل ہے موج سے مراد وہ چیزیں ہیں جنہوں نے کافر کے دل کو ڈھانپ رکھا ہے جیسا کہ جہل، شک، حیرت وغیرہ۔ سحاب سے مراد کافر کے دل پر لگی ہوئی مہر ہے۔ ابی بن کعب فرماتے ہیں کہ کافر پانچ ظلمتوں میں یکے بعد دیگرے پلٹتا ہے اس کا کلام اندھیرا، اس کا عمل اندھیرا، اس کا مدخل اندھیرا، اس کا مخرج اندھیرا اس کا لوٹنا بھی قیامت کے دن اندھیروں یعنی آگ ہی کی طرف ہوگا (1)

(اذا اَخرج) یعنی دیکھنے والا (یَدہ لم یَکَدیراھَا) قریب نہیں ہے کہ اندھیروں کی شدت کی وجہ سے اپنے اس ہاتھ کو دیکھ پائے۔ قراء کہتے ہیں کہ یَکَد صلہ ہے معنی ہے کہ کوشش کے بعد ہی دیکھ سکے گا جیسے کہ عرب کہتے ہیں نہیں تھا قریب کہ میں تجھے دیکھ پاتا حالانکہ متکلم نے مخاطب کو دیکھ لیا ہوتا ہے لیکن ناامید اور سختی کے بعد بعض لوگوں کے نزدیک اس کا معنی ہے کہ قریب ہے وہ اپنے ہاتھ کو دیکھ لے اگرچہ اس نے دیکھا نہیں جیسے کہتے ہیں قریب ہے کہ شتر مرغ اڑ جائے۔

(وَمَن لَّم یَجعَلِ اللهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِن نُّورٍ) حضرت بن عباس نے فرمایا اس کا معنی ہے جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے دین و ایمان نہیں بنایا اس کا کوئی دین نہیں ہے بعض نے کہا اس کا معنی ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دے اس کا نہ تو کوئی ایمان ہے اور نہ ہی اس کو کوئی ہدایت دے سکتا ہے۔ مقاتل فرماتے ہیں یہ آیت عتبہ بن ربیعہ بن امیہ کے بارے نازل ہوئی وہ زمانہ جاہلیت میں دین کو تلاش کرتا تھا، ٹاٹ کا لباس پہنتا تھا لیکن جب اسلام کا ظہور ہوگیا تو اس نے انکار کر دیا (جبکہ) اکثر مفسرین کا کہنا ہے یہ آیت تمام کفار کیلئے ہے (2)

اَلَم تَرَ اَنَّ اللهَ یُسَبِّحُ لَهُ مَن فِی السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ وَالطَّیرُ صٰٓفّٰتٍ کُلٌّ قَد عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسبِیحَهُ وَاللهُ عَلِیمٌ بِمَا یَفعَلُونَ ﴿41﴾ وَلِلّٰهِ مُلكُ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ

1۔ الکشف والبیان، ج7، ص111

2۔ ایضاً، ج7، ص111

وَاِلَی اللّٰہِ الْمَصِیْرُ ﴿42﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُزْجِیْ سَحَابًا ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَیْنَہٗ ثُمَّ یَجْعَلُہٗ
رُکَامًا فَتَرَی الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِہٖ وَیُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِیْھَا مِنْ بَرَدٍ
فَیُصِیْبُ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَیَصْرِفُہٗ عَنْ مَّنْ یَّشَآءُ یَکَادُ سَنَا بَرْقِہٖ یَذْھَبُ بِالْاَبْصَارِ
﴿43﴾ یُقَلِّبُ اللّٰہُ الَّیْلَ وَالنَّھَارَ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ ﴿44﴾

41 تا 44 آیات کا ترجمہ وتفسیر:

﴿41﴾ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو کوئی بھی آسمانوں اور زمین میں ہے وہ (سب) اللہ ہی کی تسبیح کرتے ہیں اور پرندے (بھی فضاؤں میں) پر پھیلائے ہوئے (اسی کی تسبیح کرتے ہیں)، ہر ایک (اللہ کے حضور) اپنی نماز اور اپنی تسبیح کو جانتا ہے، اور اللہ ان کاموں سے خوب آگاہ ہے جو وہ انجام دیتے ہیں ﴿42﴾ اور سارے آسمانوں اور زمین کی حکمرانی اللہ ہی کی ہے، اور سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ﴿43﴾ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی بادل کو (پہلے) آہستہ آہستہ چلاتا ہے پھر اس (کے مختلف ٹکڑوں) کو آپس میں ملا دیتا ہے پھر اسے تہ بہ تہ بنا دیتا ہے پھر تم دیکھتے ہو کہ اس کے درمیان خالی جگہوں سے بارش نکل کر برستی ہے، اور وہ اسی آسمان (یعنی فضا) میں برفانی پہاڑوں کی طرح (دکھائی دینے والے) بادلوں میں سے اولے برساتا ہے، پھر جس پر چاہتا ہے ان اولوں کو گراتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ان کو پھیر دیتا ہے (مزید یہ کہ انہی بادلوں سے بجلی بھی پیدا کرتا ہے)، یوں لگتا ہے کہ اس (بادل) کی بجلی کی چمک آنکھوں (کو خیرہ کر کے ان) کی بینائی اچک لے جائے گی ﴿44﴾. اور اللہ رات اور دن کو (ایک دوسرے کے اوپر) پلٹتا رہتا ہے، اور بیشک اس میں عقل وبصیرت والوں کے لئے (بڑی) رہنمائی ہے o

(اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُسَبِّحُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ) ہوا میں اپنے بازو پھیلائے ہوئے ہیں۔ بعض علماء نے فرمایا کہ جانوروں میں سے پرندوں کو ذکر کے ساتھ خاص کیا کیونکہ پرندے آسمان اور زمین کے درمیان ہوتے ہیں لہذا یہ آسمان اور زمین میں رہنے والوں کے حکم سے خارج ہونگے (کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَہٗ وَتَسْبِیْحَہٗ) مجاہد نے کہا کہ نماز انسانوں کیلئے ہے اور تسبیح باقی مخلوقات کیلئے ہے جبکہ بعض علماء نے کہا

کہ پرندوں کا پر مارنا نماز اور انکی آواز تسبیح ہے (1)
(کل قد علم) یعنی ہر نماز پڑھنے والے کی نماز اور تسبیح کرنے والے کی تسبیح کو اللہ پاک جانتا ہے۔ بعض علماء نے اسکا معنی اسطرح بیان کیا ہے کہ ہر نماز پڑھنے والا اپنی نماز اور ہر تسبیح پڑھنے والا اپنی تسبیح جانتا ہے (اَلَم تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُزجِی) اللہ تعالیٰ اپنے احکام (سے بادلوں کو) چلاتا ہے (سَحَابًا) جس طرف چاہے (ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَینَہٗ) پھر بادلوں کے متفرق ٹکڑوں کو بعض کے ساتھ ملاتا ہے (ثُمَّ یَجعَلُہٗ رُکَامًا) پھر ان کو تہہ بہ تہہ کر دیتا ہے کہ بعض بعض کے اوپر ہوتے ہیں۔ (فَتَرَی الوَدقَ) الودق سے مراد بارش ہے (یخرج من خِلالہ) خلال، خلل کی جمع ہے۔ خلال کا معنی درمیان ہے جیسا کہ جبال، جبل کی جمع ہے (وَیُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِن جِبَالٍ فِیهَا مِن بَرَدٍ) یعنی برد (ٹھنڈ) اتارتا ہے۔ من صلہ کیلئے ہے بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے برف کے بڑے بڑے تو دے برساتا ہے جو کثرت میں پہاڑوں کے مشابہ ہوتے ہیں اور من جبال کا مِن صفت کیلئے ہوگا جبکہ بعض نے کہا اس کا معنی ہے کہ وہ پہاڑ اتارتا ہے جو آسمانوں میں ہیں اور وہ پہاڑ اولوں کے ہیں۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے خود بتایا کہ آسمان میں برف کے پہاڑ ہیں۔ انزال کا مفعول محذوف ہے اصل عبارت اسطرح ہے وینزل من السماء من جبال فیھا برد۔ (2)
جملہ کے دلالت کرنے کی وجہ سے دوسرے مفعول کو ذکر نہیں کیا۔ نحوی حضرات کہتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے اس آیت میں تین مرتبہ مِن کو ذکر فرمایا ہے پہلا مِن، مِن السماء کا یہ ابتداء غایت کیلئے ہے کیونکہ اتارنے کی ابتداء آسمان سے ہوتی ہے۔ دوسرا مِن، مِن جبال کا ہے یہ مِن تبعیض کیلئے ہے کیونکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ آسمان سے نازل فرماتا ہے وہ ان پہاڑوں کا بعض ہوتا ہے جو آسمانوں میں ہیں اور تیسرا مِن، مِن بردٍ کا ہے یہ

1۔ الکشف والبیان، ج7، ص112

2۔ ایضاً، ج7، ص112

تجنیس کیلئے ہے کیونکہ وہ پہاڑ، برف کی جنس سے ہیں (فیصیب بہ) فیصیب بہ میں ہ ضمیر کا مرجع بَرَد یعنی برف ہے (مَن یَشَآءُ) اسکی کھیتی اور مال کو ہلاک کردیتا ہے۔(وَ یَصرِفُہٗ عَن مَن یَشَآءُ) اوراس کو ضرر نہیں دیتا (یَکادسنا برقہ) بادلوں کی چمک کی روشنی (یَذھَبُ بِالاَبصَارِ) روشنی اور چمک کی شدت کی وجہ سے۔(یقلب اللہ اللیل والنھار) اللہ تعالیٰ دن، رات کے اختلاف اوران کے آگے پیچھے آنے میں تصرف فرماتا ہے رات کو لاتا اور دن کو لے جاتا ہے اور دن کو لاتا ہے اور رات کو لے جاتا ہے۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا :ابن آدم زمانے کو برا بھلا کہہ کر مجھے تکلیف دیتا ہے میں زمانہ (کو بدلتا) ہوں اور گردشِ لیل ونہار میرے قبضہ وقدرت میں ہے۔(1)

(اِنَّ فِی ذٰلِکَ) یعنی ان تمام چیزوں میں جو ذکر کی گئی ہیں (لعبرۃً لاولی الابصار) عقل اور بصیرت رکھنے والوں کیلئے اللہ کی توحید اور قدرت میں نشانیاں ہیں۔

وَ اللہُ خَلَقَ کُلَّ دَآبَّۃٍ مِّن مَّآءٍ فَمِنھُم مَّن یَّمشِی عَلٰی بَطنِہٖ وَمِنھُم مَّن یَّمشِی عَلٰی رِجلَینِ وَمِنھُم مَّن یَّمشِی عَلٰی اَربَعٍ یَخلُقُ اللہُ مَا یَشَآءُ اِنَّ اللہَ عَلٰی کُلِّ شَیءٍ قَدِیرٌ ﴿45﴾ لَقَد اَنزَلنَا اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ وَ اللہُ یَھدِی مَن یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّستَقِیمٍ ﴿46﴾ وَیَقُولُونَ اٰمَنَّا بِاللہِ وَبِالرَّسُولِ وَاَطَعنَا ثُمَّ یَتَوَلّٰی فَرِیقٌ مِّنھُم مِّن بَعدِ ذٰلِکَ وَمَا اُولٰٓئِکَ بِالمُؤمِنِینَ ﴿47﴾ وَاِذَا دُعُوا اِلَی اللہِ وَرَسُولِہٖ لِیَحکُمَ بَینَھُم اِذَا فَرِیقٌ مِّنھُم مُّعرِضُونَ ﴿48﴾ وَاِن یَّکُن لَّھُمُ الحَقُّ یَاتُوا اِلَیہِ مُذعِنِینَ ﴿49﴾ اَفِی قُلُوبِھِم مَّرَضٌ اَمِ ارتَابُوا اَم یَخَافُونَ اَن یَّحِیفَ اللہُ عَلَیھِم وَرَسُولُہٗ بَل اُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُونَ ﴿50﴾ اِنَّمَا کَانَ قَولَ المُؤمِنِینَ اِذَا دُعُوا اِلَی اللہِ وَرَسُولِہٖ لِیَحکُمَ بَینَھُم اَن یَّقُولُوا سَمِعنَا وَاَطَعنَا وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ المُفلِحُونَ ﴿51﴾ وَمَن یُّطِعِ اللہَ وَرَسُولَہٗ وَیَخشَ اللہَ وَیَتَّقہِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الفَآئِزُونَ ﴿52﴾

1۔صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب: ومایھلکنا الا الدھر، رقم: 4826

؎ اذا سار عبداللہ من مروَ لیلۃً   قد سار منھا نورھا و جمالھا

ایک رات عبداللہ مرو سے چلا تو مرو سے اس کا نور و جمال بھی چلا گیا(1)

(مثل نورہ) بندہ مومن کا دل اللہ تعالیٰ کے نور کی مثل ہے، وہ نور جس کے ذریعے ہدایت حاصل کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: فھو علی نور من ربہ(2)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس آیت کو مَثَلُ نورِہ فی قلب المومن پڑھا کرتے تھے۔ سعید بن جبیر حضرت ابن عباس سے اس کا مفہوم اس طرح روایت فرماتے ہیں۔ مَثَلُ نورِہ الذی اعطی المومن یعنی اللہ تعالیٰ کے نور کی صفت جو مومن کو عطا ہوئی ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں نورہ کی ہ ضمیر کا مرجع مومن ہے۔ حضرت ابی مَثَلُ نورِہ مَن اٰمن پڑھتے تھے یعنی وہ آدمی جس کے سینے میں اللہ رب العزت نے ایمان اور قرآن یکجا کر دیا ہو۔ حسن اور زید بن اسلم کہتے ہیں نور سے مراد قرآن ہے۔ سید بن جبیر اور ضحاک کے نزدیک مراد ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جبکہ بعض علماء فرماتے ہیں نور سے مراد طاعت ہے۔ اطاعت الٰہیہ کو نور کہا اور فضیلت کے لئے اپنی طرف منسوب کر دیا(3)

(کمشکاۃ) دیوار میں چراغ رکھنے کی جگہ کو مشکوۃ کہتے ہیں ایسی جگہ جو تمام اطراف سے بند ہو اگر دیوار کا وہ سوراخ آر پار ہو تو اسے کوۃ کہتے ہیں بعض علماء فرماتے ہیں یہ حبشی زبان کا لفظ ہے۔ مجاہد فرماتے ہیں اس سے مراد قندیل ہے۔ (فیھا مصباح) مصباح سے چراغ مراد ہے اور اس کا معنی روشنی ہے۔ الصبح کا معنی بھی یہی ہے معنی ہوگا جیسا کہ طاق میں چراغ ہو (المصباح فی زجاجۃ) یعنی قندیل۔ زجاج فرماتے ہیں یہاں زجاجۃ کا ذکر اس لیے فرمایا کہ آگ کی ضیاء اور فانوس کی روشنی بہت زیادہ ہو جاتی ہے پھر زجاجۃ کی صفت بیان فرمائی (زجاجۃ کانھا کوکب دُری) ابو عمر اور

1۔ اللباب فی علوم الکتاب، ج14، ص381

2۔ الزمر:22

3۔ الکشف والبیان، ج7، ص101

کسائی نے دُرِی کو دال کے کسرہ اور ہمزہ کے ساتھ دِرِی پڑھا ہے حمزہ اور ابو بکر نے دال کے ضمہ اور ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے تو جو قراء دال کے نیچے کسرہ پڑھتے ہیں ان کے مذہب پر یہ درء سے مشتق اور فعیل کے وزن پر ہوگا (1)

درء کا معنی دفع کرنا ہوتا ہے کیونکہ ستارے بھی شیطانوں کو آسمان سے دور بھگاتے ہیں فانوس کو ستاروں کی حالت دفع کے ساتھ تشبیہ دی کیونکہ حالت دفع میں ستارے زیادہ روشن اور چمک دار ہوتے ہیں۔ بعض فرماتے ہیں یہ درء الکوکب سے مشتق ہے جب وہ دور ہوتا ہے اس وقت اسکی روشنی زیادہ ہوتی ہے۔ بعض فرماتے ہیں دری، طلوع کے معنی میں ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے درء النجم یعنی ستارہ طلوع اور بلند ہوا اسی طرح کہتے ہیں درء علینا فلان یعنی فلاں ہمارے پاس حاضر ہوا۔ بعض قراء نے دال کے ضمہ، یاء مشدد، بدون ہمزہ کے پڑھا ہے یعنی زیادہ روشنی والا اپنی صفائی اور حسن کی وجہ سے موتی کی طرف منسوب ہے اگر چہ ستارہ موتی سے زیادہ روشن ہوتا ہے لیکن وہ ستارہ باقی تمام ستاروں سے زیادہ منور ہوتا ہے جیسا کہ موتی تمام موتیوں سے زیادہ خوبصورت ہوتا ہے۔ بعض نے کہا کہ کوکب پانچ ستاروں میں سے ایک ستارہ ہے پانچ ستارے یہ ہیں زحل، مریخ، مشتری، زہرہ، عطارد بعض نے کہا ہے کہ زجاج کو کوکب کے ساتھ تشبیہ دی، سورج اور چاند کے ساتھ تشبیہ نہیں دی اسلئے کہ سورج اور چاند کو گہن لگتا ہے لیکن کوکب کو گہن نہیں لگتا۔

(یُو قَدُ) ابوجعفر، ابن کثیر ابوعمر، یعقوب نے تا کے ساتھ، واوٗ کے فتحہ اور قاف مشدد کے ساتھ تَوَ قدَ ماضی کا صیغہ پڑھا ہے مراد چراغ ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے تو قدت النار یہ اتقدت النار کے معنی میں ہے۔ اہل کوفہ نے سوائے حفص کے توقد، تاء کے ضمہ اور قاف کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے اس وقت اس کا مرجع زجاج ہوگا مراد زجاج کی آگ ہے کیونکہ زجاج خود تو جلائی نہیں جاتی۔ جبکہ اکثر قراء (بشمول حفص) نے یاء کے ضمہ کے

1۔ الحجۃ فی علل القراءات السبع، ج4، ص55

ساتھ پڑھا ہے مرجع چراغ ہوگا(1)

(من شجرة مبارکة) اصل عبارت ہے من زیت شجرة مبارکة مضاف کو حذف کیا گیا ہے۔حذف مضاف پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے (یَکَادُ زَیتُھَا یُضِیءُ)

زیتون کے فوائد:

شجرة مبارکة سے مراد زیتون کا درخت ہے یہ درخت بڑی برکتوں والا اور بہت زیادہ نفع دینے والا ہے زیتون کا تیل چراغ میں جلایا جاتا ہے جو کہ انتہائی صاف ہوتا ہے، تمام تیلوں سے اسکی روشنی زیادہ چمکدار ہوتی ہے، زیتون کا تیل بطور سالن بھی استعمال ہوتا ہے اور بطور پھل بھی، اسکے تیل کو کسی نچوڑنے والے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ ہر کوئی نکال سکتا ہے۔حدیث شریف میں ہے کہ یہ ناسور کو درست کرتا ہے یہ ایسا درخت ہے جو اوپر سے نیچے تک جلایا جاتا ہے(2)

ابو اسلم انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا زیتون کھاؤ اور اس کا تیل لگاؤ کیونکہ یہ برکت والا درخت ہے(3)

زیتون زیادہ تر بحیرہ روم کے ساحلی علاقہ جات میں پیدا ہوتا ہے۔مثلاً فلسطین اور اسپین وغیرہ، اس کا پھل قدرے کسیلا ہوتا ہے جس سے تیل نکالا جاتا ہے، اس کا مزاج گرم تر ہے، زیتون کا تیل نسیان اور جوڑوں کے درد میں مفید ہے، یہ اعصاب کو مضبوط کرتا ہے، کلسٹرول کو حل کرتا ہے اگر فالج زدہ حصے پر زیتون کے تیل کی مالش کی جائے تو افاقہ ہوتا ہے۔

(لا شرقیة ولا غربیة) یعنی صرف شرقی نہیں ہے کہ سورج کے غروب ہونے کے وقت اسے سورج کی شعاعیں نہ پہنچیں اور صرف غربی بھی نہیں ہے کہ صبح، سورج کے طلوع ہونے کے وقت اسے سورج کی شعاعیں نہ پہنچیں بلکہ پورا دن اس پر سورج کی شعاعیں

1۔الحجة فی علل القراءات السبع، ج4،ص55

2۔سیوطی، حافظ جلال الدین عبدالرحمن، جامع صغیر، رقم:3794، دارالفکر 1401ھ

3۔سنن ترمذی، کتاب الاطعمة، باب ماجاء فی الزیت، رقم:1851

پڑتی ہیں خواہ سورج طلوع ہو رہا ہو یا غروب ہو رہا ہو۔ لہذا یہ شرقی بھی ہے اور غربی بھی، دونوں اطراف سے حصہ لیتا ہے اس وجہ سے اس کا تیل زیادہ روشن ہوتا ہے یہ عرب کے اس قول کی طرح ہے کہ فلان لیس باسود و لا بابیض یعنی فلاں نہ بالکل سفید ہے اور نہ بالکل سیاہ ہے بلکہ اس میں دونوں رنگوں کی آمیزش ہے اسی طرح کہتے ہیں ھذاالرمان لیس بحلو و لا حامض یعنی یہ انار نہ کھٹا اور نہ میٹھا بلکہ اس میں کھٹاس اور مٹھاس دونوں جمع ہیں یہ ابن عباس کا قول ہے جسے عکرمہ نے روایت کیا، کلبی اور اکثر مفسرین کا یہی مذہب ہے۔ سدی اور چند دوسرے علماء نے کہا کہ اس کا معنی ہے نہ وہ نچلی زمین میں ہے کہ اس کو سورج کی شعاعیں ہی نہ پہنچیں اور نہ ہی وہ بالکل ہموار زمین پر ہے کہ اس پر کبھی سایہ ہی نہ آئے بلکہ اس کو نہ تو دھوپ کی تمازت کوئی ضرر دیتی ہے اور نہ ہی سایہ۔ بعض علماء نے معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ نہ تو مشرق میں ہے کہ گرمی اس کے لیے مضر ہو اور نہ مغرب میں ہے کہ ٹھنڈک اس کیلئے ضرر رساں ہو۔ بعض نے کہا کہ وہ شامی درخت ہے کیونکہ شام شہر شرقی ہے نہ غربی ہے۔ حسن نے کہا کہ یہ دنیا کے درختوں میں سے نہیں ہے اگر ہوتا تو شرقی یا غربی ہوتا اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کی مثال جنت کے زیتون کے درخت کے ساتھ دی ہے (1)

(یکاد زیتھا) زیتھا سے مراد زیتون کا تیل ہے (یُضِیءُ) صاف اور شفاف ہونے کی وجہ سے روشن ہو جائے (وَلَو لَم تَمسَسهُ نَار) آگ کے چھونے سے پہلے پہلے (نُور عَلٰی نُورٍ) چراغ کی ضیاء، فانوس کی ضیاء کے اوپر ہے۔

مَثَل نورہٖ سے مراد ذات مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

اہل علم کا اس مثال کے معنی کو بیان کرنے میں اختلاف ہے بعض علماء فرماتے ہیں یہ تمثیل نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے بیان کی گئی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کعب الاحبار سے مثل نورہ کمشکوۃ کے ارشاد کے متعلق پوچھا تو حضرت کعب نے فرمایا یہ ایک مثال ہے

1۔ الکشف والبیان، ج7، ص103

جو اللہ پاک نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے بیان فرمائی ہے مشکوۃ سے مراد حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا سینہ مبارک ہے اور زجاج سے مراد آپکا قلب اقدس ہے جبکہ مصباح سے مراد نبوت ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بلند شان خود بخود لوگوں پر عیاں تھی اگرچہ آپ اعلان نبوت نہ بھی فرماتے جیسا کہ وہ تیل اتنا روشن تھا کہ اگر اس کو آگ نہ بھی چھوئے تو وہ خود بخود روشن ہو جائے (1)

سالم نے ابن عمر سے اس آیت کے متعلق روایت کیا ہے کہ ابن عمر نے فرمایا مشکوۃ سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جوف ہے، زجاج سے مراد آپ کا قلب منور ہے اور مصباح سے مراد وہ نور ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر ودیعت فرمایا لاشرقیہ ولا غربیۃ کا مطلب ہے کہ وہ نصرانی ہے اور نہ یہودی، شجرۃ مبارکہ سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات ہے نور علی نور یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب اطہر کا نور، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کے نور کے اوپر ہے (2)

محمد بن کعب القرظی فرماتے ہیں مشکوۃ سے مراد ابراہیم علیہ السلام، زجاجۃ سے مراد اسماعیل علیہ السلام اور المصباح سے مراد محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپکو مصباح فرمایا جیسا کہ آپکو سراج بھی فرمایا ہے وسراجا منیرا شجرۃ مبارکۃ سے مراد ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ آپ کو مبارک کی صفت سے اس لیے یاد فرمایا کیونکہ اکثر انبیاء آپکی پشت سے ہیں، لاشرقیۃ ولا غربیۃ یعنی ابراہیم علیہ السلام یہودی ہیں اور نہ نصرانی بلکہ آپ ہر مذہب کو چھوڑ کر دین اسلام پر قائم رہنے والے ہیں کیونکہ یہود مغرب کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں نصاریٰ مشرق کی طرف منہ کرتے ہیں، یکاد زیتھا یضیء ولو لم تمسسہ نار یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محاسن عالیہ آپ پر وحی کے آغاز سے پہلے ہی لوگوں پر ظاہر تھے، نور علی نور یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

1۔ الکشف والبیان، ج7، ص105

2۔ ایضا، ج7، ص105

نسل سے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور ابراہیم علیہ السلام کے نور پر ہے۔

مثل نورہ سے مراد بندہ مومن:

علماء فرماتے ہیں یہ بندہ مومن کے دل کے نور کی مثال ہے ابوالعالیہ حضرت ابی بن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا یہ بندہ مومن کی مثال ہے مشکوۃ سے مراد اسکی ذات ہے زجاجۃ سے مراد اس کا سینہ ہے، مصباح سے مراد ایمان و قرآن ہے جو اللہ تعالیٰ نے بندہ مومن کے دل میں ثبت فرمایا ہے شجرۃ مبارکۃ سے مراد اللہ تعالیٰ کیلئے اخلاص ہے پھر اس کی مثال اس درخت کے مانند ہے جو درختوں میں گھرا، سرسبز شاداب ہے سورج کے طلوع ہونے کے وقت تو اسے دھوپ لگتی ہے اور نہ غروب ہونے کے وقت اس پر دھوپ پڑتی ہے اسی طرح مومن فتنوں سے محفوظ ہوتا ہے۔

بندہ مومن چار خصلتوں کا حامل ہوتا ہے جب اسے نعمتیں حاصل ہوں تو شکر ادا کرتا ہے جب کسی مصیبت میں گرفتار ہو تو صبر کرتا ہے جب فیصلہ کرتا ہے تو عدل کرتا ہے اور جب بولتا ہے تو سچ بولتا ہے یکاد زیتھا یضیء یعنی قریب ہے کہ بندہ مومن کا دل حق کے ظہور سے پہلے حق کو پہچان لے کیونکہ وہ اس کے موافق ہوتا ہے۔

(نور علی نور) اُبی فرماتے ہیں بندہ مومن پانچ نوروں کے درمیان ہوتا ہے اس کی بات نور ہوتی ہے اس کا علم نور ہوتا ہے، جہاں وہ داخل ہوجائے وہ جگہ نور ہوتی ہے اور جہاں سے خارج ہوتا ہے وہ جگہ بھی نور ہوتی ہے اور قیامت کے روز اس کا لوٹنا بھی نور کی طرف ہوگا۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے نور اور ہدایت کی مثال ہے جو بندہ مومن کے دل میں ہوتا ہے جیسا کہ زیتون کے خالص تیل میں۔ قریب ہے کہ آگ چھونے سے پہلے پہلے وہ روشن ہوجائے اور اگر آگ اس کو چھو لے پھر تو اس کی روشنی مزید زیادہ ہوگی۔ اسی طرح قریب ہے کہ بندہ مومن کا دل ہدایت پر عمل پیرا ہو اور جب اس کے پاس علم آتا ہے تو اس کی ہدایت پر ہدایت کا اضافہ ہوتا ہے یعنی نور پر نور ہوتا ہے

(نور علی نور) یعنی مومن کا ایمان اور اس کا عمل۔

مثل نورہٖ سے مراد قرآن حکیم:

سدی کہتے ہیں نور ایمان اور نور قرآن مراد ہے حسن اور ابن زید کہتے ہیں یہ قرآن کی مثال ہے مصباح سے مراد قرآن ہے جس طرح چراغ سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اسی طرح قرآن سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے زجاجۃ سے مراد بندہ مومن کا دل ہے مشکوۃ سے مراد اسکا منہ اور اسکی زبان ہے شجرۃ مبارکۃ سے مراد وحی ہے یکاد زیتھا یعنی قریب ہے کہ قرآن کی محبت خود بخود واضح ہوجائے اگرچہ اس کو پڑھا نہ بھی جائے۔یعنی قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کیلئے نور ہے حالانکہ نزول قرآن سے پہلے بھی بندوں کیلئے اس نے اپنی توحید کی طرف راہنمائی اور علامات بیان فرمادی تھیں ،نزولِ قرآن سے انکے نور میں اضافہ ہوا۔(یَھدِی اللّٰہُ لِنُورِہٖ مَن یَّشَآءُ) ابن عباس فرماتے ہیں لنورہ سے مراد دین سلام ہے یہی نور بصیرۃ ہے۔بعض نے کہا کہ لنورہ سے مراد قرآن ہے(1)

(وَیَضرِبُ اللّٰہُ الاَمثَالَ لِلنَّاسِ) اللہ تعالیٰ لوگوں کیلئے مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ سمجھ جائیں اور سمجھنے کے راستے آسان ہوجائیں (فِی بُیُوتٍ اَذِنَ اللّٰہُ) یعنی وہ چراغ گھروں میں ہے۔بعض نے کہا اس کا معنی ہے کہ وہ چراغ گھروں میں روشن کیے جاتے ہیں (جبکہ) یہاں پر بیوت سے مراد مساجد ہیں۔

مساجد اور ان کو آباد کرنے والوں کی عظمت:

سعید بن جبیر حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ مساجد زمین میں اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں اور آسمان والوں کو یہ اس طرح روشن دکھائی دیتی ہیں جس طرح زمین والوں کو ستارے چمکتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

حضرت صالح بن حبان نے حضرت بریدہ سے اس آیت کے متعلق روایت فرمایا کہ چار

1۔اللباب فی علوم الکتاب،ج14،ص390

مساجد ایسی ہیں جنہیں انبیاء کرام نے تعمیر فرمایا ہے: کعبہ کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل نے تعمیر فرمایا اور اس کو قبلہ بنا دیا، بیت المقدس کو حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر فرمایا، مسجد نبوی اور مسجد قبا کی بنیاد تقوٰی پر رکھی گئی ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعمیر فرمایا۔(اَن تُرفَعَ) مجاہد نے ان ترفع کا معنی ان تبنی (تعمیر کرنا) بیان فرمایا ہے۔اس معنی کی مثال اللہ پاک کا یہ ارشاد ہے و اذیرفع ابراھیم القواعد من البیت و اسمعیل (1)

حضرت حسن نے ان ترفع کا معنی ان تعظم (عزت واحترام کرنا) فرمایا یعنی مساجد میں کوئی بری بات نہ کی جائے (2)

(وَیذکَرَ فِیھَا اسمُہٗ) حضرت ابن عباس معنی فرماتے ہیں کہ اس کے قرآن کی تلاوت کی جائے۔

(یُسَبِحُ لَہٗ) تسبیح کو مردوں کی صفت بنایا ہے۔اہل تفسیر فرماتے ہیں ذِکر سے مراد فرض نمازیں ہیں بوقت صبح، فجر کی نماز، شام میں ظہر، عصر، مغرب، عشا ادا کی جاتی ہیں کیونکہ اصیل کالفظ ان تمام کو جمع کرتا ہے۔بعض لوگوں نے کہا کہ غدو اور الآصال سے صبح اور عصر کی نماز مراد ہے۔

نماز کی اہمیت وفضیلت:

عبداللہ بن قیس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے فجر اور عصر کی نمازیں پڑھیں وہ جنت میں داخل ہوگا (3)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں۔صبح کے وقت تسبیح سے مراد چاشت کی نماز پڑھنا ہے (4)

1۔البقرۃ:127

2۔الکشف والبیان، ج7،ص108

3۔صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصلوۃ، باب فضل صلاۃ الفجر، رقم:574

4۔الکشف والبیان، ج7،ص108

ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے پاکیزگی کی حالت میں فرض نماز ادا کی اس کا اجر محرم حاجی کے اجر کی طرح اور جو چاشت کی نماز کے لئے جائے اور صرف نماز کے لئے کھڑا ہو اس کا اجر عمرہ ادا کرنے والے کے اجر کی طرح ہے ایک نماز کے پیچھے دوسری نماز علیین میں لکھی جاتی ہے بشرطیکہ درمیان میں کوئی لغو بات نہ ہو(1)

رِجَالٌ لا لَّا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيۡتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوۡنَ يَوۡمًا تَتَقَلَّبُ فِيۡهِ الۡقُلُوۡبُ وَالۡاَبۡصَارُ ﴿37﴾ لِيَجۡزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحۡسَنَ مَا عَمِلُوۡا وَيَزِيۡدَهُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ وَاللّٰهُ يَرۡزُقُ مَنۡ يَّشَآءُ بِغَيۡرِ حِسَابٍ ﴿38﴾

37 تا38 آیات کا ترجمہ وتفسیر:

﴿37﴾ (اللہ کے اس نور کے حامل) وہی مردانِ (خدا) ہیں جنہیں تجارت اور خرید وفروخت نہ اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے اور نہ نماز قائم کرنے سے اور نہ زکوٰۃ ادا کرنے سے (بلکہ دنیوی فرائض کی ادائیگی کے دوران بھی) وہ (ہمہ وقت) اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں (خوف کے باعث) دل اور آنکھیں (سب) الٹ پلٹ ہو جائیں گی ﴿38﴾ تاکہ اللہ انہیں ان (نیک) اعمال کا بہتر بدلہ دے جو انہوں نے کئے ہیں اور اپنے فضل سے انہیں اور (بھی) زیادہ (عطا) فرما دے، اور اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق (وعطا) سے نوازتا ہے

(رِجَال) یہاں صرف مردوں کا ذکر فرمایا کیونکہ خواتین پر مسجد میں جمعہ یا جماعت لازم نہیں (لَّا تُلۡهِيۡهِمۡ) تجارت ان کو غافل نہیں کرتی (تِجَارَةٌ) بعض علماء فرماتے ہیں تجارۃ کو خاص اس لیے کیا کہ جو چیزیں آدمی کو نماز اور باقی عبادات سے غافل کرتی ہیں ان میں سب سے بڑی چیز تجارت ہے، تجارت سے مراد شراء (خریدنا) ہے اگرچہ تجارت کے اسم کا اطلاق بیع وشراء دونوں پر ہوتا ہے دلیل یہ ہے کہ بیع کا ذکر اس کے بعد علیحدہ فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان و اذا راو اتجارۃ کی طرح ہے اس مقام پر بھی تجارت سے مراد شراء ہے۔ فراء کہتا ہے اہل جلب کیلئے تجارت کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور بیع وہ ہوتی

1۔ مسند احمد بن حنبل، رقم: 22304

ہے جس کو آدمی اپنے سامنے طے کرے (ولا بیع عن ذکر اللہ) مساجد میں نماز قائم کرنے سے (وَاِقَام) اقامۃ کے معنی میں ہے (الصَّلٰوۃِ) اقام کے آخر سے ۃ کو حذف کر دیا ہے اقام الصلوۃ سے مراد نماز کی اپنے وقت پر ادائیگی ہے کیونکہ جو نماز کو اپنے وقت سے موخر کرتا ہے وہ نماز کو قائم کرنے والا نہیں ہوتا۔ نماز کا ذکر دوسری مرتبہ بھی کر دیا اگرچہ ذکر اللہ سے مراد بھی پانچ نمازیں ہیں بدیں وجہ کہ اقام الصلوۃ سے مراد نماز کے اوقات کی حفاظت ہے۔

مروی ہے کہ حضرت سالم حضرت ابن عمر سے روایت فرماتے ہیں کہ ابن عمر بازار میں تھے نماز کی تکبیر ہوگئی سب لوگ کھڑے ہوئے اور اپنی دکانیں بند کر کے مسجد میں داخل ہو گئے عبداللہ بن عمر نے فرمایا یہ ارشاد (لا تلھیھم الخ) ان لوگوں کے متعلق نازل ہوا (وَاِیتَآءِ الزَّکٰوۃ) فرض زکوۃ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کا مطلب بیان فرماتے ہیں کہ جب زکوۃ ادا کرنے کا وقت آجائے تو اس کو روکتے نہیں بعض نے کہا اس سے مراد اعمال صالحہ ہیں (1)

(یخافونَ یوماً تتقلب فیہ القُلوب والابصار) بعض علماء فرماتے ہیں کفار کے دل دنیا میں کفر وتشکیک میں زندگی بسر کرنے کی وجہ سے کانپ رہے ہونگے اور اس دن انکی آنکھوں سے کفر کی پٹی اتر جائے گی۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ دل خوف اور رجا کے درمیان پلٹ رہے ہونگے کبھی ہلاکت کا خوف طاری ہوگا اور گاہے نجات کی امید بر آتی نظر آئے گی۔ آنکھیں ادھر اُدھر گھوم رہی ہونگی کہ نامہ اعمال دائیں ہاتھ ملتا ہے یا بائیں ہاتھ، دائیں جانب سے پکڑا یا جاتا ہے یا بائیں جانب سے۔ بعض علماء فرماتے ہیں دل خوف سے گلے میں اٹک جائیں گے نہ نیچے جائیں گے اور نہ باہر نکلیں گے، اس ہولناک منظر کو دیکھ کر آنکھیں پتھر ہو جائیں گی (لِیَجزِیَھُمُ اللہُ اَحسَنَ مَا عَمِلُوا) یعنی مومنین اللہ پاک کے ذکر، نماز کے قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے میں مشغول ہوتے ہیں تا کہ اللہ

1۔ الکشف والبیان، ج7، ص109

تعالیٰ ان کو اپنے کیے کی اچھی جزاء دے یعنی ان کو ثواب عطا فرما دے اور ان کا کوئی عمل ایسا نہیں ہوگا جس کی اللہ تعالیٰ ان کو جزاء نہ دے (وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ) جن کے وہ اپنے اعمال کی وجہ سے مستحق نہیں ہونگے (وَاللهُ يَرْزُقُ مَن يَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ)۔

پھر اللہ تعالیٰ نے کفار کے اعمال کی مثالیں بیان فرمائی۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُم كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحسَبُهُ الظَّمانُ مَآءً حَتّٰى إِذَا جَآءَهُ لَم يَجِدهُ شَيئًا وَ وَجَدَ اللهَ عِندَهُ فَوَفّٰهُ حِسَابَهُ وَاللهُ سَرِيعُ الحِسَابِ ﴿39﴾ أَو كَظُلُمٰتٍ فِي بَحرٍ لُّجِّيٍّ يَغشٰهُ مَوجٌ مِّن فَوقِهِ مَوجٌ مِّن فَوقِهِ سَحَابٌ ظُلُمٰتٌ بَعضُهَا فَوقَ بَعضٍ إِذَا أَخرَجَ يَدَهُ لَم يَكَد يَرٰهَا وَمَن لَّم يَجعَلِ اللهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِن نُّورٍ ﴿40﴾

39 تا 40 آیات کا ترجمہ و تفسیر:

﴿39﴾ اور کافروں کے اعمال چٹیل میدان میں سراب کی مانند ہیں جس کو پیاسا پانی سمجھتا ہے۔ یہاں تک کہ جب اس کے پاس آتا ہے تو اسے کچھ (بھی) نہیں پاتا (اسی طرح اس نے آخرت میں) اللہ کو اپنے پاس پایا مگر اللہ نے اس کا پورا حساب (دنیا میں ہی) چکا دیا تھا، اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے ﴿40﴾ یا (کافروں کے اعمال) اس گہرے سمندر کی تاریکیوں کی مانند ہیں جسے موج نے ڈھانپا ہوا ہو (پھر) اس کے اوپر ایک اور موج ہو (اور) اس کے اوپر بادل ہوں (یہ تہ در تہ) تاریکیاں ایک دوسرے کے اوپر ہیں، جب (ایسے سمندر میں ڈوبنے والا کوئی شخص) اپنا ہاتھ باہر نکالے تو اسے (کوئی بھی) دیکھ نہ سکے، اور جس کے لئے اللہ ہی نے نورِ (ہدایت) نہیں بنایا تو اس کے لئے (کہیں بھی) نور نہیں ہوتا o

(وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعمَالُهُم كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ) سراب وہ چمک جو گرمیوں میں دوپہر کے وقت ریت کے صحرا میں دکھائی دے ایسے لگتا ہے جیسے زمین پر پانی جاری ہو اس کو دیکھنے والا پانی خیال کرتا ہے مگر جب قریب پہنچتا ہے تو یہ دیکھ کر حیران و ششدر رہ جاتا ہے کہ وہاں پر تو کچھ نہیں ہے۔

الآل: ان بخارات کو کہتے ہیں جو زمین سے اٹھتے ہیں یہ بخارت سراب کی طرح ہوتے

ہیں جو دن کے وقت آسمان اور زمین کے درمیان دکھائی دیتے ہیں اس میں چھوٹا بڑا نظر آتا ہے اور بڑا چھوٹا دکھائی دیتا ہے۔

الرقراق: شام کے وقت ہوتے ہیں یہ سراب سے اٹھنے والے بخارات کو کہتے ہیں۔ آجاتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔

القیعہ: قاع کی جمع ہے قاع کشادہ اور ہموار زمین کو کہتے ہیں اور اسی میں سراب ہوتا ہے (یَحسَبُهُ الظَّمانُ) پیاسا اسے گمان کرتا ہے (مَآءً حَتّٰی اِذَا جَآءَہ) یہانتک کہ جب وہ اس جگہ آتا ہے جہاں اس نے پانی دیکھا تھا۔ بعض نے کہا جب وہ سراب کی جگہ پر آتا ہے (لَم یَجِدهُ شَيٍ) جس چیز کا اس نے اندازہ لگایا تھا اور گمان کیا تھا۔ اسی طرح کافر بھی گمان کرتا ہے کہ اس کے اعمال اس کو فائدہ دینگے پس جب ملک الموت اس کے پاس آئے گا اور وہ اپنے اعمال کو دیکھے گا تو اس کے اعمال اس کو کسی چیز سے بچا سکیں گے اور نہ ہی اس کے اعمال اسے کسی چیز کا نفع دینگے (وَ وَجَدَ اللّٰہَ عِندَہ) اپنے عمل کے پاس یعنی وہاں اللہ تعالیٰ کو پائے گا جو اعمال کی جزاء دے گا۔ بعض نے کہا کہ اللہ رب العزت کو آگے پائے گا (فَوَفّٰهُ حِسَابَہ) اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اعمال کی جزاء دے گا۔

(اَو کَظُلُمٰتٍ) یہ دوسری مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے کفار کے اعمال کیلئے بیان فرمائی، فرمایا ان کے اعمال فساد اور جہالت کی وجہ سے اندھیروں کے مشابہ ہیں

(فِی بَحرٍ لُّجِّيٍ) لجی گہرے اور زیادہ پانی کو کہتے ہیں، لجۃ البحر سمندر کی بڑی لہر اور موج کو کہتے ہیں (یَغشَاہُ) اوپر ہے (مَوجٌ مِن فَوقِہ مَوجٌ) وہ موجیں تہہ بہ تہہ ہیں (سَحَاب) بادل، بعض کی قراءت کے مطابق کلام سحاب پر مکمل ہو جائے گا اور ظلمات بعضھا فوق بعض سے نیا کلام شروع ہوگا (ظُلُمٰتٌ بَعضُهَا فَوقَ بَعضٍ) بادلوں، موجوں، اور سمندر کی تاریکیوں میں سے بعض بعض کے اوپر ہیں۔ سمندر کی تاریکی کے اوپر موجوں کی تاریکی ہے ایک موج کی تاریکی کے اوپر دوسری موج کی تاریکی ہے موجوں کی تاریکی کے اوپر بادلوں کی تاریکی ہے۔ اس مقام پر ظلمات سے

مراد کفار کے اعمال ہیں،

بحر لجی سے مراد ان کا دل ہے موج سے مراد وہ چیزیں ہیں جنہوں نے کافر کے دل کو ڈھانپ رکھا ہے جیسا کہ جہل، شک، حیرت وغیرہ۔ سحاب سے مراد کافر کے دل پر لگی ہوئی مہر ہے۔ ابی بن کعب فرماتے ہیں کہ کافر پانچ ظلمتوں میں یکے بعد دیگرے پلٹتا ہے اس کا کلام اندھیرا، اس کا عمل اندھیرا، اس کا مدخل اندھیرا، اس کا مخرج اندھیرا اس کا لوٹنا بھی قیامت کے دن اندھیروں یعنی آگ ہی کی طرف ہوگا (1)

(اذا اَخرج) یعنی دیکھنے والا (یَدہ لم یَکَدیراھَا) قریب نہیں ہے کہ اندھیروں کی شدت کی وجہ سے اپنے اس ہاتھ کو دیکھ پائے۔ فراء کہتے ہیں کہ یَکَد صلہ ہے معنی ہے کہ کوشش کے بعد ہی دیکھ سکے گا جیسے کہ عرب کہتے ہیں نہیں تھا قریب کہ میں تجھے دیکھ پاتا حالانکہ متکلم نے مخاطب کو دیکھ لیا ہوتا ہے لیکن نا امید اور سختی کے بعد بعض لوگوں کے نزدیک اس کا معنی ہے کہ قریب ہے وہ اپنے ہاتھ کو دیکھ لے اگرچہ اس نے دیکھا نہیں جیسے کہتے ہیں قریب ہے کہ شتر مرغ اڑ جائے۔

(وَمَن لَّم یَجعَلِ اللہُ لَہُ نُوراً فَمَا لَہُ مِن نُّورٍ) حضرت بن عباس نے فرمایا اس کا معنی ہے جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے دین و ایمان نہیں بنایا اس کا کوئی دین نہیں ہے بعض نے کہا اس کا معنی ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دے اس کا نہ تو کوئی ایمان ہے اور نہ ہی اس کو کوئی ہدایت دے سکتا ہے۔ مقاتل فرماتے ہیں یہ آیت عتبہ بن ربیعہ بن امیہ کے بارے نازل ہوئی وہ زمانہ جاہلیت میں دین کو تلاش کرتا تھا، ٹاٹ کا لباس پہنتا تھا لیکن جب اسلام کا ظہور ہو گیا تو اس نے انکار کر دیا (جبکہ) اکثر مفسرین کا کہنا ہے یہ آیت تمام کفار کیلئے ہے (2)

اَلَم تَرَ اَنَّ اللہَ یُسَبِّحُ لَہُ مَن فِی السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ وَالطَّیرُ صٰٓفّٰتٍ کُلٌّ قَد عَلِمَ صَلَاتَہٗ وَتَسبِیحَہٗ وَاللہُ عَلِیمٌ بِمَا یَفعَلُونَ ﴿41﴾ وَلِلّٰہِ مُلکُ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ

1۔ الکشف والبیان، ج7، ص111

2۔ ایضاً، ج7، ص111

وَاِلَی اللّٰہِ الْمَصِیرُ ﴿42﴾ اَلَم تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُزجِی سَحَابًا ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَینَہٗ ثُمَّ یَجعَلُہٗ
رُکَامًا فَتَرَی الوَدقَ یَخرُجُ مِن خِلٰلِہٖ وَیُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِن جِبَالٍ فِیھَا مِن بَرَدٍ
فَیُصِیبُ بِہٖ مَن یَّشَآءُ وَ یَصرِفُہٗ عَن مَّن یَّشَآءُ یَکَادُ سَنَا بَرقِہٖ یَذھَبُ بِالاَبصَارِ
﴿43﴾ یُقَلِّبُ اللّٰہُ الَّیلَ وَ النَّھَارَ اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَعِبرَۃً لِاُولِی الاَبصَارِ ﴿44﴾

41 تا44 آیات کا ترجمہ وتفسیر:

﴿41﴾ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو کوئی بھی آسمانوں اور زمین میں ہے وہ (سب) اللہ ہی کی تسبیح کرتے ہیں اور پرندے (بھی فضاؤں میں) پر پھیلائے ہوئے (اسی کی تسبیح کرتے ہیں)، ہر ایک (اللہ کے حضور) اپنی نماز اور اپنی تسبیح کو جانتا ہے، اور اللہ ان کاموں سے خوب آگاہ ہے جو وہ انجام دیتے ہیں ﴿42﴾ اور سارے آسمانوں اور زمین کی حکمرانی اللہ ہی کی ہے، اور سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ﴿43﴾ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی بادل کو (پہلے) آہستہ آہستہ چلاتا ہے پھر اس (کے مختلف ٹکڑوں) کو آپس میں ملا دیتا ہے پھر اسے تہ بہ تہ بنا دیتا ہے پھر تم دیکھتے ہو کہ اس کے درمیان خالی جگہوں سے بارش نکل کر برستی ہے، اور وہ اسی آسمان (یعنی فضا) میں برفانی پہاڑوں کی طرح (دکھائی دینے والے) بادلوں میں سے اولے برساتا ہے، پھر جس پر چاہتا ہے ان اولوں کو گراتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ان کو پھیر دیتا ہے (مزید یہ کہ انہی بادلوں سے بجلی بھی پیدا کرتا ہے)، یوں لگتا ہے کہ اس (بادل) کی بجلی کی چمک آنکھوں (کو خیرہ کر کے ان) کی بینائی اچک لے جائے گی ﴿44﴾ اور اللہ رات اور دن کو (ایک دوسرے کے اوپر) پلٹتا رہتا ہے، اور بیشک اس میں عقل وبصیرت والوں کے لئے (بڑی) رہنمائی ہے o

(اَلَم تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُسَبِّحُ لَہٗ مَن فِی السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ وَالطَّیرُ صٰٓفّٰتٍ) ہوا میں اپنے بازو پھیلائے ہوئے ہیں۔ بعض علماء نے فرمایا کہ جانوروں میں سے پرندوں کو ذکر کے ساتھ خاص کیا کیونکہ پرندے آسمان اور زمین کے درمیان ہوتے ہیں لہذا یہ آسمان اور زمین میں رہنے والوں کے حکم سے خارج ہونگے (کُلٌّ قَد عَلِمَ صَلَاتَہٗ وَتَسبِیحَہٗ) مجاہد نے کہا کہ نماز انسانوں کیلئے ہے اور تسبیح باقی مخلوقات کیلئے ہے جبکہ بعض علماء نے کہا

کہ پرندوں کا پر مارنا نماز اور انکی آواز تسبیح ہے (1)
(کل قد علم) یعنی ہر نماز پڑھنے والے کی نماز اور تسبیح کرنے والے کی تسبیح کو اللہ پاک جانتا ہے۔بعض علماء نے اسکا معنی اسطرح بیان کیا ہے کہ ہر نماز پڑھنے والا اپنی نماز اور ہر تسبیح پڑھنے والا اپنی تسبیح جانتا ہے (اَلَم تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُزجِی) اللہ تعالیٰ اپنے احکام (سے بادلوں کو) چلاتا ہے (سَحَابًا) جس طرف چاہے (ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَینَہٗ) پھر بادلوں کے متفرق ٹکڑوں کو بعض کے ساتھ ملاتا ہے (ثُمَّ یَجعَلُہٗ رُکَامًا) پھران کو تہہ بہ تہہ کر دیتا ہے کہ بعض بعض کے اوپر ہوتے ہیں۔(فَتَرَی الوَدقَ) الودق سے مراد بارش ہے (یخرج من خِلالہ) خلال، خلل کی جمع ہے۔خلال کا معنی درمیان ہے جیسا کہ جبال، جبل کی جمع ہے (وَیُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِن جِبَالٍ فِیھَا مِن بَرَدٍ) یعنی برد (ٹھنڈ) اتارتا ہے۔من صلہ کیلئے ہے بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے برف کے بڑے بڑے تودے برساتا ہے جو کثرت میں پہاڑوں کے مشابہ ہوتے ہیں اور من جبال کا مِن صفت کیلئے ہوگا جبکہ بعض نے کہا اس کا معنی ہے کہ وہ پہاڑ اتارتا ہے جو آسمانوں میں ہیں اور وہ پہاڑ اولوں کے ہیں۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے خود بتایا کہ آسمان میں برف کے پہاڑ ہیں۔ انزال کا مفعول محذوف ہے اصل عبارت اسطرح ہے وینزل من السماء من جبال فیھا برد۔(2)
جملہ کے دلالت کرنے کی وجہ سے دوسرے مفعول کو ذکر نہیں کیا۔نحوی حضرات کہتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے اس آیت میں تین مرتبہ مِن کو ذکر فرمایا ہے پہلا مِن، مِن السماء کا یہ ابتداء غایت کیلئے ہے کیونکہ اتارنے کی ابتداء آسمان سے ہوتی ہے۔دوسرا مِن، مِن جبال کا ہے یہ مِن تبعیض کیلئے ہے کیونکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ آسمان سے نازل فرماتا ہے وہ ان پہاڑوں کا بعض ہوتا ہے جو آسمانوں میں ہیں اور تیسرا مِن، مِن بردٍ کا ہے یہ

1۔الکشف والبیان، ج7،ص112
2۔ایضاً، ج7،ص112

تجنیس کیلئے ہے کیونکہ وہ پہاڑ، برف کی جنس سے ہیں (فیصیب بہ) فیصیب بہ میں ہ ضمیر کا مرجع بَرَد یعنی برف ہے (مَن یَشَآءُ) اسکی کھیتی اور مال کو ہلاک کر دیتا ہے۔(وَ یَصرِفُهٗ عَن مَّن یَّشَآءُ) اوراس کوضرر نہیں دیتا (یکاد سنا برقہ) بادلوں کی چمک کی روشنی (یَذهَبُ بِالاَبصَارِ) روشنی اور چمک کی شدت کی وجہ سے۔(یقلب اللہ اللیل و النہار) اللہ تعالیٰ دن، رات کے اختلاف اوران کے آگے پیچھے آنے میں تصرف فرماتا ہے رات کولاتا اوردن کو لے جاتا ہے اوردن کولاتا ہے اوررات کو لے جاتا ہے۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا :ابن آدم زمانے کو برا بھلا کہہ کر مجھے تکلیف دیتا ہے میں زمانہ (کو بدلتا) ہوں اور گردشِ لیل ونہار میرے قبضہ وقدرت میں ہے۔(1)

(اِنَّ فِی ذٰلِکَ) یعنی ان تمام چیزوں میں جوذکر کی گئی ہیں (لعبرۃً لا ولی الابصَار) عقل اور بصیرت رکھنے والوں کیلئے اللہ کی توحیداور قدرت میں نشانیاں ہیں۔

وَ اللہُ خَلَقَ کُلَّ دَآبَّةٍ مِّن مَّآءٍ فَمِنهُم مَّن یَّمشِی عَلٰی بَطنِهٖ وَ مِنهُم مَّن یَّمشِی عَلٰی رِجلَینِ وَ مِنهُم مَّن یَّمشِی عَلٰی اَربَعٍ یَخلُقُ اللہُ مَا یَشَآءُ اِنَّ اللہَ عَلٰی کُلِّ شَیءٍ قَدِیرٌ ﴿45﴾ لَقَد اَنزَلنَا اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ وَ اللہُ یَهدِی مَن یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّستَقِیمٍ ﴿46﴾ وَیَقُولُونَ اٰمَنَّا بِاللہِ وَبِالرَّسُولِ وَاَطَعنَا ثُمَّ یَتَوَلّٰی فَرِیقٌ مِّنهُم مِّن بَعدِ ذٰلِکَ وَمَا اُولٰٓئِکَ بِالمُؤمِنِینَ ﴿47﴾ وَاِذَا دُعُوا اِلَی اللہِ وَرَسُولِهٖ لِیَحکُمَ بَینَهُم اِذَا فَرِیقٌ مِّنهُم مُّعرِضُونَ ﴿48﴾ وَاِن یَّکُن لَّهُمُ الحَقُّ یَاتُوا اِلَیهِ مُذعِنِینَ ﴿49﴾ اَفِی قُلُوبِهِم مَّرَضٌ اَمِ ارتَابُوا اَم یَخَافُونَ اَن یَّحِیفَ اللہُ عَلَیهِم وَرَسُولُهٗ بَل اُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُونَ ﴿50﴾ اِنَّمَا کَانَ قَولَ المُؤمِنِینَ اِذَا دُعُوا اِلَی اللہِ وَرَسُولِهٖ لِیَحکُمَ بَینَهُم اَن یَّقُولُوا سَمِعنَا وَاَطَعنَا وَاُولٰٓئِکَ هُمُ المُفلِحُونَ ﴿51﴾ وَمَن یُّطِعِ اللہَ وَرَسُولَهٗ وَیَخشَ اللہَ وَیَتَّقهِ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الفَآئِزُونَ ﴿52﴾

1۔صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب: وما یھلکنا الا الدھر، رقم:4826

بامر مجبوری جیسے سسرال والے گھر سے نکال دیں یا گھر کا انتظام چلانے کے لئے کوئی مرد نہیں ہے تو خاتون کراہت کے ساتھ گھر سے باہر بھی جاسکتی ہے مگر رات اسے واپس عدت والے گھر میں ہی گزارنی چاہیے)

التبرج کہتے ہیں کہ عورت اپنی زیب وزینت کے وہ جگہیں ظاہر کردے جن کے ظاہر کرنے سے بچنا فرض ہو۔

(وان یستعففن) اور اگر اپنا برقع اور چادر نہ اتاریں (ان کے لئے بہتر ہے)

لَیسَ عَلَی الاَعمٰی حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الاَعرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَی المَرِیضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓی اَنفُسِکُم اَن تَاکُلُوا مِن بُیُوتِکُم اَو بُیُوتِ اٰبَآئِکُم اَو بُیُوتِ اُمَّھٰتِکُم اَو بُیُوتِ اِخوَانِکُم اَو بُیُوتِ اَخَوٰتِکُم اَو بُیُوتِ اَعمَامِکُم اَو بُیُوتِ عَمّٰتِکُم اَو بُیُوتِ اَخوَالِکُم اَو بُیُوتِ خٰلٰتِکُم اَو مَامَلَکتُم مَّفَاتِحَہٗ اَو صَدِیقِکُم لَیسَ عَلَیکُم جُنَاحٌ اَن تَاکُلُوا جَمِیعًا اَو اَشتَاتًا فَاِذَا دَخَلتُم بُیُوتًا فَسَلِّمُوا عَلٰٓی اَنفُسِکُم تَحِیَّۃً مِّن عِندِ اللّٰہِ مُبٰرَکَۃً طَیِّبَۃً ط کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ الاٰیٰتِ لَعَلَّکُم تَعقِلُونَ ﴿61﴾ اِنَّمَا المُؤمِنُونَ الَّذِینَ اٰمَنُوا بِاللّٰہِ وَرَسُولِہٖ وَاِذَا کَانُوا مَعَہٗ عَلٰٓی اَمرٍ جَامِعٍ لَّم یَذھَبُوا حَتّٰی یَستَاذِنُوہُ اِنَّ الَّذِینَ یَستَاذِنُونَکَ اُولٰٓئِکَ الَّذِینَ یُؤمِنُونَ بِاللّٰہِ وَرَسُولِہٖ فَاِذَا استَاذَنُوکَ لِبَعضِ شَانِھِم فَاذَن لِّمَن شِئتَ مِنھُم وَاستَغفِر لَھُمُ اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ غَفُورٌ رَّحِیمٌ ﴿62﴾

61 تا 62 آیات کا ترجمہ وتفسیر:

﴿61﴾ اندھے پر کوئی رکاوٹ نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی حرج ہے اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے اور نہ خود تمہارے لئے (کوئی مضائقہ ہے) کہ تم اپنے گھروں سے (کھانا) کھالو یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا جن گھروں کی کنجیاں تمہارے اختیار میں ہیں (یعنی جن میں ان کے مالکوں کی طرف سے تمہیں ہر قسم کے تصرّف کی اجازت ہے) یا اپنے دوستوں کے گھروں سے (کھانا کھا لینے میں مضائقہ نہیں)، تم پر اس بات میں کوئی گناہ

نہیں کہ تم سب کے سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ، پھر جب تم گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے (گھر والوں) پر سلام کہا کرو (یہ) اللہ کی طرف سے بابرکت پاکیزہ دعا ہے، اس طرح اللہ اپنی آیتوں کو تمہارے لئے واضح فرماتا ہے تاکہ تم (احکامِ شریعت اور آدابِ زندگی کو) سمجھ سکو﴿62﴾ ایمان والے تو وہی لوگ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لے آئے ہیں اور جب وہ آپ کے ساتھ کسی ایسے (اجتماعی) کام پر حاضر ہوں جو (لوگوں کو) یکجا کرنے والا ہو تو وہاں سے چلے نہ جائیں (یعنی امت میں اجتماعیت اور وحدت پیدا کرنے کے عمل میں دل جمعی سے شریک ہوں) جب تک کہ وہ (کسی خاص عذر کے باعث) آپ سے اجازت نہ لے لیں، (اے رسولِ معظّم!) بیشک جو لوگ (آپ ہی کو حاکم اور مَرجِع سمجھ کر) آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں وہی لوگ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان رکھنے والے ہیں، پھر جب وہ آپ سے اپنے کسی کام کے لئے (جانے کی) اجازت چاہیں تو آپ (حاکم و مختار ہیں) ان میں سے جسے چاہیں اجازت مرحمت فرما دیں اور ان کے لئے (اپنی مجلس سے اجازت لے کر جانے پر بھی) اللہ سے بخشش مانگیں (کہ کہیں اتنی بات پر بھی گرفت نہ ہو جائے)، بیشک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

حسن معاشرت کی تعلیم:

(لَيسَ عَلَى الاَعمٰى حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الاَعرَجِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى المَرِيضِ حَرَجٌ) علماء کا اس آیت کی تفسیر میں اختلاف ہے ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب آیت کریمہ یَا یھا الذین امنو الا تا کلوا امو الکُم بینَکم بالباطل (1)

نازل ہوئی تو مسلمان، مریضوں، اندھوں اور لنگڑوں کے ساتھ کھانا کھانے سے اجتناب برتنے لگے اور کہنے لگے کہ کھانا اموال میں سے بہترین مال ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے مطلق مال باطل طریقہ سے کھانے سے منع فرمایا ہے اندھا شخص اچھا اور عمدہ کھانا دیکھ نہیں سکتا، لنگڑا اچھے طریقے سے بیٹھ سکتا ہے اور نہ کھانے پر مزاحمت کرسکتا ہے اور مریض کھانا کم کھاتا ہے اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس تاویل کی صورت میں علی، فی کے

1۔ النساء:29

معنی میں ہوگا یعنی اندھے، لنگڑے اور مریض کے ساتھ کھانا کھانے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔ سعید بن جبیر، ضحاک وغیرہما فرماتے ہیں کہ لنگڑے، اندھے اور مریض، صحت مند افراد کے ساتھ کھانا کھانے سے اجتناب کرتے کیونکہ لوگ ان کے ساتھ کھانا کھانے کو ناپسند کرتے تھے نابینا کہتا شاید میں زیادہ کھانا کھاتا ہونگا، لنگڑا کہتا شاید میں دو آدمیوں کی جگہ لیتا ہونگا پس یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔(1)

مجاہد کہتے ہیں کہ یہ آیت اس لیے نازل ہوئی تاکہ جن کا نام آیت میں لیا گیا ہے ان کے گھروں سے کھانے کی رخصت دی جائے اور یہ اس لیے کہ نابینا، مریض اور لنگڑا ان میں سے کوئی کھانا مانگنے کسی کے گھر جاتا تو اس آدمی کے گھر میں اگر کوئی کھانے کی چیز نہ ہوتی تو وہ اس کو اپنے ماں، باپ، دادا کے گھر یا ان لوگوں کے گھر لے جاتا جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے تو لوگ اس کھانے سے اجتناب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمیں دوسروں کے گھروں کا محتاج کر دیا اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی۔ سعید بن مسیب فرماتے ہیں مسلمان جب جہاد پر جاتے تو معذور لوگوں کو پیچھے چھوڑ دیتے، ان کو اپنے گھروں کی چابیاں دے جاتے اور انہیں کہتے کہ ہم نے تمہارے لیے ان گھروں میں کھانے کی چیزیں حلال کی ہیں یہ معذور افراد ان کے گھروں میں داخل ہونے سے ہچکچاتے اور کہتے کہ ان کی عدم موجودگی میں ہم ان کے گھروں میں داخل نہیں ہوں گے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں ان گھروں میں داخل ہونے کی رخصت دی گئی۔ حضرت حسن فرماتے ہیں یہ آیت انہیں جہاد سے پیچھے رہنے کی رخصت دینے کے لیے نازل ہوئی (2)

اس آیت کا ایک حصہ ولا علی المَریض حرج پر ختم ہوتا ہے اور اس کے بعد ولا علی انفسِھم سے علیحدہ کلام شروع ہو رہا ہے۔

1۔الکشف والبیان، ج7، ص118

2۔ایضاً، ج7، ص118

بعض علماء نے فرمایا جب یہ آیت لاتا کلوا اموالکم بینکم بالباطل نازل ہوئی تو صحابہ کہنے لگے کہ ہمارے لیے روانہیں کہ کسی دوسرے کے پاس جا کر کھانا کھائیں اس وقت اللہ پاک نے یہ آیت نازل فرمائی (لا علی انفسکم ان تا کلوا من بیوتکم) یعنی اپنے گھروں سے کھانے میں تم پر کوئی گناہ نہیں بعض علماء نے فرمایا من بیوتکم سے مراد اہل خانہ اور خاوندوں کے گھر ہیں اور بیوی کا گھر خاوند کے گھر کی طرح ہے ابن قتیبہ نے کہا اس سے اپنے بیٹوں کے گھر مراد ہیں بیٹوں کے گھروں کی نسبت والد کی طرف کی گئی (1) کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انت و مالک لا بیک۔تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے(2)

بیٹی کے ہاں کھانے پینے کو حرام سمجھنا:

وقتاً فوقتاً بیٹی کو تحائف دینا، گھر میں کی کوئی اچھی چیز پکے تو اس کے لئے بھیجنا شرفاء کے گھرانوں کا دستور چلا آیا ہے جو خلاف شرع نہیں بلکہ مستحسن ہے۔اسی طرح بیٹی کے گھر جانے اور وہاں کچھ تناول کرنے کی قطعاً ممانعت نہیں ہے لیکن بیٹی کے گھر پڑے رہنا حسنِ معاشرت کے خلاف ہے اور اس قدر احتیاط کے کھانے پینے کو ہی حرام سمجھنا بھی غلو اور جہالت کی بات ہے۔اسلام میں اعتدال وتوازن کی تعلیم ہے کہ زیادہ آمد ورفت جس سے بیٹی کے سسرال والوں کو کچھ دقت ہو شرعاً وعرفاً معیوب ہے۔لیکن کبھی کبھی ملاقات کے لئے جانا اور وہاں کھانا پینا جائز ہے۔(واللہ اعلم)

(اَو بُیوتِ اٰبَآئِکُم اَو بُیوتِ اُمَّھٰتِکُم اَو بُیوتِ اِخوَانِکُم اَو بُیوتِ اَخوٰتِکُم اَو بُیوتِ اَعمَامِکُم اَو بُیوتِ عَمّٰتِکُم اَو بُیوتِ اَخوَالِکُم اَو بُیوتِ خٰلٰتِکُم اَو مَا مَلَکتُم مَّفَاتِحَہٗ) ابن عباس فرماتے ہیں ما ملکت مفاتِحہ سے مراد انسان کا وکیل ہے زمین اور مویشیوں کا جسے مختار بنایا جائے یعنی وکیل اور زمین مویشیوں کے نگہبان پر کوئی حرج نہیں کہ وہ زمین کا پھل اور اناج کھائے، چوپایوں کا دودھ پیئے لیکن جانوروں پر

1۔الوسیط فی تفسیر القرآن المجید، ج3،ص329

2۔سنن ابی داود، کتاب الاجارۃ، باب (فی) الرجل یاکل من مال ولدہ، رقم:3530

بوجھ لادنا اور مال کو ذخیرہ کرنا اس کے لئے جائز نہ ہوگا۔ضحاک فرماتے ہیں ماملکت مفاتحہ سے مراد تمہارے غلاموں کے گھر ہیں اس مفہوم کی وجہ یہ ہے کہ مالک اپنے غلام کے گھر کا مالک ہوتا ہے۔ مفاتح سے مراد خزانے ہیں۔ کیونکہ اللہ پاک کا ارشاد ہے: **وعندہ مفاتحُ الغیبِ لا یعلمہا الا ھو** (1) اور یہ بھی جائز ہے کہ مفاتح سے مراد چابیاں ہوں عکرمہ فرماتے ہیں جب آدمی چابی کا مالک ہوتا ہے تو وہ خازن ہوتا ہے اس کے لئے اس میں سے تھوڑی سی چیز لینے میں کوئی حرج نہیں۔ سدی کہتے ہیں جو کسی کھانے کی حفاظت کے لئے نگران بنا دیا جائے تو اس کے لئے اس کھانے سے کچھ کھا لینا جائز ہے بعض علماء نے **ماملکتم مفاتحہ** سے مراد خزانہ لیا ہے مجاہد اور قتادہ فرماتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ جو تم نے خزانہ جمع کیا ہوا ہے اور جس کے تم مالک ہو (**صدِیقِکُم**) وہ دوست جو دوستی میں تمہارے ساتھ سچا ہو۔

ابن عباس فرماتے ہیں یہ آیت حارث بن عمرو کے بارے نازل ہوئی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں جہاد پر نکلے اور مالک بن زید کو اپنے گھر والوں کی دیکھ بھال کے لئے مقرر کر گئے جب وہ جہاد سے واپس آئے تو مالک بن زید کو انتہائی مشقت میں پایا حضرت حارث نے ان سے پریشان کن حالت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا میں آپکی اجازت کے بغیر کھانا کھانے سے اجتناب کرتا رہا اس لیے میری یہ حالت ہوگئی ہے۔ حسن اور قتادہ اس آیت کی بناء پر دوست کے گھر میں بغیر اجازت داخل ہونے اور اس کے کھانے سے متمتع ہونے کو جائز خیال کرتے تھے (2)

(**لیسَ عَلیکُم جُناح ان تاکُلوا**) اگر وہ گھروں میں نہ بھی ہوں اور تم ان کے گھر میں داخل ہو جاؤ پھر بھی تم پر کوئی حرج نہیں لیکن کوئی چیز اٹھا کر ساتھ نہیں لے جا سکتے۔

(**لَیسَ عَلَیکُم جُنَاحٌ اَن تَاکُلُوا جَمِیعًا اَو اَشتَاتًا**) یہ آیت کریمہ بنی لیث بن بکر کے بارے نازل ہوئی یہ کنانہ کا ایک قبیلہ تھا ان کا کوئی آدمی اکیلے کھانا نہیں کھاتا تھا بلکہ ہمیشہ

1۔الانعام:59

2۔الکشف والبیان، ج7،ص119

کسی مہمان کے پاس کھانا کھاتا بعض اوقات کوئی فرد کھانا کھانے کے لئے بیٹھتا ان کے پاس دودھ والی اونٹنیاں بھی ہوتیں لیکن اس وقت تک وہ دودھ نہ پیتا جب تک کوئی شریک نہ ہوجاتا لیکن جب شام ہوجاتی اور کوئی مہمان نہ آتا تو کھانا کھا لیتے یہ قتادہ، ضحاک اور ابن جریج کا قول ہے۔

عطاء خراسانی، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ کوئی مالدار شخص اپنے فقیر رشتہ دار یا دوست کے پاس جاتا اور وہ غریب اسے کھانے کی دعوت دیتا تو مالدار کہتا تیرے ساتھ کھانے سے اجتناب کرتا ہوں کیونکہ میں غنی ٹھہرا اور تو فقیر اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی عکرمہ اور ابوصالح فرماتے ہیں جب انصار کے پاس کوئی مہمان آتا تو وہ اس وقت تک کھانہ نہ کھاتے جب تک مہمان ان کے ساتھ کھانا نہ کھاتا اس وقت یہ ارشاد نازل ہوا کہ رخصت ہے چاہے اکیلے کھاؤ یا ملکر کھاؤ۔(1)

گھروں میں داخل ہونے کے آداب:

(فِاذا دَخلتم بیو تا فسلِمُو ا علی انفسِکم) یعنی ایک دوسرے پر سلام بھیجو! یہ اس وقت ہے جب بندہ اپنے گھر میں داخل ہوتو گھر والوں کو اور جو لوگ بھی گھر میں ہوں سب کو سلام کرے جابر، طاؤس، زہری، قتادہ، ضحاک اور عمرو بن دینار کا یہی قول ہے۔قتادہ فرماتے ہیں جب تم گھر میں داخل ہوتو اپنے گھر والوں کو سلام کرو کیونکہ تمہارے سلام کے سب سے زیادہ حقدار تمہارے گھر والے ہیں اور جب تو کسی ایسے مکان میں داخل ہو جس میں کوئی موجود نہ ہوتو کہو السلام علینا و علی عبادِ اللہ الصالحین حدیث پاک میں ہے کہ فرشتے اس کا جواب دیتے ہیں۔

ابن عباس سے مروی ہے فرماتے ہیں اگر گھر میں کوئی نہ ہوتو پھر چاہیے کہ کہے السلامُ علینا و علی عبادِاللہِ الصالِحین السلام عَلیٰ اھلِ البیتِ و رحمۃُ اللہ عمرو بن دینار فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فَاِذَا دَخَلتم بُیُوَ تاً کے بارے میں فرمایا کہ جب تم

1۔الکشف والبیان، ج7،ص119

مسجد میں داخل ہو تو یوں کہو السلامُ علینا وَ علیٰ عِبادِ اللہِ الصالحین (تحیةً من عِندِ اللہ) مفعول مطلق کی وجہ سے منصوب ہے (یعنی) اپنے نفسوں پر ایسا سلام بھیجو جو پاکیزہ اور بابرکت سلام ہو۔ابن عباس فرماتے ہیں جو حسین جمیل ہو بعض علماء فرماتے ہیں برکت اور طیب کا ذکر اس لیے کیا کہ سلام میں اجر وثواب زیادہ ہے(1)

(اِنَّمَا المؤمِنونَ الَّذِینَ اٰمَنوا بِاللہِ وَرَسولِہٖ وَاِذَا کَانُوا مَعَہٗ) ضمیر کا مرجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کلمہ ہے (علیٰ اَمرٍ جامِعٍ) یعنی ایسا امر جوان کو جمع کرنے والا ہو جیسا کہ جنگ ،نماز ،نماز جمعہ ،نماز عید ،یا کوئی معاملہ پیش آجائے جس کے بارے مشاورت کرنی ہو۔(لَم یَذھَبوا) تو جس کام کے لئے جمع ہوئے ہیں اس سے اٹھ کر نہیں جاتے۔

آدابِ مجلس:

(حتی یستئاذِنُوہ) اس آیت کے شان نزول کے بارے مفسرین نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب جمعہ کے روز منبر پر تشریف فرما ہوتے اور کوئی شخص کسی حاجت کے لئے مسجد سے نکلنا چاہتا تو وہ بغیر اجازت نہیں نکلتا تھا بلکہ پہلے وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے کھڑا ہو جاتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہچان جاتے کے یہ اجازت طلب کرنے کے لئے کھڑا ہوا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جسے چاہتے اجازت عطا فرما دیتے۔(2)

مجاہد فرماتے ہیں جمعہ کے دن امام کا اپنے ہاتھ سے اشارہ کر دینا ہی اذن ہے(3)

اہل علم فرماتے ہیں اسی طرح ہر وہ کام جس میں مسلمان کی معیت میں سب شریک ہوں تو مسلمانوں کو چاہیے کہ اسکی مخالفت نہ کریں اور اسکی اجازت کے بغیر اس کام کو چھوڑ کر نہ جائیں پھر جب اجازت طلب کر لیں تو امام کی مرضی چاہے تو اجازت دے چاہے تو نہ دے یہ اس وقت ہے جب کوئی ایسا سبب لاحق نہ ہو جائے جو اس جگہ ٹھہرنے سے مانع ہو

1۔الکشف والبیان،ج7،ص120

2۔ایضاً،ج7،ص121

3۔الوسیط في تفسیر القرآن المجید،ج3،ص331

اگر کوئی ایسا سبب لاحق ہو جائے جو وہاں ٹھہرنے سے مانع ہو تو پھر اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہے خود بخود ہی چلا جائے جیسے عورت مسجد میں ہو اور وہاں اسے حیض شروع ہو جائے یا مرد جنبی ہو جائے یا کوئی مرض لاحق ہو جائے جس کی وجہ سے مسجد میں ٹھہرنا مانع ہو۔

(اِنَّ الَّذِينَ يَستَـاْذِنُونَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِينَ يُؤمِنُونَ بِاللهِ وَرَسُولِهٖ فَاِذَا استَاْذَنُوكَ لِبَعضِ شَانِهِم) اپنے کسی کام کے لئے (فَاْذَن لِّمَن شِئتَ مِنهُم) اگر آپ چاہو تو واپس جانے کی اجازت دے دو اور اگر نا چاہو تو نا دو۔

لَا تَجعَلُوا دُعَآءَ الرَّسُولِ بَينَكُم كَدُعَآءِ بَعضِكُم بَعضًا قَد يَعلَمُ اللهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنكُم لِوَاذًا فَليَحذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَن اَمرِهٖ اَن تُصِيبَهُم فِتنَةٌ اَو يُصِيبَهُم عَذَابٌ اَلِيمٌ ﴿63﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ قَد يَعلَمُ مَا اَنتُم عَلَيهِ وَيَومَ يُرجَعُونَ اِلَيهِ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا وَاللهُ بِكُلِّ شَيءٍ عَلِيمٌ ﴿64﴾

63 تا 64 آیات کا ترجمہ و تفسیر:

﴿63﴾ (اے مسلمانو!) تم رسول کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کو بلانے کی مثل قرار نہ دو (جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلانا تمہارے باہمی بلاوے کی مثل نہیں تو خود رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی تمہاری مثل کیسے ہو سکتی ہے)، بیشک اللہ ایسے لوگوں کو (خوب) جانتا ہے جو تم میں سے ایک دوسرے کی آڑ میں (دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے) چپکے سے کھسک جاتے ہیں، پس وہ لوگ ڈریں جو رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے امرِ (ادب) کی خلاف ورزی کر رہے ہیں کہ (دنیا میں ہی) انہیں کوئی آفت آپہنچے گی یا (آخرت میں) ان پر دردناک عذاب آن پڑے گا ﴿64﴾ سنو بے شک اللہ ہی کی ملکیت ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے اللہ کو خوب علم ہے تم جس حال میں ہو اور جس دن وہ اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے تو وہ ان کے کیے ہوئے سب کاموں کی خبر دے گا اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔(1)

1۔ محمد طاہر القادری، ڈاکٹر، عرفان القرآن، منہاج پبلی کیشنز، لاہور

آدابِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم:

(لَا تَجعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَینَکُم کَدُعَآءِ بَعضِکُم بعضًا) حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ناراض کر بیٹھوتو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بددعا سے بچو کیونکہ اس وجہ سے تم پر مصیبتیں نازل ہونگی اسلئے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بددعا دوسرے لوگوں کی بددعا کی طرح نہیں ہے۔مجاہد اور قتادہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نام کے ساتھ" یا محمد" " یاعبداللہ" کہہ کرمت پکارو جیسے تم ایک دوسرے کو نام سے پکارتے ہو بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عزت اور تعظیم کرو!نرمی اور تواضع کے ساتھ یارسول اللہ یا نبی اللہ کہو!

(قَد یَعلَمُ اللہُ الَّذِینَ یَتَسَلَّلُونَ) یعنی نکلتے ہیں (مِنکُم لِوَاذًا) ایک دوسرے کے پیچھے چھپتے ہیں اور چپکے سے چلے جاتے ہیں اللِواذ، لاوذ، یُلاوذ، ملاوزۃً ولِواذا کا مصدر ہے بعض لوگوں نے کہا کہ یہ کیفیت خندق کی کھدائی کے دوران تھی منافقین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے چھپ کر نکل جاتے تھے۔

ابن عباس فرماتے ہیں لواذا کا معنی ہے کہ ان میں سے بعض بعض کے پیچھے چھپتے کیونکہ جمعہ کے دن منافقین پر مسجد میں ٹھہرنا اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ سننا بڑا مشکل اور بھاری ہوتا لہذا وہ بعض صحابہ کے پیچھے چھپ کر چپ چاپ مسجد میں سے نکل جاتے تھے۔قَد یَعلَمُ اللہُ کا مطلب منافقین سے بدلہ لینے کی دھمکی ہے۔

ج (فَلیَحذَرِ الَّذِینَ یُخَالِفُونَ عَن اَمرِہٖ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کی اور حرف عن صلہ کے لیے ہے بعض علماء نے اس کا مطلب یہ بیان کیا کہ جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں اور آپ سے اجازت مانگے بغیر چلے جاتے ہیں۔

(اَن تُصِیبَھُم فِتنَۃٌ) تا کہ اسے کوئی مصیبت نہ پہنچے۔مجاہد کہتے ہیں کہ فتنہ کا معنی دنیا کی آزمائش ہے۔

(اَو یُصِیبَھُم عَذَابٌ اَلِیمٌ) یعنی آخرت میں دردناک عذاب بعض اہل علم کے نزدیک اس سے مراد دنیا میں دردناک عذاب ہے۔

اس کے بعد اللہ رب العزت نے اپنی تعریف ذکر فرمائی، فرمایا:
(اَلَآ اِنَّ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) مملوک اور مخلوق ہیں (قَدْ یَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَیْہِ) ایمان اور نفاق کے مطابق، قد صلہ کے لئے ہے (وَیَوْمَ یُرْجَعُوْنَ اِلَیْہِ) مراد یوم قیامت ہے (فَیُنَبِّئُہُمْ بِمَا عَمِلُوْا) جوانہوں نے اچھے اور برے اعمال کئے ہیں۔
(وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عورتوں کو بالا خانوں میں ٹھہراؤ نہ انہیں کتابت سکھاؤ بلکہ انہیں چرخہ کاتنا اور سورۃ نور سکھاؤ (1)



1۔ امام حاکم نے اس حدیث کو اپنی مستدرک علی الصحیحین رقم: ۳۴۹۴، میں نقل فرمایا اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے امام ذہبی نے حاکم کا تعاقب کرتے ہوئے اسے موضوع قرار دیا ہے۔ اس حدیث کو شوکانی نے نیل الاوطار میں بھی نقل کیا اور موضوع قرار دیا ہے۔ دار قطنی کہتے ہیں کہ اس حدیث میں ایک راوی جس کا نام محمد بن ابراہیم الشامی ہے اور وہ کذاب ہے۔
درحقیقت یہ حدیث منکر ہے۔ لیکن سورۃ نور کی تعلیم دینا صحیح مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ مسلم میں حضرت عمر سے موقوفا مروی ہے۔

سورۃ نور معروضی سوالات

س: سورہ النور کی وجہ تسمیہ بیان کریں؟

ج: اس سورۃ کی آیت نمبر 35 میں ہے: اللہ نور السمٰوت والارض" اس آیت سے ہی سے اس کا نام ظاہر ہے۔نور کا معنی روشنی ہے یعنی یہ سورۃ علم و عرفان، ایمان و ایقان اور رشد و ہدایت کا نور ہے۔

س: سورہ النور کب نازل ہوئی، مکی ہے یا مدنی؟

ج: یہ سورت 6 ہجری میں نازل ہوئی مدنی ہے۔

س: سورۃ النور کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

ج: اس سورۃ کے 9 رکوع اور 64 آیات ہیں۔

س: سورۃ النور کی وجہ فضیلت و اہمیت بیان کرو؟

ج: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے مسلمانو! اپنے مردوں کو سورۃ مائدہ اور عورتوں کو سورت نور سکھاؤ۔

اس میں زیادہ تر مضامین عورتوں کے متعلق ہیں جو آبادی کا نصف حصہ ہوتی ہیں لہذا اس کی اہمیت واضح ہے

س: سورۃ النور کے اہم مضامین بیان کریں؟

ج: اہم مضامین درج ذیل ہیں:

حدود اللہ (حد زنا، حد قذف) لعان، واقعہ افک، احکام پردہ، استیذان اطاعت رسول حکومت الٰہیہ کا قیام، فساد فی الارض اور حسن معاشرت وغیرہ۔

س: سورۃ النور میں عورتوں کے کون کون سے مسائل بیان کیے ہیں؟

ج: عصمت کی حفاظت، زنا، لعان، قذف، اور احکام پردہ وغیرہ۔

س: حدود سے کیا مراد ہے؟

ج: جن سزاؤں کا ذکر قرآن میں آیا ہے، اصطلاحی طور پر انہیں حدود کہا جاتا ہے۔

س: حد کا لغوی اور اصطلاحی معنی کیا ہے؟

ج: حد کا لغوی معنی انتہا اور آخری کنارہ، دو چیزوں کے درمیان فرق کرنے والی چیز اس میں روکنے کا معنی بھی پایا جاتا ہے۔ اصطلاحی طور پر حد ایسی سزا ہے جس کا تعین اللہ تعالیٰ نے کیا۔

س: تعزیر سے کیا مراد ہے؟

ج: ایسا جرم جس کی حد نہ ہو تو اس کی سزا کو تعزیر کہا جاتا ہے۔

س: سورۃ النور میں کون کونسی حدود کا ذکر ہے؟

ج: حد زنا (آیت نمبر 2 میں) حد قذف آیت نمبر 5 میں ہے۔

س: سورۃ النور میں بدکاری کا الزام لگانے کے لئے کون سا لفظ استعمال ہوا ہے؟

ج: زنا اور بدکاری کے الزام کے لئے سورۃ النور میں یرمون، رمیٰ، یرمی، یعنی تیر پھینکنا کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اسے اصطلاح میں "قذف" کہتے ہیں۔

س: بدکاری کے الزام کے لئے رمیٰ یرمیٰ (تیر پھینکنا) کا لفظ کیوں استعمال کیا گیا ہے؟

ج: کیونکہ الزام تیر کی طرح ہوتا ہے۔ تیر انسان کو زخمی کرتا ہے اور بدکاری کا الزام انسان کی عزت و آبرو کو زخمی کرتا ہے اس لیے یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

س: سورۃ النور میں کون کون سی حدود تعزیرات کا ذکر ہے؟

ج: حد زنا اور حد قذف کی حدود سورہ النور میں بیان کی گئی ہے۔

س: زنا کی مذمت پر آیت لکھیں؟

ج: ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ: زنا کے قریب بھی نہ جاؤ بے شک وہ بے حیائی اور برا راستہ ہے۔

زنا کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ زانی جب زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں رہتا۔ اس کا ایمان اس کے قلب سے نکل کر سائبان کی طرح اوپر اٹھ

جاتا ہے اور بعد توبہ واپس آتا ہے۔

س: زنا کے نقصانات بیان کریں؟

ج: اس سے بے حیائی اور معاشرے میں فساد پھیلتا ہے۔خاندانی زندگی منتشر ہو جاتی ہے۔

س: اسلام میں زنا کے سد باب سے کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں؟

ج: اصلاحِ نفس

☆ خوف الٰہی

☆ خوف آخرت

☆ قانون الٰہی کی اطاعت کا جذبہ

☆ عصمت وعفت کی حفاظت

☆ بداخلاقی اور بے حیائی کا خاتمہ

س: کیا حد زنا کا حکم تدریجاً نازل ہوا؟

ج: جی ہاں! پہلا حکم گھر میں قید کرنا تھا۔دوسرا اور آخری حکم سو کوڑوں کی سزا کا ہے۔

س: زنا کی سزا کیا ہے؟

ج: غیر شادی شدہ کی سزا سو کوڑے ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔شادی شدہ کی سزا رجم ہوگی جس کا ذکر حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے۔اس کی مثال ماعز اسلمی اور غامدیہ عورت کی سنگساری کا واقعہ ہے۔

س: زنا کے نقصانات اور خرابیاں حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں بیان کریں؟

ج: آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگو! زنا سے بچو اس میں چھ خرابیاں ہیں تین دنیا میں..... چہرے کی بے رونقی، افلاس، عمر میں کمی۔اور تین آخرت میں.... اللہ کی ناراضگی، حساب کی خرابی اور دائمی جہنم۔

س: قذف کی شرائط لکھیں؟

1۔ بلوغت

2۔ عاقل ہونا

3۔ آزادانہ یہ فعل کیا ہو

4۔ مقذوف کا اپنا باپ یا دادا نہ ہو

5۔ گونگا نہ ہو (امام ابوحنیفہ کے نزدیک)

س: کیا کافر پر حد لاگو ہوگی؟

ج: نہیں، حد مسلمان پر ہوگی۔

س: لعان سے کیا مراد ہے؟

ج: لعان کے لغوی معنی لعنت کرنا اور دور کرنے کے ہیں۔ فقہی اصطلاح میں زوجین میں سے ہر ایک کی جانب سے قسم کے ساتھ اللہ کی لعنت اور غضب الٰہی کی شہادت دینا لعان ہے۔

س: طریقہ لعان کیا ہے؟

ج: شوہر چار قسمیں اللہ کے نام کی کھائے کہ اس نے اپنی بیوی کو زنا کرتے دیکھا ہے۔ پانچویں مرتبہ کہے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو۔ اسی طرح بیوی بھی چار قسم کھائے گی کہ اس کا خاوند جھوٹا ہے۔ پانچویں مرتبہ کہے اگر وہ سچا ہو تو مجھ پر خدا کا غضب نازل ہو۔

س: لعان کی شرائط بیان کریں؟

ج۔ 1۔ زوجین عاقل و بالغ ہوں

2۔ عورت انکار کرے، مرد الزام لگائے

3۔ شوہر کے پاس گواہ نہ ہوں۔

س: عہد رسالت میں کس شخص کے ساتھ لعان کا مسئلہ پیش آیا؟

ج: عہد نبوی میں ہلال بن امیہ اور عویمر عجلانی کے ساتھ لعان کا مسئلہ پیش آیا۔

س: واقعہ افک کیا ہے اور کس کے ساتھ پیش آیا؟

ج: حضرت عائشہ پر تہمت زنا کا فتنہ اٹھایا گیا اور یہ واقعہ چھ ہجری کو ہوا۔

س: حضرت عائشہ کی فضیلت کیا ہے؟

ج: قرآن میں ان کی براءت میں 10 آیات نازل ہوئیں۔

س: اشاعت فحش کی دور حاضر میں جدید شکلیں کیا ہیں؟

1۔ بے حیائی وفحاشی

2۔ رقص

3۔ تبرج جاہلیت

4۔ گانا

5۔ فحش گوئی

6۔ بیہودہ شاعری وغیرہ

س: افک کے معنی کیا ہیں؟

ج: بات کو الٹ دینا اور حقیقت کے خلاف کچھ سے کچھ بنا دینا ہے۔یعنی بہتان طرازی اور جھوٹ گھڑنا۔

س: حضرت عائشہ پر زنا کی تہمت کس نے لگائی؟

ج: مدینہ کے منافقین نے لگائی جن کا سرغنہ عبداللہ بن ابی منافق تھا۔

س: کس غزوہ میں حضرت عائشہ پر تہمت لگی؟

ج: غزوہ بنی مصطلق۔

س: حضرت عائشہ کو کس نے لشکر کی روانگی کے بعد دیکھا اور اونٹ پر بٹھایا؟

ج: صفوان بن معطل سلمی جو بدری صحابی تھے

س: اس معاملہ کا مشورہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس سے کیا؟

ج: حضرت علی اور اسامہ بن زید سے۔

س: واقعہ افک میں کون سے دو مسلمان شریک تھے؟

ج: واقعہ افک میں دو مسلمان مرد مسطح بن اثاثہ اور حسان بن ثابت اور ایک عورت حمنۃ بنت جحش شریک تھیں۔

س: غض بصر کا حکم کس سورت میں ہے؟

ج: سورہ نور آیت نمبر 30، 31 میں عورت اور مرد دونوں کو مخالف جنس کو دیکھنے کو منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ بدنگاہی زنا کا اولین سبب ہے

س: الاستیذان کا معنی و مفہوم کیا ہے؟

ج: لغوی معنی اذن طلب کرنا ہے۔ اسلامی اصطلاح میں اس سے مراد ہے کہ آدمی غیر کے گھر میں داخل ہوتے وقت اجازت طلب کرے۔

س: استیذان اور استیناس میں کیا فرق ہے؟

ج: استیذان یعنی اذن، اجازت طلب کرنا اور استیناس انس سے ہے یعنی گھر والے کی رضامندی اور خوش دلی سے اس کی اجازت طلب کرنا۔

س: استیذان سے مستثنیٰ لوگ کون ہیں؟

ج: بچے، لونڈی، غلام

س: استیذان کا طریقہ کیا ہے؟

ج: اجازت لے کر داخل ہو۔ دروازہ پر کھڑا ہو کر السلام علیکم تین مرتبہ کہے اگر اجازت ملے تو فبہا ورنہ وہ واپس لوٹ جائے۔

س: استیذان کے فوائد لکھیں؟

ج: 1۔ فواحش و بے حیائی کا انسداد

2۔ پوشیدہ راز کی حفاظت وغیرہ

س: مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب کیا ہیں؟

ج: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو دینی جہاد کے لئے بلائیں تو

☆ مومنین جمع ہو جائیں۔

☆ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس سے بغیر اجازت کے نہ جائیں

☆ کوئی ضرورت ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لیں

☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے اپنی آواز پست رکھو۔

س: مکاتبت سے کیا مراد ہے؟

ج: مکاتبت کے لفظی معنی باہمی تحریر لکھنا ہے۔ اصطلاح میں مکاتبت آقا اور غلام کے باہمی تحریر نامی کو کہتے ہیں جس میں یہ معاہدہ کیا جاتا ہے کہ غلام مقررہ رقم ادا کر کے آزادی حاصل کرے گا۔

س: مکاتبت کا حکم کس سورہ میں ہے؟

ج: مکاتبت کا حکم سورت نور آیت نمبر 33 میں ہے۔

س: نکاح کی اہمیت پر دو احادیث لکھیں۔

ج: النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی التمسو الرزق بالنکاح یعنی نکاح کے ذریعے رزق تلاش کرو۔

س: حکم نکاح پر ایک قرآنی آیت لکھو؟

ج: وانکحو الایامی منکم (سورۃ النور آیت نمبر 32)

س: سورہ نور میں کفار کے اعمال کو کس مثال سے واضح کیا گیا ہے؟

ج: سراب

س: اہل ایمان سے خلافت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے کس سورت میں کیا ہے؟

ج: سورت نور، آیت نمبر 55 میں۔

س: اسلام کے حلت و حرمت کے چار اصول بیان کیجئے؟

1۔ تمام اشیاء اصل میں حلال ہیں۔

2۔ حلت وحرمت اللہ کا حق ہے

3۔ حرام اشیاء نقصان دہ ہیں۔

4۔ حرام اشیاء نقصان دہ ہیں۔

5۔ حرام سب کے لئے حرام ہے

س: اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام کون سا ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام "اللہ" ہے۔

س: اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کتنے ہیں؟

ج: ننانوے (99)

س: آیت کو مکمل کریں؟ وﷲ الاسماء الحسنی......

ج: فادعوابها

س: اسمائے حسنی کی فضیلت میں حدیث بیان کرو؟

ج: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کے ننانوے نام ہیں جس نے ان کو شمار اور محفوظ کیا وہ جنت میں داخل ہوا۔

س: علمائے کرام نے صفات الٰہیہ اکن چارِ الٰہیہ چار قسموں میں تقسیم کیا ہے؟ مختصر بیان کریں؟

1۔ صفات جمال: مثلاً الرحمان، النور، الروف، الوھاب وغیرہ

2۔ صفات جلال: مثلاً الملک، العزیز، القھار، المتکبر وغیرہ

3۔ صفات کمالی: مثلاً الحیی، القیوم، السمیع، العلیم وغیرہ

4۔ صفات توحیدی مثلاً الواحد، الاحد اور کلمہ لا اللہ الا اللہ ان کی مکمل ترجمان ہے۔

س: توحید ذات کی کون سی سورت بہترین ترجمان ہے؟

ج: سورہ اخلاص قل ھو اللہ احد..... اسے ثلث القرآن بھی کہا جاتا ہے۔

س: آیت الکرسی کی اہمیت بیان بتائے؟

ج: سورہ بقرۃ کی آیت نمبر 255 کو آیت الکرسی کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں کرسی کا لفظ آیا ہے قرآن مجید کی عظیم ترین آیت ہے کیونکہ اس میں صفات الٰہیہ کا بیان مکمل اور بہترین طور پر کیا گیا ہے۔

س: اللہ کی صفت نور کا ذکر کس سورت میں آیا ہے؟

ج: سورۃ نور آیت نمبر 35 میں.... اللہ نور السموت والارض

س: توحید کے تین بنیادی تقاضے بیان کیجئے؟

ج: خالق کائنات، مالک الملک، قادر اور معبود برحق

س: توحید کی اقسام بیان کیجئے؟

ج: توحید فی الذات، توحید فی الصفات اور توحید فی العبادات

س: شرک کی اقسام بیان کیجئے؟

ج: شرک فی الذات، شرک فی الصفات اور شرک فی العبادات

س: کون سا عقیدہ انبیاء میں مشترک رہا ہے؟

ج: عقیدہ توحید

س: شرک کی مذمت میں آیت لکھیے؟

ج: ان الشرك لظلم عظيم

س: شرک کے رد کے بارے آیت لکھیں؟

ج: قل هو الله احد

س: فساد فی الارض کی مختلف شکلیں بتائیے؟

ج: فساد فی الارض کی مختلف شکلیں مندرجہ ذیل ہیں:

قتل، ڈکیتی، شراب نوشی وجوا، زنا کاری، قذف، سود وغیرہ

س: اسلام نے فساد فی الارض کی مختلف شکلوں کا کیسے سد باب کیا ہے؟

ج: اولاً تعلیم و تبلیغ سے تزکیہ نفس، دل و نگاہ کی اصلاح کرتا ہے اور انسانی سیرت کو اعلیٰ اخلاق سے مزین کرتا ہے تا کہ معاشرہ اسلامی اخلاق کو خوش دلی سے اپنا کر امن و امان کا گہوارہ بن جائے۔ ثانیاً معاشرے کے جو افراد تعلیم و اصلاح کے باوجود جرائم کریں ان کے لئے حدود و تعزیرات کا سخت نظام نافذ کرتا ہے جس سے عادی مجرموں کو عبرتناک سزائیں دے کر معاشرے سے جرائم کا سد باب کرتا ہے۔

س: دین اسلام کے چند امتیازی پہلوؤں کی نشاندہی کیجئے۔ نیز قرآن سے دلیل بھی دیں۔

ج: دین اسلام کے امتیازی پہلو مع دلیل درج ذیل ہیں:

1- اسلام واحد پسندیدہ الہامی مذہب ہے۔

2- اسلام تمام انبیاءؑ کا مشترکہ دین رہا ہے

3- دین دنیا کی وحدت کا دین ہے۔

4- اسلام تحمل و رواداری کا دین ہے

5- اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے

6- اسلام وحدت انسانی کا دین ہے

7- اسلام کامل مساوات کا دین ہے۔

8- اسلام ایک عالم گیر مذہب ہے۔

9- اسلام شرف انسانی کا دین ہے۔

10- اسلام خدا کا آخری دین ہے۔

س: جہاد کا مفہوم کیا ہے؟

ج: جہاد کا لفظ جہد سے ہے جس کے معنی کوشش، کاوش اور جدو جہد کے ہیں۔ اسلامی اصطلاح میں جہاد سے مراد وہ کوشش اور سعی ہے جو دین کی

حفاظت، سر بلندی اور اشاعت کے لئے کی جائے حتیٰ کہ ایک مسلمان کو دین کی حفاظت کے لئے جان بھی دینی پڑے تو دریغ نہ کرے۔

س: جہاد کا مقصد ہے؟

ج: جہاد کا مقصد صرف دین اسلام کی سر بلندی اور حق کی اشاعت ہے۔

س: جہاد کی ضرورت اور اہمیت پر ایک آیت قرآنی لکھو۔

ج: 1۔ وجاھدوا فی اللہ حق جھادہ

2۔واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ

س: جہاد کی فضیلت میں ایک حدیث لکھیں؟

ج: الجھاد فرض الی یوم القیامۃ

س: جہاد کی اقسام بیان کریں؟

ج: جہاد اکبر یعنی نفس کے خلاف جہاد، جہاد بالقلم، جہاد بالمال اور جہاد بالسیف

س: جہاد میں کامیابی کی شرائط کیا ہیں؟

ج: ثابت قدمی، ذکر الہٰی، اختلاف سے اجتناب، صبر اور اطاعت امیر۔

س: نور کے لفظی معنی بیان کیجئے؟

ج: نور کے لفظی معنی خود روشن اور کائنات کی ہر شے کو روشن کرنے والا، کائنات کا مدبر و منتظم، کائنات کا موجد، ہدایت کا منبع، کائنات کے حسن کا خالق۔

س: آیت نور میں مشکوٰۃ، مصباح، زجاجہ سے کیا مراد ہے؟

ج: مشکوٰۃ چراغ رکھنے کی جگہ کو کہتے ہیں؟

1۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ

2۔ مومن کا دل۔

مصباح کے لفظی معنی چراغ کے ہیں اس سے مراد نبوت ہے۔ زجاجہ کے معنی قندیل ہے۔

س: فی بیوت اذن اللہ ان ترفع میں بیوت سے کیا مراہ ہے؟

ج: بیوت، بیت کی جمع ہے اس سے مراد مساجد، مسلمانوں کے گھر جن میں نماز پڑھی جاتی ہے اور اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ مدارس جہاں دینی تعلیم دی جاتی ہے۔

س: ایامیٰ سے کیا مرا ہے؟

ج: ایامیٰ ایم کی جمع ہے اس سے مراد بے خاوند عورت اور بے عورت مرد ہے۔ خواہ ان کی شادی ہی نہ ہوئی ہو یا دونوں میں سے ایک فوت ہوگیا ہو یا طلاق کی صورت میں علیحدگی ہوگئی ہو۔

س: سورۃ النور کا آخری لفظ کون سا ہے؟

ج: سورۃ النور کا آخری لفظ **علیم** ہے۔

س: لفظ سورۃ سے شروع ہونے والی سورت کا نام بتائے؟

ج: سورۃ النور

س: سورہ نور کی کس آیت میں خلافت کا ذکر ہے؟

ج: سورۃ النور کی آیت نمبر 55 میں خلافت کا ذکر ہے۔

س: خلافت دینے کا وعدہ کن سے کیا گیا ہے؟

ج: خلافت ان کو دی جائے گی جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے۔

مصادر و مراجع

☆ القرآن کریم

☆ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث سجستانی، سنن ابی داود، دارالفکر، بیروت، 1994ء

☆ ابی علی الحسن بن احمد بن عبدالغفار الفارسی النحوی، المتوفی 377ھ، الحجۃ فی علل القرات السبع، دار الکتب العلمیہ، 1428ھ-2007ء

☆ ابن ابی حاتم، عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس، تفسیر القرآن العظیم، الریاض: نزاد مصطفیٰ الباز

☆ ابن ابی شیبہ، عبداللہ بن محمد، مصنف ابن ابی شیبہ، ریاض: مکتبہ الرشید، 1409ھ

☆ ابن جوزی، ابوالفرج، جمال الدین عبدالرحمٰن بن علی، متوفیٰ 597ھ، زادالمسیر فی علم التفسیر، دارابن حزم 1423ھ-2002ء

☆ ابن جزری، احمد بن محمد، النشر فی القراءات العشر، دارلکتب العلمیہ، بیروت، س-ن

☆ ابن جزری، محمد بن محمد، تحبیر التیسیر فی قراءۃ الائمۃ العشر ۃ، دارلکتب العلمیہ، بیروت، 1404ھ

☆ ابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ، بیروت: دارلکتب العلمیہ، بیروت، 1410ھ

☆ ابن عادل، ابوحفص عمر بن علی، اللباب في علوم الکتاب، دارالکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ،

☆ ابن عطیہ الاندلسی، عبدالحق بن غالب، ابومحمد، المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز، دارلکتب العلمیہ، بیروت 1413ھ-1993ء

☆ ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، کراچی: نور محمد کتب خانہ، س:ن

☆ ابن منظور، احمد بن مکرم الافریقی، لسان العرب، بیروت: دار صادر، 1414ھ

☆ ابویعلیٰ، احمد بن علی بن المثنیٰ بن یحییٰ، المسند، دار المامون التراث، دمشق 1404ھ-1984ء

☆ احمد بن حنبل، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن ھلال بن اسد الشیبانی (المتوفی: 241ھ) المسند، مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الاولی، 1421-2001م،

☆ الواحدي، ابوالحسن علي بن احمد بن محمد بن علي، النيشابوري، الشافعي (المتوفى: 468ھ)، التَّفْسِير البَسِيْط، عمادة البحث العلمي - جامعة الامام محمد بن سعود الاسلاميہ الطبعۃ الولیٰ: 1430ھ،

☆ الازدی، معمر بن ابی عمرو راشد، ابوعروۃ البصری، نزیل الیمن (المتوفی 153ھ) ،الجامع، (منشور کملحق مصنف عبدالرزاق) ناشر: المجلس العلمی باکستان وتوزیع المکتب الاسلامی، بیروت، الطبعۃ الثانیہ 1403ھ

☆ الجرجانی، علی بن محمد بن محمد المرتضی، تاج العروس من جواہر القاموس، التراث العربی الکویت، 1994ھ

☆ البقاعی، ابوالحسن ابراہیم بن عمر، نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1415ھ

☆ البیہقی، احمد بن حسین الخراسانی، معرفۃ السنن والآثار، دار الکتب العلمیہ، بیروت

☆ البیہقی، احمد بن حسین، البعث والنشور، مرکز الخدمات والابحاث الثقافیۃ، بیروت

☆ الدانی، ابوعمرو عثمان بن سعید، التیسیر فی القراءات السبع، دار الکتاب العربی-بیروت 1404-1984م

☆ الدمیاطی، شہاب الدین احمد بن محمد بن عبدالغنی بناء، اتحاف فضلاء البشر فی القراءات الاربعۃ عشر، دارالکتب العلمیہ، بیروت

☆ ابن قدامہ، موفق الدین عبداللہ بن احمد، المغنی، 62/9، مطبوعہ دار الفکر، بیروت

☆ احمد رضا، امام، اعلیٰ حضرت، فتاویٰ رضویہ، رضا فاونڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

☆ احمد بن علی المثنی، امام، موصلی، مسند ابی یعلی، دار المامون تراث، بیروت

☆ ابن خزیمہ، محمد بن اسحاق، صحیح ابن خزیمہ، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت

☆ السمعانی، ابوالمظفر، منصور بن محمد المروزی التمیمي (التوفی:489)، تفسیر القرآن، دارالوطن، الریاض

☆ الفارسی، علی بن بلبان، الامیر علاء الدین، الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، تحقیق: شعیب الارناؤوط، موسسۃ الرسالۃ، بیروت (1408-1998)

☆ الصنعانی، عبدالرزاق بن ہمام، المصنف، بیروت: المکتب الاسلامی، س-ن

☆ اندلسی، محمد یوسف، البحر المحیط فی التفسیر، بیروت: دارالفکر، 1420ھ

☆ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، دار صادر، بیروت

☆ بغوی، حسین بن مسعود، تفسیر معالم التنزیل، محمد عبداللہ النمر (محقق) بیروت: داراحیاء التراث، 1405ھ

☆ بغوی، حسین بن مسعود، شرح السنۃ، بیروت: المکتبۃ الاسلامی، 1400ھ

☆ ترمذی، محمد بن عیسی، جامع الترمذی، الریاض: دارالسلام للنشر والتوزیع، 2000ء

☆ ثعلبی، احمد بن محمد، الکشف والبیان عن تفسیر القرآن، بیروت: داراحیا التراث العربی، 2002ء

☆ حاکم، محمد بن عبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، بیروت: دارالکتب العلمیہ، 1990ء

☆ دارمی، عبداللہ بن عبدالرحمٰن، سنن الدارمی، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ: دارالمغنۃ للنشر والتوزیع

☆ رازی، فخرالدین، محمد بن عمر، التفسیر الکبیر، مکتبہ علوم الاسلامیہ، لاہور

☆ زرکانی، محمد عبدالعظیم، مناہل العرفان فی علوم القرآن، فواز احمد زمرلی (محقق)، دارالکتب العربی بیروت، 1415ھ

☆ زرکشی، محمد بن عبداللہ، بدرالدین، البرھان فی علوم القران، بیروت: دارلفکر، س-ن

☆ زرکلی، خیر الدین بن محمود، الاعلام، بیروت: دار العلم للملایین، 2002ء

☆ سعیدی، غلام رسول، علامہ، تبیان القرآن، فرید بک سٹال، لاہور

☆ شوکانی، محمد بن علی، الاحام، نیل الاوطار، دار الحدیث، 1413ھ، 1993ء

☆ طبری، محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملي، أبو جعفر الطبري، جامع البیان في تأویل القرآن، مؤسسۃ الرسالہ، الطبعۃ الاولی، 1420ھ-2000م

☆ عینی، بدر الدین محمود بن احمد عمدۃ القاری، مطبوعہ ادارہ الطباعۃ المنیر، مصر

☆ فراء، ابوزکریا یحیی بن زیاد، معانی القرآن، بیروت: عالم الکتب، 1983ء،

☆ قاموس، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، 412ھ

☆ محمد سلیم، الدکتور، الھادی شرح طیبۃ النشر فی القرات العشر، دار الجیل، بیروت، 2001ء

☆ محیسن، محمد سالم، الدکتور، الھادی شرح طیبۃ النشر فی القراءات العشر، دار الجیل
بیروت، 1433ھ

☆ مسلم، مسلم بن حجاج قشیر، صحیح مسلم، الریاض: دار السلام للنشر والتوزیع، 2000ء

☆ منیب الرحمٰن، مفتی، تفہیم المسائل، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

☆ محمد طاہر القادری، ڈاکٹر، عرفان القرآن، منہاج پبلی کیشنز، لاہور

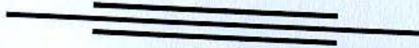
☆ نسائی، ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب، السنن الکبریٰ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1411ھ

☆ واحدی، علی بن احمد، اسباب نزول القرآن، بیروت: دارالکتب العلمیہ، س-ن

☆ واحدی، علی بن احمد، الویسیط فی تفسیر القرآن المجید، بیروت: دارلکتب العلمیہ، 1994ء

☆ وحیدالزمان کیرانوی، قاسمی، القاموس الجدید، لاہور: ادارہ اسلامیات، 1990ء

☆ ہیثمی، نوالدین ابی بکر، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، مطبوعہ مکتبۃ القدسي، القاہرہ، طبعۃ عام 1994ء



سورۃ النور

کے مضامین واحکام کا خصوصی مطالعہ

اس کتاب میں

- غیر محرم اور مشترکہ خاندان
- شادی میں تاخیر • زنا کی کمائی
- مرد طبیب سے علاج
- بغیر محرم عورت کا سفر
- بیٹی کے ہاں کھانا پینا
- زیتون کے فوائد • ابروؤں کا بنوانا
- عورت کی امامت
- شادی سے پہلے ایک دوسرے کو دیکھنا
- حدود اللہ • ہم جنس پرستی
- تہمت زنا • مخلوط تعلیم
- ابلاغیات کا اسلامی تصور
- مردوں کے لئے احکام پردہ
- اسمِ اعظم • خفیہ نکاح
- عورت کی ملازمت
- بناؤ سنگھار کے جواز کی صورت
- عزت بچانے کے لیے خودکشی

ابریشم انٹرنیشنل فیصل آباد

P-234 اناسی فیصل آباد ☎ 041-2635509